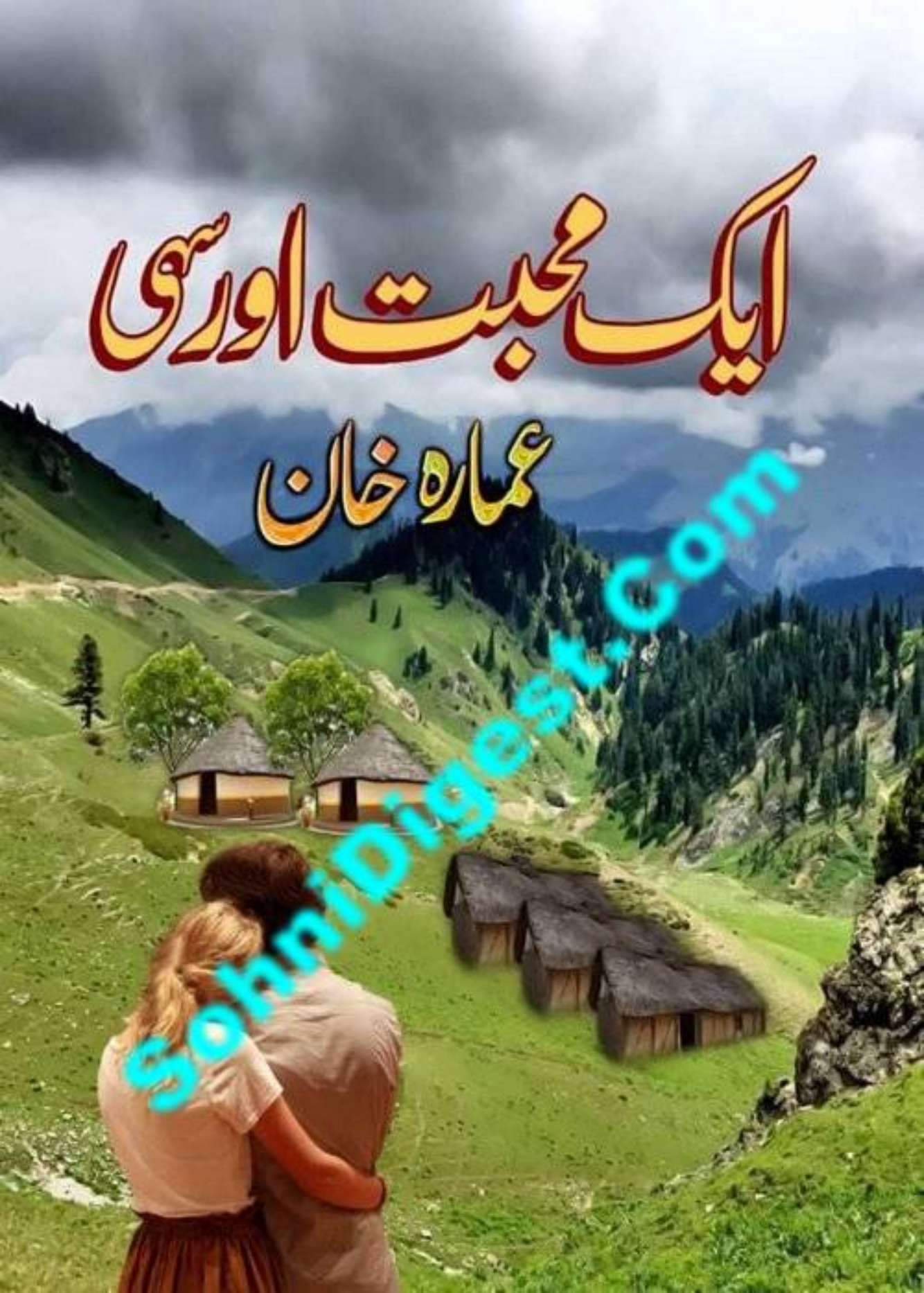
ایک محبت اور سہی
عمارہ خان
SohniDigest.com

ناول

عمارہ خان

ایک محبت اور سہی

''ڈاکٹر سارہ.....ڈاکٹر سارہ

ریپیٹ۔

ڈاکٹر سارہ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً رابطہ کریں۔اٹس این ایمرجنسی۔پلیز ہری اپ ڈاکٹر سارہ۔''

یہ کراچی کے پوش علاقے، ڈیفنس، بلاک سکس کے کمرشل حصے کا سب سے معروف اور چلتا ہوا کلینک تھا، جو جدید تقاضوں کے سارے لوازمات پورے کرتا تھا۔اسی کے ساتھ کلینک کچھ ایسے دیدہ زیب انداز میں بنایا گیا تھا کہ راہ چلتے لوگ سراہی ہوئی نظر ضرور ڈالتے۔شہر کا امیر طبقہ بلا جھجک اس کلینک میں اپنی پرابلم شیئر کرنے داخل ہو جاتے تھے،انہیں معلوم تھا کسی بھی رپورٹ یا ٹیسٹ کے لیے انہیں کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ان فیکٹ اسکائپ اور میل کے ذریعے کلینک کے ماہر سرجن اور ڈاکٹرز کی تجربہ کار ٹیم ملک سے باہر بھی اپنے رابطے استعمال کرتے تھے۔اپنے شہر بیٹھے وہ عالمی معیار کی سہولت حاصل کرنے کے لئے آنکھیں بند کر کے پیسہ لگاتے تھے۔اسی لیے مڈل کلاس طبقہ اس جگہ آنے سے پہلے ایک بار سوچتا ضرور تھا۔

ہر کام خاموشی اور دھیرے انداز میں ہونے کے سبب کلینک میں داخل ہونے والا مریض پہلے ہی قدم پر

مرعوب ہو جاتا تھا۔ ماربل اور لکڑی کے حسین ملاپ سے بنا ہوا ویٹنگ روم، اس پر تربیت یافتہ اسٹاف۔ ہر چیز سونے پر سہاگہ تھی لیکن اس وقت کلینک کے ایمرجنسی وارڈ میں عام کلینک جیسی ہی افراتفری مچی ہوئی تھی۔ جہاں ایک طرف سرجن ضمیر علی خان ہنگامی بنیاد پر آپریشن کی تیاری کر رہے تھے تو وہیں انہوں نے اپنی سب سے ہونہار ڈاکٹر کی ڈھنڈیا بھی مچائی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر سارہ۔ جوان کا دایاں ہاتھ تھی اور اللہ نے اس کو خوبصورتی کے ساتھ، ہاتھ میں شفا بھی وافر مقدار میں دی ہوئی تھی۔

صورتحال کچھ یوں تھی کہ ایک طرف کلینک کے اندر سارہ کی تلاش جاری تھی تو دوسری طرف کلینک کے ہی انتہائی دائیں جانب بنے کیفے ٹیریا میں وہ جوان سالہ ڈاکٹر اپنی کزن کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھی۔ لمحہ بھر پہلے ہی تو چائے کا آرڈر دیا تھا اور اب ڈبل شفٹ کی رام کہانی سنانی شروع کی تھی کہ اپنے نام کا اعلان سن کر حیرت زدہ رہ گئی۔

کیفے ٹیریا میں سجے ہوئے جدید انٹرکام کی سہولت سارہ کو اس وقت زہر سے بھی بری لگ رہی تھی۔

''واٹ؟ بٹ وائے۔'' (کیا..... لیکن کیوں)

سارہ نے کچھ اس طرح آنکھیں کھول کے سامنے بیٹھی ہوئی رشنا کو دیکھا جیسے اسی نے یہ اعلان کرایا ہو۔

''میں ابھی ڈبل شفٹ بھگتا کے فارغ ہوئی ہوں۔ اب کیوں مجھے کال دی جا رہی ہے یار۔''

کھلے ہینڈ بیگ سے نکلتا ہوا ہیئر برش اس بات کا اعلان کر رہا تھا کہ وہ ابھی استعمال نہیں ہوا، یقیناً سارہ نے بکھرے ہوئے بال سنوارنے کے لیے بیگ کھولا تھا اور اس اعلان کو سن کر سب کچھ بھول بھال گئی۔

''سو واٹ، کوئی ایمرجنسی ہو گئی ہو گی۔ اب تم ڈاکٹر ہو ایسے ایمرجنسی کال کے لیے تیار ہی ہوتی ہو نا۔''

رشنا نے کندھے اچکائے اور بہ مشکل تحمل سے بات کی۔ لیکن یہ الگ بات تھی کہ اس کا اپنا موڈ بھی بری طرح خراب ہو چکا تھا۔ گنتی کے چار دن وہ اپنے ہاسٹل سے چھٹیاں گزارنے خالہ کے گھر آئی تھی اور سارہ کی کچھ اس طرح ڈیوٹی لگی ہوئی تھی کہ وہ چاہ کے بھی مل نہیں پا رہی تھی، اپنی مصروفیت کے پیش نظر، سارہ نے اسے اپنے کلینک ہی بلا لیا تھا۔ اسی لیے آج رشنا، سارہ کو پک کرنے وہاں موجود تھی تاکہ وقت ضائع کیے بغیر ڈیوٹی ختم کرتے ہی ڈنر کے لیے جایا جا سکے۔ ڈنر کے ساتھ کچھ شاپنگ اور ساتھ کچھ بہترین وقت بتائیں، لیکن اب لگتا تھا

وہ منصوبہ کھٹائی میں پڑنے والا ہے اور سارہ کی چھٹی حس کہہ رہی تھی، رشنا کی ناراضگی بھی جھیلنے کا وقت قریب تھا۔ رشنا جس انداز میں سکون سے بیٹھی ہوئی نظریں گھما رہی تھی وہ اتنی پرسکون تھی نہیں۔

''آئی ایم سوری رشنا! مجھے سمجھ نہیں آرہا ایسے کیسے۔ یونو.....'' سارہ نے ہکلاتے ہوئے اپنی صفائی دینے کی کوشش کی۔ ''ایسا کرو نا، تم ساتھ چلو، ہوسکتا ہے کوئی خاص ایمرجنسی نہ ہو۔''

سارہ نے رشنا کے ساتھ اپنی بھی تسلی کرائی۔

''ہوسکتا ہے، کوئی رپورٹ لینی ہو جو میرے پاس ہو۔''

بات کے اختتام تک سارہ کا لہجہ بھی کھوکھلا ہونے لگا تھا۔ وہ جانتی تھی، کلینک میں سب جانتے ہیں وہ اپنی ڈیوٹی کے ساتھ ایکسٹرا کام بھی کر چکی ہے۔ کسی چھوٹے موٹے کام کے لیے اس کی تلاش نہیں ہوسکتی تھی۔ اس کے پاس رکھی ہوئی فائلز بھی میز پر بجی رہتی تھیں۔ یہ یقیناً کوئی خاص چیز تھی جو اس طرح سارہ کو بلایا جارہا تھا۔

''میرا نہیں خیال ڈاکٹر سارہ کہ یہ کوئی معمولی کیس ہوگا۔'' رشنا نے ہونٹ بھینچے۔ ''تم اب تیسری شفٹ کی تیاری کرلو اور میں شرافت سے سیدھا گھر جاتی ہوں، ہوگئی تفریح اور ہوگیا ڈنر بھی۔''

''ایسے تو نہیں بولو یار۔ قسم سے میری اپنی مرنے والے والی حالت ہوری ہے۔'' تھکے ہوئے انداز میں بولتی سارہ نے منت کی جیسے۔ لیکن اس کی بات سن کب رہی تھی۔ وہ تو اپنا ہینڈ بیگ اٹھائے جانے کے لیے کھڑی ہو چکی تھی۔ رشنا کو ویسے بھی لمحہ لگتا تھا موڈ خراب کرنے میں۔ اور اس وقت اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے وہ کس قدر برداشت کا مظاہرہ کر رہی ہے۔

''ڈاکٹر سارہ! ایمرجنسی میں رپورٹ کریں۔ ہری اپ۔ ڈاکٹر سارہ۔ سرجن ضمیر کالنگ یو۔''

''اوہ مائی گاڈ، تم صحیح کہہ رہی ہو۔ لگتا ہے کوئی خاص ہی مسئلہ ہوگیا ہے۔ میں جارہی ہوں تم یہ بیگ مجھے دے جانا پلیز۔'' سارہ بوکھلا کے کھڑی ہوئی۔ اپنے کھلے ہوئے بالوں کو سیٹ کرتی ہوئی پلٹ گئی۔

''ارے۔ ارے۔'' کیفے ٹیریا سے بھاگتے ہوئے، پونی باندھتی سارہ کو رشنا روکتی ہی رہ گئی۔

ایک بیگ ساتھ لے جانے میں کتنا وقت لگ جانا تھا اس کو۔ اپنی جھنجلاہٹ پر قابو پاتی رشنا نے سارہ کا ہیئر برش اور دو چار ہیئر پن کھلے ہوئے پرس میں ڈالے، ساتھ ہی میز پر رکھا موبائل دیکھ کر ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئی۔

''اپنا موبائل بھی کوئی ایسے چھوڑ سکتا ہے کیا۔اف سارہ۔آئی ول کل یو۔'' (میں تمہیں قتل کر دونگی)

''واٹ ہیپنڈ عالیہ۔اینی تھنگ رونگ۔'' (کیا ہوا عالیہ، کچھ غلط ہوا ہے)

سارہ نے بھاگتے ہوئے ایمرجنسی وارڈ میں انٹری دی جہاں ایک بیڈ کے اردگرد سرجن سمیت دو چار جونیئر ڈاکٹر گھیرا باندھے ہوئے تھے۔سارہ نے دروازے کے پاس کھڑی ہوئی سینئر نرس عالیہ سے سرگوشی میں سوال پوچھا۔

''پتہ نہیں، سر بہت پینک ہیں، کب سے آپ کو ڈھونڈ رہے ہیں اور غصے میں بھی ہیں۔'' عالیہ نے ہلکی آواز میں اسے صورتحال سے آگاہ کیا۔

''لل.....لیکن میں ابھی تو.....'' سارہ نے بات بھی پوری نہ کی تھی کہ سرجن کو اسکی آواز سنائی دے گئی۔

''اوہ سارہ۔کہاں تھی تم۔جلدی آؤ اس وقت کوئی بھی تجربہ کار ڈاکٹر ڈیوٹی پر نہیں ہے۔ہری اپ۔''

''بٹ سر۔'' سارہ ہکلا گئی۔ان کو کیسے کہہ سکتی تھی وہ ابھی دو سرجری اور ڈبل ڈیوٹی کر چکی ہے اور اس کی کزن بلکہ ناراض کزن کیفے ٹیریا میں خون کے گھونٹ پی رہی ہے۔

''ہری اپ۔سنائی نہیں دے رہا۔روم ریڈی ہوا یا نہیں۔'' سرجن ضمیر علی خان نے چیخ کر اپنے اردگرد پھیلے ہوئے لوگوں سے سوال پوچھا تو سارہ کو احساس ہوا کوئی خاص معاملہ ہے۔''اتنی دیر ہوگئی، سارے نکمے لوگ جمع ہیں میرے پاس۔سب کو فائر کر دونگا میں۔انڈر اسٹینڈ۔''

''سر! کچھ مسئلہ ہے۔آئی مین سم تھنگ سیریس۔'' (میرا مطلب ہے کچھ سنجیدہ معاملہ ہے)

''یس سارہ یس۔یہ میرے کزن اور دوست کا بیٹا ہے، اس نے.....'' ایکدم سرجن کی آواز دھیمی ہوئی۔

''اس نے سوسائیڈ اٹیمپ کی ہے۔''

''اوہ۔'' سارہ کے اوسان خطاء ہوئے۔ایک تو سوسائیڈ دوسرا سرجن کا رشتہ دار۔یقیناً ان کی بدولت پولیس کیس ہونے سے بچ گیا تھا لیکن اس وقت سر ضمیر نے اپنے دوست کے بیٹے کو بچانے کے لیے پورا ایمرجنسی وارڈ سر کے بل کھڑا کیا ہوا تھا۔

''بٹ سر یہ تو پولیس کیس.....'' ایک نوعمر ڈاکٹر نے انہیں ان کی ذمہ داری کا احساس دلانا چاہا۔

''آر یو میڈ۔ میری فیملی کا لڑکا ہے میں اسے مرتا چھوڑ دوں اور پولیس کا انتظار کروں۔ ڈفر۔'' چنگھاڑتی ہوئی آواز سن کر باقی ماندہ ہاؤس جاب کرتے لڑکے لڑکیوں نے چپ سادھ لی۔

''میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو، پھرتی سے اسے آپریشن روم لے جاؤ۔ جلدی کرو۔''

''ج۔ جج۔ جی سر۔'' وارڈ بوائے کے ساتھ نرس نے بھی ڈرپ لگا ہوا اسٹریچر کھسکانا شروع کیا۔

''سارہ! تم پانچ منٹ میں مجھے اوٹی (آپریشن تھیٹر) میں ملو۔''

''بٹ سر۔'' سارہ نے کچھ کہنا چاہا۔

''تم نے بھی کوئی قانون سکھانا ہے یا کوئی اور بات ہے۔'' تیکھے لہجے میں رہی سہی کسر پوری ہوگئی۔

''سارے سوال جواب اسی وقت کرلو آپریشن ہم بعد میں کرلیں گے۔''

''نو سر نو نو۔ آئی ایم کمنگ۔'' سارہ نے فوراً ہی ہتھیار ڈال دیے۔ ''جسٹ کمنگ۔''

''ہری اپ۔ اسے کچھ نہیں ہونا چاہیے پہلے ہی دیر ہوگئی ہے۔'' ضمیر خان کی بھاری آواز اس وقت ہر چیز پر حاوی تھی۔

عالیہ نے دھیرے سے انگلی لبوں پر رکھ کر سارہ کو خاموش رہنے کا اشارہ دیا۔ جسے سمجھ کر سارہ نے خاموشی سے سر جھکا لیا۔ لیکن سر ضمیر خان کے باہر نکلتے ہی وہ تیر کی رفتار سے عالیہ کے پاس جا کھڑی ہوئی۔

''کیا ہوا رہا ہے یہ سب عالیہ۔ سر کو معلوم ہے نا وہ غیر قانونی کام کر رہے ہیں اور ہمیں بھی اس میں انوالو کر رہے ہیں۔''

''کول ڈاؤن ڈاکٹر۔ جسٹ کول ڈاؤن۔'' ادھیڑ عمر نرس نے سارہ کا کندھا تھپتھپایا۔ ''یہ صرف سرجن کا رشتے دار ہی نہیں، بلکہ ایم این اے کا اکلوتا بیٹا ہے۔ اور یہ پہلی سوسائیڈ نہیں ہے اس کی، دوسری بار کوشش کی ہے مرنے کی۔ سر نے اپنے تعلقات استعمال کرتے ہوئے پرچہ نہیں کٹنے دیا لیکن اب ہم سب کی شامت لے آئے ہیں۔''

''اوہ۔'' سارہ نے گہری سانس لی اور خود کو مزید جسمانی مشقت کے لیے تیار کیا۔ سر سے بحث کرنے کا نتیجہ وہ پچھلے گزرتے سالوں میں دیکھ چکی تھی۔ لحہ نہیں لگتا تھا سر کسی کو بھی اپنے کلینک سے نکال دیتے تھے۔

سرجن ضمیر خان، ایک تو نسلی پٹھان دوسرا کلینک کے مالک، تیسرا وہ اپنی قدر و قیمت اچھی طرح جانتے تھے کہ کوئی بھی ان کے مخالف نہیں جائے گا۔ خاص طور پر وہ ڈاکٹرز جو ان کے پاس ہاؤس جاب کر رہے تھے۔ ان کی مجال نہیں تھی ان کے مزاج کے خلاف کوئی بات کر سکیں۔ پورے ڈیفنس میں خان کلینک کے اندر ہاؤس جاب کرنے کے لیے لائن لگی ہوئی تھی لیکن چند ہی خوش نصیب لوگوں کے نام یہ قرعہ فال نکلتی تھی۔ زیادہ تر وہی لوگ ہوتے تھے جو میڈیکل کالج میں سرجن کے اسٹوڈنٹ تھے یا شاندار نمبرز کے مالک تھے۔ سارہ اتفاق سے ان دونوں قابلیت پر پوری اتری تھی، کالج میں بھی سر کی نور نظر اور ہاؤس جاب میں بھی بہترین کارکردگی کے باعث وہ اب دو، تین سال سے اسی کلینک میں ضمیر خان کا دایاں ہاتھ بنی بیٹھی تھی لیکن کالج کے زمانے کی دہشت ابھی تک ختم نہیں ہوئی تھی جو منٹ میں ہی پوری کلاس کے سامنے بے عزتی کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔

''موو ڈاکٹر سارہ موو۔'' نرس عالیہ نے گم صم کھڑی ہوئی سارہ کو ہلایا۔ ''سر جا چکے ہیں۔''

''اوہ۔'' سارہ نے چونکتے ہوئے عالیہ کو دیکھا جو اسے ہاتھ کے اشارے سے جانے کو کہہ رہی تھی۔

''بس ابھی آئی۔'' سارہ نے چینج کرنے کے لیے پھرتی سے ڈریسنگ روم کی جانب قدم بڑھائے۔

''اے۔ شش۔'' سارہ کے بڑھتے ہوئے قدم ایک دم رکے۔ پلٹ کر دیکھا تو دور سے رشنا ہاتھ ہلاتی ہوئی اسے اپنی طرف بلا رہی تھی۔ ''یہ لو بیگ۔'' ہانپتی ہوئی رشنا نے غصے سے بیگ سارہ کی طرف پھینکا۔ ''دماغ خراب کر دیا، کب سے ڈھونڈ رہی ہوں۔''

''سوری یار، ایک خودکشی کا کیس ہے، اسی کا آپریشن.....'' سارہ نے جھجک کے رشنا کا غصہ دیکھا۔

''یعنی تم لمبی گئی۔'' رشنا نے سارہ کو گھورتے ہوئے سوال کیا۔ ''میں گھر جاؤں بلکہ ہاسٹل ہی چلی جاؤں کیونکہ تم یقیناً آج رات تو واپس نہیں آسکتی۔''

''سوری یار۔ میں کیا کر سکتی ہوں۔ پلیز سمجھنے کی کوشش کرو نا۔'' سارہ نے گھگھیاتے ہوئے کزن کو دیکھا جو ماتھے پر بل سجائے ہوئے تھی۔

''اوکے۔'' رشنا نے خود پر قابو پایا۔ ''بھاڑ میں جاؤ تم اور تمہارا وہ مریض جو خود تو مر نہیں سکا لیکن میرا پروگرام خراب کر گیا۔''

''ایسی بات نہیں ہے رشنا۔اس کی.....''

''مجھے کچھ نہیں سننا۔اوکے۔بس تم اپنی ڈاکٹری جھاڑو ایسے بزدل لوگوں پر اور انہیں بچاتی رہو جو زندہ نہیں رہنا چاہتے لیکن زندہ لوگوں کی زندگی خراب کرنے پر تلے ہیں۔''

''اے اے اے۔شش چپ۔'' سارہ بوکھلا گئی۔

''کیا چپ۔کیسا بندہ تھا جو ڈھنگ سے مرنا بھی نہ جانتا ہو۔مر چکا ہوتا تو ہم ابھی تک سکون سے شاپنگ کرنے نکل جاتے۔'' غصے سے بھری ہوئی رشنا کی زبان کے آگے اس وقت خندق تھی۔''اب میں چلی جاؤنگی اور پندرہ دن بعد ویک اینڈ پر۔''

''وہ سرجن ضمیر کا رشتہ دار ہے۔ہلکے بولو پلیز۔'' سارہ کو اپنی نوکری عزیز تھی۔

''کوئی بھی ہو۔ہمارا تو پروگرام خراب کر دیا نا۔'' رشنا کے لیے اس وقت صرف اپنی ذات اہمیت رکھتی تھی۔''ناس مار دیا سارے پلان کا۔''

''اوکے سوری یار۔لیکن.....'' سارہ نے ایک بار پھر کوشش کی رشنا کی ناراضگی دور ہو جائے،مگر وہ جانتی تھی رشنا کی ناراضگی دو تین دن چلتی ہے۔

''ڈاکٹر سارہ! او پی آجائیں۔'' اسی وقت کلینک کے در و دیوار میں لگے ہوئے اسپیکرز سے سارہ کو پکارا گیا۔''ڈاکٹر سارہ! الٹس ایمرجنسی۔''

''جاؤ جاؤ تم جاؤ۔میری خیر ہے۔'' ہونٹ بھینچتی ہوئی رشنا بری طرح ناراض ہو چکی تھی،اس نے غصے سے سارہ کو گھورا جو ہچکچاہٹ کے ساتھ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔''رکنا تم نے ہے نہیں تو کیوں وقت ضائع کر رہی ہو۔جاؤ جاؤ۔'' رشنا نے ہاتھ کے اشارے سے سارہ کو جانے کے لیے کہا۔

''سوری رشنا،پلیز۔ناراض مت ہو۔''

''چلی جاؤ تم۔بچاؤ اس انسان کو جو مرنا چاہتا ہے۔'' رشنا تیزی سے بولتی ہوئی پلٹ گئی۔سارہ بے بسی سے اسے جاتا ہوا دیکھتی رہی۔

''اوہ تھینکس گا۔ سارہ تم نے کمال کر دیا۔'' سرجن نے کھلے دل سے سارہ کو سراہتے ہوئے شاباشی دی۔
''واقعی تم نہیں ہوتی تو یہ شاید بچ نہیں سکتا تھا۔''
''ایسی کوئی بات نہیں تھی سر۔'' سارہ نے انکساری سے جواب دیا۔ یہ بات الگ تھی کہ اس کا رواں رواں آرام مانگ رہا تھا، آنکھوں کے سامنے جالے تن رہے تھے۔ جب تک آپریشن جاری تھا وہ الرٹ تھی لیکن اس وقت بس نہیں چل رہا تھا آپریشن روم میں ہی زمین پر لمبی تان کے لیٹ جائے اور کم از کم دو دن تک سوتی رہے۔
''او کے، لسن ڈاکٹرز۔ یہ میرا فیملی پیشنٹ ہے، اسی لیے میری خاص تاکید ہے اس کے لیے۔'' سرجن ضمیر نے فوراً ہی کرخت لہجے میں سب کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ ''یہ ابھی خطرے سے باہر ہے، لیکن ہر دو گھنٹے بعد کوئی نہ کوئی اس کے روم میں جائیگا اور رپورٹ تیار رکھے گا۔ اٹس دیٹ کلیئر؟''
''یس سر۔ یس سر۔''
''ایک اور بات۔ یہ سوسائیڈ والی بات اسی کمرے تک محدود رہے۔'' ضمیر خان نے تیکھی نظروں کے ساتھ ایک ایک بندے کو گھورا۔ ''نہ صرف میرے کلینک کی ساکھ کی بات ہے بلکہ آپ سب کی ہاؤس جاب پر بھی بات آسکتی ہے۔ اسی لیے اس بات کو اسی وقت دفن ہو جانا چاہئے۔'' بہت کھلے انداز میں سرجن نے اپنی پوزیشن کا فائدہ اٹھایا اور سب کو مہذب انداز میں دھمکایا۔
''او کے سر۔'' کسی کے پاس اس کے علاوہ چارہ ہی کیا تھا۔
''سارہ آپ میرے ساتھ آئیں۔''
سارہ نے مرے مرے قدموں سے سرجن کے پیچھے جاتے ہوئے خود پر فاتحہ پڑھی۔
''اب کوئی اور ڈیوٹی نہ لگا دیں سر۔ مرنے کی بھی ہمت نہیں رہی۔'' دل ہی دل میں دعا کرتی سارہ یقیناً اس وقت قابل رحم لگ رہی تھی۔

''ہیلو رشنا۔ سارہ کہاں ہے بچے'' تبسم نے مسکراتے ہوئے منہ بناتی رشنا کو دیکھا جس کے اردگرد فیشن میگزین کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے۔ یقیناً وہ کافی دیر سے ان کے ساتھ وقت گزار رہی تھی۔

''کہاں ہوتی ہے خالہ آپ کی سارہ بلکہ ڈاکٹر سارہ ایم بی بی ایس۔ بزی ڈاکٹر۔ ہنہ۔'' رشنا نے ہونٹ بھینچ کے جواب دیا۔

''اوہ۔''

''واٹ اوہ خالہ۔ میں صبح ہاسٹل چلی جاؤنگی اور وہ صاحبہ ابھی تک واپس نہیں آئی۔'' جھلائی ہوئی رشنا نے میگزین پٹخا۔

''کوئی ایمرجنسی ہوگئی ہوگی رشنا۔'' تبسم نے فوراً ہی اسے سمجھانے کا ارادہ کیا۔ وہ جانتی تھیں اگر رشنا اس بار بھی ناراض ہوکر گئی تو کافی دن بعد ہی جھلک دکھائے گی۔ ''ڈاکٹر ہے نا۔ اپنی مرضی کہاں ہے اس پروفیشن میں۔ تم تو سمجھ سکتی ہو، خود پڑھی لکھی ہو اور.....''

''ایمرجنسی۔ ہاں بالکل تھی نا۔'' رشنا کو ایکدم یاد آیا۔ ''خالہ! کسی بزدل انسان نے خودکشی کی کوشش کی تھی، اب وہ بیٹھی اس کو بچانے کی کوشش کر رہی ہوگی۔''

''دیکھا۔ وہ مجبور ہی تھی نا۔ ورنہ سارہ کو معلوم ہے تم چلی جاؤگی صبح وہ جان کے تمہیں اگنور نہیں کرسکتی۔'' تبسم کے لہجے میں یقین بول رہا تھا۔

''مجھے بھی معلوم ہے خالہ لیکن اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے کیا اس کلینک میں۔ اتنا مشہور ہے وہ، گھوم پھر کے سارہ سارہ کے نام کے اعلان ہوتے ہیں وہاں۔''

''یہ تو ہمارے لیے فخر کی بات ہے بے وقوف۔'' تبسم نے ہولے سے رشنا کے سر پر دھپ ماری۔ ''ہماری سارہ اتنی قابلیت والی ہے، دیکھو تو ذرا، شہر کے مشہور سرجن ضمیر علی خان جیسے بندے کے پاس دو سال سے کام کر رہی ہے اور ان کا کلینک بھی سنبھال لیتی ہے۔ جانتی ہو نا سرجن کو، کتنا مشہور کلینک ہے ان کا''۔

''لیکن میں تو چلی جاؤنگی نا۔'' رشنا کی سوئی ایک ہی جگہ اٹکی ہوئی تھی۔ ''مجھے کیا لینا دینا ان کی مشہوریت سے بھلا۔''

''اف رشنا۔'' تبسم بے ساختہ قہقہہ لگا اٹھیں۔

''رہنے دیں خالہ۔ مین مدعا یہ ہے میرا ویک اینڈ خراب ہوگیا اور بس مجھے کچھ نہیں معلوم۔''

''تم.....تم۔''تبسم نے بمشکل اپنی ہنسی روکی۔''کوئی اس وقت تم کو دیکھے تو مانے گا کہ رشنا صدیقی، دا فیمس پروفیسر آف سائیکالوجی جس کے فیس بک فالورز ہی لاکھوں میں ہیں۔''تبسم نے اپنی اکلوتی بھانجی کو دیکھا۔''اس وقت کیسے منہ بسورتی ہوئی بچی بنی ہوئی ہے۔''

''خالہ۔''رشنا نے ٹھنک کے خالہ کو ٹوکا۔لیکن وہ اپنی ہی دھن میں بولے جا رہی تھیں۔

''ایک وہ رشنا ہے جس کی کتاب عنقریب آنے والی ہے لیکن اس سے پہلے وہ وہ ویکلی اخبار میں دھوم مچا رہی ہے اپنے مکالموں اور کالم کے ذریعے،اور ایک یہ رشنا جو اس وقت بچوں کی طرح منہ بنائے بیٹھی ہوئی ہے اور کٹی کٹی کھیل رہی ہے۔''

''اوہ۔بس بھی کریں۔''رشنا ایکدم جھینپ گئی۔

''نہیں نہیں بولنے دو مجھے۔تم خود بتاؤ۔کوئی اس وقت تمہاری باتیں سن کر یقین کرے گا کل صبح جب تم واپس ہاسٹل جاؤ گی تو پی سی کا ایک سیشن اٹینڈ کرو گی جہاں بڑے بڑے نامور سائیکولوجی پروفیسر ہونگے اور تم وہاں اپنی نئی تھیوری پیش کرو گی۔پروفیسر رشنا صدیقی۔ہاہاہاہا۔''تبسم اپنی بات کا خود ہی مزہ لے رہی تھیں۔''تم کب بڑی ہو گی میری بچی۔''

''میں بڑی ہی ہوں۔''رشنا نے برا مانتے ہوئے انہیں ٹوکا۔''اور پروفیسر بنے کا یہ مطلب کب سے ہو گیا کہ میں اپنی کزن کے ساتھ ٹائم نہیں بتا سکتی،اس کے ساتھ گھوم پھر کر ویک اینڈ نہیں انجوائے کر سکتی۔بتائیں بتائیں۔''زیر لب مسکراتی ہوئی خالہ کو دیکھ کے رشنا مزید جھلانے لگی۔''بس ہر ایک مجھے ہی سمجھانے لگتا ہے،کوئی سارہ کو نہیں کہتا جلدی آئے۔''

''سارہ آ گئی ہے۔''اسی وقت لاؤنج کا دروازہ کھلا،تھکی ہاری سارہ نے پاس آتے ہی کارپٹ پر ڈھیر ہونا زیادہ مناسب جانا بجائے صوفے پر بیٹھنے کے۔''بلکہ یوں کہیں سارہ کی لاش آ گئی ہے،کوئی مجھے ڈرپ لگا دو،کھانا کھانے کی بھی ہمت نہیں بچی۔''

''لو جی تھکی ماندی آ گئیں،اب یہ سو جائے گی اور پھر صبح اٹھ کے تازہ دم کلینک جائے گی پھر تھک کے رات کو آئے گی ہمارے پاس۔''بلند آواز میں ہاتھ لہراتی ہوئی رشنا نے سارہ کو احساس دلایا وہ کتنی بھری بیٹھی ہے۔

''سوری یار۔اس پیشنٹ کا کیس کافی خراب ہو چکا تھا، دوسری بار کوشش کی تھی اس نے سو سائیڈ کی۔ہاتھ اور پاؤں بھی فریکچر تھے اور.....اف۔'' سارہ نے جھرجھری سی لی۔''سر نے پوری ہسٹری بتائی مجھے وہ کس طرح اپنی.....''

''بس بس۔ہمیں کوئی انٹرسٹڈ نہیں تمہارے ٹوٹے پھوٹے کسی بھی پیشنٹ سے۔سمجھی تم۔شرافت سے جاؤ شاور لو اور کہیں باہر چلو کھانا کھانے۔میں نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا۔''

سارہ کی نگاہیں بے ساختہ وال کلاک تک اٹھ گئیں جہاں رات کے گیارہ بج رہے تھے۔

''تم نے ابھی تک کھانا کیوں نہیں کھایا؟''

''بس بھوک نہیں تھی۔'' رشنا نے چور نظروں سے سارہ کے پیچھے رکھے ہوئے پزا باکس پر ڈالی۔

''لیکن میری ہمت نہیں ہے پلیز۔'' سارہ نے منہ بسورتے ہوئے منت کی۔''چھوڑنا آج، گھر میں کچھ ڈیلیور کرا لیتے ہیں۔''

''سارہ۔'' رشنا نے دانت پیستے ہوئے پکارا۔

''پزا منگوائیں؟'' سارہ نے فوراً ہی لالچ دی۔''وہ بھی بار بی کیو تکہ۔یم یم نا۔''

''نہیں کھانا وہ مجھے۔'' دقت کیساتھ رشنا نے اپنی نظریں پزا باکس سے ہٹائیں۔''پزا بھی کوئی کھانے والی چیز ہے۔''

''تو چائیز منگوالیں یار۔پلیز رشنا میری جان، تیری آنے والی کتاب کی قسم، ہمت نہیں ہے۔'' دو گھورتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ سارہ نے ہار مان لی۔''اوکے اوکے۔مجھے کچھ دیر تو کمر سیدھی کرنے دو اب۔چائے ہی بنا دو۔''

''وہ بھی باہر پی لینگے۔'' رشنا نے لاپرواہی سے اپنا موبائل اٹھایا اور سر جھٹکا۔

''اتنی بے مروت ہمارے پورے خاندان میں کوئی نہیں جتنی تم ہو۔'' سارہ نے منہ بناتے ہوئے حقیقت بیان کی۔''کسی کا احساس نہیں کرتی اپنی مرضی کے آگے۔''

''اور؟ میں بہت دلچسپی سے سن رہی ہوں تمہارے انکشافات، وہ بھی اپنے بارے میں۔'' رشنا نے موبائل

سائیڈ میں رکھ کے اپنی ٹھوڑی کے نیچے ہاتھوں کی پیالی سی بنائی۔

''ڈھیٹ، بلکہ مہاڈھیٹ۔'' سارہ نے اپنے دکھے ہوئے سر کو دبایا۔''تم کو کیا معلوم؟''

''ہاں مجھے معلوم نہیں تم کتنی تھک چکی ہو، ڈاکٹر کا کام کتنا لاف ہوتا ہے، تم ڈبل بلکہ ٹرپل ڈیوٹی دے کے آتی ہو، میں چائے بھی بنا کے نہیں دے رہی ہوں۔ اور کچھ۔''

سارہ جو یہ ہی سب کہنے والی تھی ہکا بکا رہ گئی۔

''اور جو تم نے جعلی ڈگری لے رکھی ہے نا اس بنیاد پر، سب سے پہلے اپنی ناک کا علاج کراؤ، تاکہ تمہیں چائے کی خوشبو محسوس ہو جو خالہ دم دے رہی ہیں لیکن تم مجھے کوسنے دینے میں اتنی مصروف ہو کہ اس حسین مہک کو محسوس کرنے کی جگہ اپنا ہی رونا شروع کیا ہوا ہے۔''

''یہ لو بچو۔'' اسی وقت خالہ نے چائے کی ٹرے سارہ کے سامنے رکھی۔'' مجھے معلوم تھا اسے چائے کی شدید طلب ہو رہی ہوگی۔''

رشنا نے اپنا کپ اٹھا کے طنزیہ انداز میں خاموش لیٹی ہوئی سارہ کو دیکھا جو لالچی نگاہوں سے ٹرے میں رکھے ہوئے رول دیکھ رہی تھی۔''اب دیکھ کیا رہی ہو۔ کھاؤ نا۔''

''کاش یہ اڑ کے میرے منہ تک آجاتے۔'' سارہ ہمیشہ کی طرح الگ ہی سوچ لائی۔''یا اس کے بھی کوئی انجکشن دریافت ہو جائیں تو زندگی آسان ہو جائے۔ نہیں؟''

''چپ ہی رہو تو بہتر ہے اور ختم کرو اسے تاکہ باہر نکل سکیں۔ اس بار جتنا بور تم نے کیا ہے نا سارہ، اگر مجھ میں کوئی غیرت باقی ہوئی تو اگلے ویک اینڈ ادھر نظر نہیں آؤنگی۔''

''اف۔ کیا مزے کے رول ہیں۔'' سارہ نے سنی ان سنی کرتے ہوئے سکون سے بائٹ لیا اور چسکی لیتی ہوئی چائے کا مزہ لیا۔''چائے ایجاد کرنے والے کو سات سلام۔ اماں ہے یہ ساری دنیا کی مشروب کی قسم ہے۔ ساری تھکن چٹکی بجاتے ہی اڑ جاتی ہے۔''

''تو اب تم اڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ، تمہارے پاس ٹوٹل دس منٹ ہیں۔'' رشنا نے اپنے موبائل پر نظریں رکھیں۔

''اوکے اوکے۔آئی ایم ریڈی۔''

''چینج نہیں کرنا۔'' رشنا نے موبائل کو گھورتے گھورتے سوال پوچھا۔

''تم ہٹلر جو بن گئی ہو کیسے کچھ کر سکتی ہوں۔''

''اتنی رات کہاں جاؤ گے؟'' تبسم نے مسکراتے ہوئے رشنا کا انداز دیکھا۔

''کہیں بھی چلے جائیں گے خالہ، لیکن مجھے جانے سے پہلے ایک چکر لگانا ہے باہر کا۔''

''ہاں یہ بتیاں دیکھنے آتی ہے نا گھر۔'' سارہ نے تپ کے چائے کا کپ پٹخا۔''چلو مرو، اگر مجھے کچھ ہو گیا تو ضمیر خان کے کلینک نہ لے جانا، وہ ہم افورڈ نہیں کر سکتے۔سمجھی۔''

''سمجھ گئی''۔رشنا نے گاڑی کی چابی اٹھائی اور ہنستے ہوئے تبسم کو دیکھ کے ہاتھ ہلایا۔''آپ سو جایئے گا خالہ ہم لیٹ ہو جائیں گے۔''

تھپ تھپ کرتی ہوئی سارہ کے نقش قدم پر چلتی ہوئی رشنا بے ساختہ مسکرا اٹھی۔یہ پیار بھرے مان بھرے رشتے ہی تو انسان کو مغرور بنا دیتے ہیں۔اگر ان میں خود غرضی شامل نہ ہو جائے تو۔

✿.....✿.....✿

''اب تو موڈ ٹھیک کر لو یار۔'' رشنا نے سارہ کو چیئر اپ کرنے کو کوشش کی۔''ایسا لگ رہا ہے اغوا کر کے لائی ہوں تمہیں۔''

''ہاں تو اغوا ہی ہوئی ہوں۔ویسے تم بعض اوقات زیادتی کر جاتی ہو رشنا۔'' سارہ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔اس کا چہرہ چیخ چیخ کر بتا رہا تھا وہ کتنی جبر سے بیٹھی ہوئی ہے۔

''اپنی حرکتیں بھی تو دیکھو نا۔'' رشنا نے لاپرواہی سے جواب دے کر رشنا کو مزید تپا دیا۔

''کیا قیامت آ جانی تھی جو ایک ویک اینڈ باہر نہ نکلتی تم۔''

''مرضی میری۔'' کندھے اچکاتی ہوئی رشنا نے سکون سے اپنی آئس کریم ختم کی۔''اب کیا منگواؤں؟''

''یہ سب جاتا کہاں ہے۔'' سارہ اپنی بات بھول کے سامنے میز پر رکھے ہوئے سامان کو دیکھنے لگی۔''پاپ کارن کا جمبو پیکٹ، فرائس، چائنیز رائس اور اب آئس کریم۔''

''نظر مت لگاؤ۔ سمجھی۔ ذہنی کام کرتی ہوں تمہاری طرح چیر پھاڑ نہیں کرتی لوگوں کی۔''

''کیا؟'' سارہ ہونق ہی بن گئی۔

''تو اور کیا، پانچ چھ سال پڑھ کے ساری زندگی مزے ہوتے تم لوگوں کے، ہم سے پوچھو، ریسرچ کرتے کرتے بڈھے ہو جاتے ہیں لیکن مجال ہے جو ایک عام سے ڈاکٹر جیسی اہمیت بھی مل جائے۔''

''میڈیکل کی پڑھائی کے پانچ چھ سال۔'' مارے دکھ کے سارہ سے بات پوری ہی نہیں ہوئی۔

''ہاں تو کیا ہوا۔'' رشنا کے لیے اپنا ہی کام اہمیت رکھتا تھا۔ ''باقی کی لائف کے مزے بھی کاؤنٹ کرو بی بی۔''

''تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔'' سارہ کا مزید منہ بن گیا۔

''تو مت کرو نا۔'' رشنا کا کام ہو چکا تھا وہ اب سکون سے تھی۔ دنیا کی کوئی چیز اس وقت اسے اپنا موڈ خراب کرنے پر مائل نہیں کر سکتی تھی۔

''مجھے ابھی ایک فائل پڑھنی تھی اور تم نے۔''

''فائل، آپریشن، میڈیسن۔ اوہ اللہ کی بندی اس کے آگے بھی بہت کچھ ہے۔''

''جیسا کہ.....'' سارہ نے تیکھے انداز میں سوال پوچھا۔

''جیسا کہ میں میڈم۔'' نہایت قریب سے ایک مردانہ آواز نے سارہ کو بری طرح چونکا دیا۔

''تم۔''

''یس مادام۔'' خوبرو، اسمارٹ اور دیدہ زیب ڈریسنگ کیے ہوئے ابراہیم نے اپنی منگیتر کے سامنے جھک کر کورنش بجالاتے ہوئے کہا۔ ''کیسی ہیں آپ؟''

''لل۔ لیکن ایسے۔ کیوں۔ تم واپس کب آئے؟'' سارہ نے بوکھلاہٹ میں سوال پر سوال پوچھے۔

''کیونکہ میری پیاری، اسمارٹ اور خوبصورت سی ہونے والی بیوی کی آج برتھ ڈے ہے اور میں اسے مس نہیں کر سکتا تھا۔'' ابراہیم نے پاس کھڑے ہوئے ویٹر کو اشارہ کیا جس کے ہاتھوں میں موجود ٹرے میں حسین کمپیوٹرائزڈ کیک سجا ہوا تھا۔

''اوہ مائے گاڈ۔'' سارہ کا ایکدم رشنا کا باہر نکلنے پر ضد کرنا سمجھ گیا تھا۔ ''تم جانتی تھی؟''

''آف کارس۔ میرے بنا ایسی ذہانت کا کام ہوسکتا ہے کیا۔'' رشنا نے مسکراتے ہوئے سارہ کو دیکھا جس کے چہرے پر بے یقین کے ساتھ چاہے جانے کے تاثرات مل کے خوبصورت امتزاج بنا رہے تھے۔

''تھینک کیو رشنا۔ میں واقعی بھول گئی تھی۔'' سارہ نے دل ہی دل میں شرمندگی محسوس کی۔ کیا کیا بول دیا تھا اسے، اور وہ اسی کی خاطر ضد کر رہی تھی۔

''نیور مائنڈ۔ اب تم اسے گھر چھوڑ دینا میں جا رہی ہوں۔'' رشنا نے اپنا ہینڈ بیگ اٹھاتے ہوئے خوش دلی سے دونوں کو دیکھا۔ ''خالہ سو چکی ہونگی، لیکن بائے چانس جاگ بھی گئیں تو میں کہہ دونگی کہ تم سالگرہ منا رہی ہو اور ہاں جب میری سالگرہ آئے تو ایسا ہی سرپرائز دینا نہیں بھولنا مجھے۔''

''تم موقع کب دیتی ہوں یار۔'' ابراہیم نے شوخی سے رشنا کو دیکھا۔ ''جبرائیل کی حسرت ہی رہ گئی کبھی وہ تم کو برتھ ڈے پر کوئی سرپرائز دے، تم ہمیشہ بھانپ لیتی ہو۔''

''تم ان ڈائریکٹ وے میں میری ذہانت کی تعریف تو نہیں کر رہے نا۔'' رشنا نے مصنوعی سوچ و بچار کرتے ابراہیم کو دیکھا۔

''تم بھی نا، کبھی نہیں بدلو گی رشنا۔''

''رشنا بدلنے والوں میں سے نہیں ہے۔ مائنڈ اٹ۔''

''ویسے کب آ رہا ہے وہ تمہارا پرنس چارمنگ؟'' ابراہیم نے ہنستے ہوئے رشنا کو دیکھا جو جانے کے لیے اٹھ رہی تھی۔

''خود ہی پوچھ لو۔''

''کیوں تم سے بات بند ہے کیا۔ اوہ، کوئی ناراضگی چل رہی ہے؟'' چسکے لینے والے انداز میں سارہ نے فوراً ہی اسے چھیڑا۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے، ہم میچور لوگ ہیں۔ یہ بچوں والی باتیں تم دونوں ہی کرو۔ اور اگر تمہیں زیادہ ہی تجسس ہے تو اس کا نمبر ہے نا، پوچھ لو آخر ہمارا پرانا کلاس فیلو ہے۔ دوستی بھولے تو نہیں نا تم۔'' رشنا نے ابراہیم کو دوبدو جواب دیا، جس کے نتیجے میں اس کا بلند و بانگ قہقہہ گونج اٹھا۔

''اوہ رشنا! تم اتنی پھرتی سے جواب دیتی ہو کہ حد نہیں۔''

''اوکے اوکے۔ باقی کی تعریف بچا کے رکھو، بعد میں کام آئے گی۔ بائے۔'' رشنا نے ہنستے ہوئے اپنا موبائل اور گاڑی کی چابی اٹھائی۔ جاتے جاتے ایک نظر دونوں لوبرڈ پر ڈالی اور سر جھٹک کے اپنی راہ لی۔

''آئی سے گیٹ آؤٹ۔'' دھاڑتی ہوئی مردانہ آواز نے سارہ کے بڑھتے ہوئے قدم سست کر دیئے۔

''اب کوئی ادھر نظر آیا تو ام گولی مار دیگا۔''

''سر سر۔''

''تا تہ پتہ شتہ کہ نا۔ تو م جاتا اے یا نہیں۔''

''مغزہ دئی زما خراب کڑل تا سو ٹو لو۔'' (دماغ خراب کر دیا سب نے مل کے)

''ورک شئی ٹول۔ ام کہتا اے۔ دفع ہو جاؤ ادھر سے تو م لوگ۔''

''اوکے اوکے۔ کائنڈ ڈاؤن پلیز۔''

بوکھلایا ہوا اسٹاف بوائے ہاتھ میں میڈیسن کی ٹرے تھامے ہوئے وی آئی روم سے باہر نکلا۔

''کیا ہوا مجید۔'' سارہ نے سنجیدگی سے سوال پوچھا۔

''یہ تو پاگل ہے میڈم ایک دم پاگل۔'' اسٹاف بوائے کے چہرے پر ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔ ''اس کو نکالیں جلدی سے ورنہ کسی کا قتل وتل کر دے گا یہ پٹھان۔''

''کیسی آواز تھی یہ۔ کیا کچھ پھینکا تھا۔'' نرمی سے بولتی ہوئی سارہ نے تحمل سے بوکھلائے ہوئے اسٹاف بوائے کو دیکھا۔

''دوائی کی ٹرے تھی میڈم، جو اس نے پھینکی۔ شکر ہے میں سائیڈ پر ہو گیا ورنہ.....''

''اوہ۔'' سارہ نے ایک نظر ٹوٹے ہوئے انجکشن پر ڈالی جو ٹرے میں پڑا ہوا تھا۔

''اب میں نہیڈ جاؤنگا اس کے کمرے میں، اچھا تھا مرنے دیتے اس کو۔'' مجید کے لہجے میں چیخ چیخ کے بیزاری چھلک رہی تھی۔ ''چیخ چیخ لگا رکھی ہے جب سے ہوش میں آیا ہے۔''

''یس میڈم۔کل مجھے بھی اتنی بری طرح گھور کے دیکھ رہا تھا،لیکن شکر ہے ہم نرس کو کچھ نہیں کہتا۔'' سارہ کے ساتھ کھڑی ہوئی نرس نے بھی ایک جھرجھری سی لی۔''اگر اس کا ہاتھ ٹھیک ہوتا تو شاید کسی نہ کسی کو دھکا مار سکتا تھا وہ۔''

''بندہ ہے یا کسی فلم کا ایکشن ہیرو۔'' سارہ نے ناگواری سے اس کی شان میں قصیدہ پڑھا۔

''ویسے میڈم،ایک بات ہے۔'' نرس نے شرارتی انداز میں اپنی مسکراہٹ دبائی۔

''کیا؟'' بے خیالی میں سارہ نے نرس کو دیکھا۔

''وہ۔وہ۔وہ۔سویا ہوا کسی فلم کا ہیرو ہی لگتا ہے،میں نے اپنی زندگی میں اتنا خوبصورت مرد نہیں دیکھا۔قسم سے۔'' نرس بے ساختہ بول اٹھی۔''لیکن یہ بھی کہ۔وہ جتنا خوبصورت ہے اتنا ہی کڑوا ہے،جب اپنی یہ بڑی بڑی لال آنکھوں سے گھورتا ہے نا تو ایک دم جان نکل جاتی ہے۔'' نرس نے ہاتھوں سے آنکھوں کی چوڑائی اور لمبائی میں حد سے زیادہ مغالطہ کر دیا۔

''شرم کرو۔'' سارہ نے مصنوعی ناراضگی سے اسے گھورا۔''لڑکی ہو کر ایسی باتیں کرتی ہو۔''

''کیا کروں میڈم،وہ واقعی ایسا ہے لڑکیاں اپنی انگلیاں کاٹ لیں۔اس کی نیلی آنکھیں۔اف۔''

''میں تو کہتا ہوں میڈم اس کو جلدی نکال دیں کلینک سے ورنہ وہ جس دن بیڈ سے اترا اسی دن طوفان لے آئے گا ادھر۔'' مجید نے ناگواری سے نرس کو دیکھا۔کسی بھی روایتی مرد کی طرح اس کو قطعی اچھا نہیں لگا سامنے کھڑی ہوئی لڑکی کا اس طرح کھلے ڈھلے انداز میں کسی لڑکے کی توصیف بیان کرنا۔

''خیر اب اتنا آسان نہیں ہے اس جگہ طوفان لانا۔'' کچھ سوچتی ہوئی سارہ نے مجید اور نرس کو تسلی دی۔

''پریشان مت ہو۔''

''میڈم!لکھ کر رکھ لیں اس بات کو،اس کے پاؤں کا پلستر کٹے گا اور وہ ہم سب کو تنگی کا ناچ نچا دے گا۔'' مجید نے صاف گوئی سے سارہ کی غلط فہمی دور کی۔''ایک تو اس کا بھاری لہجہ،سکون سے بھی بات کرے تو لگتا ہے،پتھر مار رہا ہے۔،غصے میں تو.....''

''اس دن دیکھا تھا کیسے فزیوتھراپسٹ کو ڈانٹ کر بھگایا تھا۔'' نرس نے فوراً ہی مجید کو یاد دلایا۔

''وہ تو اچھا کام کیا تھا، مجھے پسند ہی نہیں وہ نخریلا ڈاکٹر۔''

سارہ دونوں کو بولتے دیکھتی رہی، خود کچھ بھی کہنے سے گریز کیا لیکن اس کے ذہن میں کھچڑی پک رہی تھی۔ وہ کیسے ہینڈل کرے گی اس کیس کو جو خاص طور پر سر نے اس کے حوالے کیا ہے۔ اسے اپنا سکون ختم ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔

''امی! امی۔'' سارہ کی فریش، تازہ دم آواز سن کر ہر ماں کی طرح تبسم کے چہرے پر بھی کھلی ہوئی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

''میں کچن میں ہوں سارہ۔''

''امی! میں جا رہی ہوں، رشنا اٹھے تو میرا بائے بول.....''

''میں اٹھ چکی ہوں جناب اور ساتھ ہی نکلتے ہیں۔ ذرا ناشتہ کرنے دو بس۔'' پیچھے سے کندھے پر دھپ مارتی ہوئی رشنا نے ہنستے ہوئے سارہ کو بتایا۔

''لیکن میں تو.....''

''بس بس، زیادہ بھرم نہیں مارا کرو۔ ناشتہ کرو بیٹھ کر سکون سے۔''

''صبح ہی صبح مرچیں چبالی کیا۔'' سارہ نے ہنستے ہوئے رشنا کو ٹوکا۔

''اچھا خاصہ موڈ تھا تمہاری ان حرکتوں کی وجہ سے نا!''

''او کے او کے، سیز فائر۔ تم آج جا رہی ہو سکون سے جاؤ۔''

''ارے ہاں۔'' تبسم کو ایکدم کچھ خیال آیا۔ ''وہ کل جس پیشنٹ کا بتا رہی تھی تم، کیا ہوا اس کا۔ بچ گیا نا؟''

''کونسا امی؟'' پراٹھے ہاٹ پاٹ سے نکالتی ہوئی سارہ نے سرسری سا پوچھا۔

''لو جی یہ تو حال ہے آج کل کے ڈاکٹر کا۔ خود ہی گھی کا تر بتر پراٹھہ کھاتے ہیں تو اپنے مریضوں کو کیا بولیں گے۔'' رشنا نے بھی پراٹھے پر اچار کی پھانک رکھی۔

''اپنا حال بھی ملاحظہ کیجئے میڈم۔ میں تو لنچ نہیں کرتی اسی لیے کور ہو جاتا ہے۔''

''ہاں تو مجھے بھوک بہت لگتی ہے اسی لیے کور ہو جاتا ہے۔'' رشنا نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

''لگتا ہے تمہارے پیٹ میں کیڑے ہیں رشنا۔''

سارہ نے فکرمندی سے آم کا شیک نکالتی رشنا کو دیکھا۔ جو نازک نہ سہی لیکن اس کی جسامت عمر کے حساب سے ایکدم پرفیکٹ تھی۔ لیکن جتنا وہ کھاتی تھی اس حساب سے تو کم از کم ستر اسی کے جی ہونا لازمی تھا۔

''اور ہمیشہ کی طرح آپ کو غلط لگتا ہے ڈاکٹر صاحبہ۔'' لاپرواہی سے بولتی ہوئی رشنا نے مزے سے شیک کا سپ لیا۔ ''چینی کچھ کم ہے، خالہ شوگر پاٹ پاس کریں پلیز۔''

''اف۔ کب تک ایسے لڑتی رہو گی تم دونوں۔'' تبسم نے اپنی بات ادھوری ہو جانے پر دونوں کو گھورا۔ ساتھ ہی شوگر پاٹ بھی رشنا کی طرف بڑھایا۔ ''سارہ! میری بات کا جواب نہیں دیا۔''

''سوری سوری۔ کیا پوچھ رہی تھیں امی آپ؟''

''وہ سوسائیڈ والا کیس۔ کیا رہا اس کا۔''

''اوہ وہ۔''

''وہ نفسیاتی مریض ابھی تک تمہارے پاس ہے۔ ڈس چارج نہیں ہوا؟'' رشنا نے سرسری سا سوال کیا۔

''ویسے کیا وہ غریب فیملی کا ہے جو مرنے کے لیے تیار بیٹھا ہے بیچارہ۔''

''غریب؟'' سارہ نے ماں کی لفظ دہرایا اور ایکدم ہنسنا شروع ہو گئی۔

''کیا ہوا؟''

''امی! وہ پشاور کے بہت مشہور بندے کا بیٹا ہے۔ اس کا باپ آج کل ایم این اے کی سیٹ کے لیے الیکشن میں مصروف ہے، اور سرجن ضمیر کو آپ جانتی ہیں نا، ان کے کزن کا بیٹا ہے۔''

''اوہ۔ تو کیا مسئلہ ہو گیا جو ایسے اپنی زندگی سے۔'' تبسم نے افسوس کرتے ہوئے سارہ سے مزید پوچھا۔

''یہ آج کل کے بچے بھی نا۔ موت کو بھی مذاق بنا لیا ہے۔''

''آپ کیوں فکرمند ہو رہی ہیں خالہ۔ ہو گا کوئی لڑکی کا چکر یا شاید زیادہ پی لی ہو گی۔ یہ امیر زادے جو بھی کر لیں کم ہی ہے ویسے۔'' منہ بناتی ہوئی رشنا نے ٹشو سے اپنے ہاتھ صاف کیے۔

"نہیں اس کی....."

باہر سے تیز ہارن کی آواز سن کے تینوں چونک گئے۔

"یہ کون آ گیا اتنی صبح۔" تبسم نے حیران ہوتے ہوئے سارہ اور رشنا کو دیکھا جنہوں نے لاتعلقی سے کندھے اچکا دیئے۔

"ہیلو ایوری باڈی۔" بھاری بھرکم مردانہ آواز چھوٹے سے کچن میں محدود فضاء میں بکھر گئی۔ "کیسے ہیں سب؟"

"تم۔" رشنا نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔ سوالیہ نظروں سے سارہ کو دیکھا جو خود بھی حیران نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"یس می۔ تم نے سوچا ہوگا میں کل آؤنگا لیکن دیکھ لو، کچے دھاگے سے بندھا چلا آیا۔"

"جبرائیل۔ میرا بچہ۔ کیسے ہو۔" تبسم خالہ نے فوراً ہی مہمان داری نبھائی۔ "آؤ آؤ بیٹھو ناشتہ کرو۔"

"نہی آنٹی تھینک یو۔ میں فل ہوں۔ پلین میں ناشتہ کر لیا تھا۔" جبرائیل نے مسکراتے ہوئے تبسم کو دیکھا اور اپنی نظروں میں رشنا کو بسایا۔ "کب نکلنا ہے تم نے۔"

"بس، تھوڑی ہی دیر میں۔" رشنا نے سکون سے جواب دیا۔ لمحہ بھر پہلے کی حیرت اب ختم ہو چکی تھی اور رشنا پہلے کی طرح نارمل تھی۔

"تو چلو، میں چھوڑ دوں۔"

"میں چلی جاؤنگی جبرائیل، گاڑی ہے میرے پاس۔"

"اسے رات وات میں ڈراپ کر دونگا ابھی تو ساتھ چلو یار۔ لے جاؤں آنٹی اسے۔" جبرائیل نے سعادت مندی کے ساتھ اجازت طلب کی۔

"ہاں ہاں۔ میں کون ہوتی ہوں روکنے والی۔ تمہاری بیوی ہے۔ بالکل لے جاؤ۔"

"ہونے والی بیوی۔" رشنا نے فوراً ہی ٹوکا۔

"نکاح ہوا ہے میڈم۔ کوئی منگنی نہیں جو ایسے۔" جبرائیل نے فوراً ہی اتراتے ہوئے رشنا کو یاد دلایا۔ "شرعی

اور قانونی بیوی ہو میری سمجھی۔"

"تم لوگ بعد میں بحث کر لینا۔ رشنا کی بچی تم نے مجھے روکا تھا نا ساتھ جانے کے لیے۔ اب خود چھوڑ کر جا رہی ہو۔" سارہ نے بروقت رشنا کو احساس دلایا۔

"یار۔ اب میں کیا کر سکتی ہوں۔" رشنا نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔ "چلو ایسا کرتے ہیں، تمہیں بھی راستے میں ڈراپ کر دیں گے۔ کیوں جبرائل۔"

"او کے وائے ناٹ۔" جبرائیل نے کندھے اچکائے۔ "چلو۔"

"جی نہیں مجھے کباب میں ہڈی بننے کا کوئی شوق نہیں ہے۔" منہ بناتی ہوئی سارہ نے دونوں کو دیکھا۔

"تھینک یو۔" زبردست بولتی رشنا نے سارہ کو مزید تپا دیا۔

"تم کو بعد میں دیکھوں گی بچو۔ کیسے دودھ میں پڑی ہوئی مکھی کی طرح ٹریٹ کیا مجھے۔" چہرے پر ہاتھ پھیرتی سارہ نے رشنا کو دھمکی دی۔ "ایک تو لیٹ کرا دیا اور خود اب مزے سے....."

"او کے خالہ۔ اب میں نیکسٹ ویک نہیں آؤں گی کیونکہ اسلام آباد جانا ہے۔" رشنا نے سارہ کی بات سنی ان سنی کی۔ "آپ انتظار نہ کرنا۔" گیٹ سے نکلتے نکلتے تبسم کو یاد دلایا۔ "بائے سارہ۔"

"چلتا ہوں۔" جبرائیل نے سر جھکا کے تبسم سے دعائیں لیں اور دونوں باہر نکل گئے۔

"دیکھا امی آپ نے رشنا کو، پہلے مجھے زبردستی روکا اب خود چھوڑ کے چلی گئی۔" سارہ نے منہ بناتے ہوئے حقیقت بیان کی۔ "کچھ سیلفش ہو گئی ہے یہ۔"

"ایسا نہیں ہے سارہ۔ اس کی جگہ خود کو رکھو تو معلوم ہو گا وہ بیچاری کتنی اکیلی ہے۔" تبسم نے فوراً ہی اپنی بیٹی کو سمجھایا۔ "تمہارے پاس میں ہوں اس کے پاس کوئی نہیں، وہ ہمارے گھر رہتی ہے جبکہ ہم اپنے گھر میں رہتے ہیں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں تھی امی۔" سارہ ایکدم شرمندہ ہو گئی۔ "وہ بس ایسے ہی۔"

"سارہ! اس کا خیال رکھا کرو۔ اتنی کم عمری میں رشنا نے ماں باپ جیسے انمول رشتے کھو دیئے۔ جب لڑکیوں کو سب سے زیادہ ماں کی ضرورت ہوتی ہے وہ محروم ہو گئی ماں سے۔ بھرا پڑا گھر چاچا نے ہتھیا لیا، بچپن کی منگنی توڑ دی، کتنے ریک الزام لگائے تھے ان لوگوں نے۔ میں کچھ بھی تو نہیں بھولی۔" تبسم کی آنکھوں میں آنسو

آ گئے۔ ''سولہ، سترہ سال کوئی عمر ہوتی ہے یہ سب برداشت کرنے کی، نہیں سارہ نہیں۔ اسے میری نظر سے دیکھو تو معلوم ہوگا وہ ایکدم اپنی عمر سے کتنی بڑی ہوگئی ہے۔ یہ اس کی نیچر تھی جو اسے مرنے نہیں دیا ورنہ جو کچھ اس نے جھیلا ہے وہ کوئی عام سی لڑکی جھیلتی تو یقیناً عرصے تک۔ میں تو شکر ادا کرتی ہوں، جبرائیل جیسا رشتہ مل گیا ہمیں۔ ورنہ کس مشکل میں تھی رشنا۔''

''مجھے معلوم ہے امی۔ میں بھی کچھ نہیں بھولی اور پلیز۔'' سارہ شرمندہ سی ہوگئی۔ ''میرا یہ مقصد ہرگز نہیں تھا۔''

''بیٹی! وہ ہم سے ضد نہیں کرے گی تو کس سے کرے گی پھر، بس یہ سوچ کے ہی اس کی کچھ باتوں کو برداشت کرلیا کرو۔ ہم نخرے اٹھا لیتے ہیں اسی لیے وہ نخرے کرتی ہے۔ جس دن ہم نے بھی نظریں پھیریں وہ۔ سمجھ رہی ہونا۔'' تبسم نے مسکراتے ہوئے سارہ کا کندھا تھپتھپایا۔ ''ویسے بھی ہمارے علاوہ اس کے پاس ہے ہی کون۔''

سارہ کی شرمندگی محسوس کرتے ہوئے تبسم نے بات سمیٹی۔ ''مجھے معلوم ہے میری بیٹی بہت سمجھدار ہے مجھے یہ سب دہرانے کی قطعی ضرورت نہیں۔''

''جی۔'' سارہ سر جھکا گئی۔

''اچھا تو تم کیا بتا رہی تھیں اپنے پیشنٹ کے بارے میں؟'' سارہ نے موضوع بدلتے ہوئے بیٹی کی شرمندگی کم کی۔ ''ایسا کیا ہوا اس کے ساتھ جو زندگی جیسی انمول چیز کو اپنے ہی ہاتھوں تباہ کرنے پر تل گیا ہے۔''

✿.....✿.....✿

''دیکھو سارہ! تم ہمیشہ میری فیورٹ اسٹوڈنٹ رہی ہو کالج میں اور یہ بات تم نے ہر موقع پر پروف بھی کیا ہے۔ اس بات کو ماننے میں کوئی عار نہیں کہ مجھے کافی عرصے بعد کوئی اپنے مزاج کا ڈاکٹر ملا ہے اسی لیے۔'' سارہ خاموش بیٹھی ہوئی سرجن ضمیر خان کی باتیں سن رہی تھی۔ ''اسی لیے میں نہیں چاہتا اس بار کوئی بھی کوتاہی ہو۔''

''سر! میری غلطی نہیں تھی۔'' سارہ نے پھرتی سے اپنی پوزیشن کلیئر کرنے کی کوشش کی لیکن ضمیر خان نے ہاتھ بلند کر کے اسے خاموش کرا دیا۔

''میں جانتا ہوں، اتنی لاپرواہی تم سے ہو ہی نہیں سکتی لیکن پھر بھی۔'' ہونٹ بھینچتے ہوئے ضمیر خان کے چہرے کی سنجیدگی سارہ کو احساس دلا رہی تھی کوئی اور بات بھی ہے۔ ''میں چاہتا ہوں اس کمرے میں تمہارے

علاوہ اب کوئی اور نہ جائے۔"

"لیکن سر......"

"لیکن نوا گر مگر۔وہ میرے لیے صرف ایک پیشنٹ ہی نہیں ہے، میرا بچہ بھی ہے۔ بیس دن کس مشکل سے اسے کلینک میں روکا ہے میں ہی جانتا ہوں۔"

"سر! وہ جینا ہی نہیں چاہتا۔" نا چاہتے ہوئے بھی سارہ کے منہ سے سچ نکل گیا۔

"جانتا ہوں، جانتا ہوں۔ لیکن یہ ہی تو ہمارا چیلنج ہے۔" ضمیر خان نے سکون سے جواب دیا۔"وہ ہر ممکن کوشش کرے گا کوئی ڈاکٹر اس کے پاس نہ نکلے لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں وہ لیڈی ڈاکٹر سے کوئی بدتمیزی نہیں کرسکتا، اس کے خون میں ہے عورت کی عزت کرنا اور یہ واحد وجہ ہے تم سے درخواست کرنے کی۔ تم ہی اس کے پاس جاؤ گی جب تک ڈاکٹر سائرہ علی واپس نہیں آجاتیں اور اس وقت تک مجھے امید ہے میں کوئی نہ کوئی راستہ نکال لونگا اسے زندہ رہنے پر مجبور ہونے کے لیے۔"

سارہ نے دل ہی دل میں ڈاکٹر سائرہ کے جلد آنے کی دعا کی جو چھٹیاں لے کر اپنی فیملی کے ساتھ گھومنے گئی ہوئی تھیں۔

"ان کے آتے ہی تم آزاد ہو کیونکہ۔" ضمیر خان نے حتمی انداز میں سارہ کو دیکھا۔"میں اسے اس بار ایسے نہیں جانے دونگا جب تک اپنے پیروں سے چلنا شروع نہیں کردے۔ زریاب خان اپنے الیکشن میں مصروف ہے اور کوئی نہیں گھر میں جو اس کا دھیان رکھ سکے، میں محسوس کرسکتا ہوں اسے جیسے ہی موقع ملے گا یہ پھر مرنے کی کوشش کرے گا۔" ضمیر خان نے پر یقین انداز میں بات ختم کی۔"وہ باز نہیں آنے والا۔"

"سر! ہم کب تک اسے اس جگہ قید کرسکتے ہیں بھلا۔" دھیمے لہجے میں بولتی سارہ نے اپنی نظریں چرائیں۔ مناسب الفاظ میں اپنی سوچ کسی کو سنانی بھی ایک امتحان ہی ہوتا ہے، جس میں سے اس وقت سارہ گزر رہی تھی۔

"اسے جیسے ہی آئی مین ہم اسے کب تک زبردستی زندہ رکھنے پر مجبور ہوسکتے ہیں، جبکہ وہ اس دنیا میں رہنا ہی نہیں چاہتا۔"

"میں سمجھ رہا ہوں، تم کیا کہنا چاہ رہی ہوں لیکن سارہ۔ میں کیا کرسکتا ہوں، اس کا بچپن میرے انہی ہاتھوں

میں گزرا ہے کیسے آخر کیسے مرنے دے سکتا ہوں اسے اپنی آنکھوں کے سامنے۔"

"آئی ایم سوری سر۔"

"کسی طرح اس فیز سے نکل جائے تو....." کچھ سوچتے ہوئے ضمیر خان نے سارہ کو بغور دیکھا۔"وہ پہلے ایسا نہیں تھا، زندہ دل تھا۔اس کے قہقہے ابھی تک میری سماعت میں محفوظ ہیں۔"

"سر! میرا مشورہ ہے، جسمانی علاج کے ساتھ اس کا نفسیاتی علاج بھی ضروری ہے، کسی سائیکولوجی ڈاکٹر سے رابطہ کریں، وہ بھی لیڈی ڈاکٹر، تاکہ وہ اس کی گرہ کھولے اور شاید یوں وہ....."

"ہوں۔تم بالکل ٹھیک کہتی ہوں۔" ضمیر خان نے ایکدم پرجوش ہوکر اس کی بات سے اتفاق کیا۔"کوئی ہے تمہاری نظر میں ایسا ڈاکٹر جو اپنی حد تک یہ بات رکھے، یونو سیاست دان ہونے کا سب سے بڑا نقصان انہی کی اولاد بھگتتی ہے اکثر۔اور اب الیکشن قریب ہیں تو سو دشمن دوستوں کے بھیس میں دائیں بائیں پھرتے ہیں۔" ہونٹ بھینچ کے ضمیر خان نے اپنی مجبوری بتائی۔"میں ایسے کسی بھی ایرے غیرے ڈاکٹر کو اس کے پاس نہیں جانے دے سکتا، کہیں وہ نیوز میں۔تم سمجھ رہی ہوں نا۔فیملی ایشوز جب تک ڈھکے چھپے رہیں اسی وقت تک عزت رہتی ہے۔پبلک میں بات جاتے ہی زریاب کی عزت دو کوڑی کی ہوکر رہ جائے گی۔"

"یس یس، آف کارس۔" سارہ نے فوراً ہی سر ہلایا اور اسی کے ساتھ ذہن میں رشنا کا خیال آیا۔

"اگر کوئی رازداری سے اس کا علاج کرنے پر تیار ہوجائے تو بہترین ہوگا۔پیسے کی کوئی فکر نہیں ہے، زریاب کے پاس بہت پیسہ ہے، وہ دل کھول کر خرچ کرسکتا ہے اپنے اکلوتے بیٹے کے لیے۔بس کسی طرح یہ خطرہ ٹل جائے۔کہ ہمارا بیٹا۔یونو۔ہم ہر وقت تو اس کے ساتھ نہیں رہ سکتے نا۔اسی لیے کوئی پرائیویٹ علاج ہو ہی جائے تو بہتر ہے۔"

"اوکے سر۔" سارہ نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔"میں دیکھتی ہوں کیا کرسکتی ہوں اس بارے میں۔ دراصل ایک میری کزن ہے سائیکائرسٹ، وہ پروفیسر بھی ہے۔اس کا پسندیدہ ٹاپک ہی یہ ہے مایوس لوگوں کو زندگی کی طرف لانا۔ان فیکٹ اس کی کتاب بھی لانچ ہونے والی ہے عنقریب۔زندہ کیسے رہا جائے۔"

"اوہ۔" سر ضمیر نے واضح طور پر سکون کی سانس لی۔"رئیلی؟"

''یس سر۔وہ آرٹیکلز بھی لکھتی رہتی ہے۔لوگ ای میلز وغیرہ پر اس سے اپنے مسائل ڈسکس کرتے ہیں۔''

''یہ تو بہترین چیز ہے سارہ۔''

''میں اس سے بات کر کے دیکھتی ہوں سر۔''

''تو یہ ذمہ داری بھی تمہارے سپرد ہوئی۔مجھے تم پر یقین ہے۔'' ضمیر خان نے کہا''میری عزت اب تمہارے ہاتھ میں ہے،کسی بھی طرح یہ کیس ڈیل کرو۔اور اپنی کزن کو بتاؤ ہم نے اسے ہائر کرلیا ہے۔''

''ہائر۔'' سارہ نے ناسمجھی سے ضمیر خان کو دیکھتے ہوئے زیرلب دہرایا۔''ہائر کرلیا۔''

اس کو احساس ہوا،پہلے رشنا سے بات کرنی چاہیے تھی اس کے بعد اس کا تذکرہ کرنا مناسب ہوتا۔لیکن اب دیر ہوچکی تھی۔

''یس آف کارس ہائر۔ہم اسے اس وقت تک کے لیے اپنے پاس رکھیں گے جب میرا بھتیجا زندہ رہنے کی خواہش نہ کرنے لگے۔''

سارہ کی چھٹی حس اسے خطرے کا احساس دلانے لگی۔

''سر!مجھے اس سے بات تو کرنے دیں پہلے۔''

''بات کیا کرنی ہے۔اسے بتادو بس،پورا کیس ڈسکس کرو۔میں زریاب سے کہتا ہوں،تمہاری کزن کی رہائش کا بندوبست کرے۔''

''سر،سر،سر۔'' سارہ ہکلائی۔

''ڈاکٹر سارہ۔'' سرجن ضمیر خان نے گہری نظروں سے سامنے بیٹھی جز بز لڑکی کو دیکھا۔''مجھے میرا بھتیجا زندہ چاہیے اس کے لیے میں اور زریاب مل کے ہر حد تک جاسکتے ہیں اور کسی کی بھی خواہش پوری کرسکتے ہیں۔ہر قسم کی خواہش پوری کرنے کی قدرت رکھتے ہیں،کاغذ کے بہت سارے ٹکڑے۔یونو۔ایک ذاتی کلینک۔وہ بھی اچھی بہترین جگہ پر۔'' اپنی بات ادھوری چھوڑ کر انہوں نے معنی خیز انداز میں سارہ کو دیکھا۔جو منہ کھولے انہی کو دیکھ رہی تھی۔''ایک ہونے والا ایم این اے کیا کچھ کرسکتا ہے،تم سمجھ ہی سکتی ہوں۔''

''سر۔''

''یس سارہ، اٹس آڈیل۔''

کامیاب بزنس مین وہی ہوتا ہے جو اپنے پتے آگے والے کی ہار سے کچھ وقت پہلے ہی شو کر دے تا کہ وہ جیتنے کا سوچ بھی نہ سکے اور فوراً ہی ہار مان لے۔ جیتنے کی کوشش کی طرف اس کا دھیان ہی نہ جائے۔ اور۔ سارہ کچھ ایسے ہی پوزیشن میں پھنس گئی تھی۔

''تم آج کل کافی مصروف ہوگئی ہو یار۔'' ابراہیم نے تیسری بار فون کرنے کیا تب جا کے سارہ کی آواز سنائی دی۔

''ہاں ابراہیم، سر کھجانے کی بھی فرصت نہیں ہے۔'' مصروف سی سارہ نے جواب دیا۔

''یعنی ہم آج بھی لنچ نہیں کریں گے؟''

''سوری۔'' سارہ ایکدم شرمندہ ہوگئی۔ ''بس کچھ ہی دن کی بات ہے، پھر میں فری ہو جاؤں گی۔''

''ایسا کونسے کام ہیں جو تم مجھے اگنور کرنے پر تلی ہوئی ہو۔ پورا مہینہ ہونے کو آرہا ہے تم فرصت سے ملی ہی نہیں۔ کوئی مجھ سے بھی ہینڈسم تو نہیں مل گیا۔'' ابراہیم نے دل کے خدشے کو ہلکے پھلکے انداز میں زبان دی۔

''کیا بکواس کر رہے ہو ابراہیم۔'' سارہ تنک گئی۔ ''ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہو تم۔''

''بتاؤ نا پھر۔''

''ملیں گے تو بتاؤں گی۔ تم سے ایک مشورہ بھی کرنا تھا مجھے۔''

''اسی بہانے مل لو یار۔'' ابراہیم نے فوراً ہی موقع سے فائدہ اٹھایا۔ ''تو کہاں ملنا ہے، میں تڑپ رہا ہوں تمہیں مشورہ دینے کے لیے۔''

''بتاتی ہوں بتاتی ہوں۔'' کچھ سوچتی ہوئی سارہ نے دل ہی دل میں فیصلہ لیا۔ ''ہمارے مستقبل کا سوال ہے۔''

''زہے نصیب، آپ بھی اس بات کو سیریس لینے لگی ہیں میڈم۔''

''میں کیا کروں ابراہیم۔ نہیں چاہتی ہم بیچ منجدھار میں ہی اپنا سفر شروع کریں اور بعد میں اپنے بچوں کے

ساتھ مشکلات اٹھائیں۔تم سمجھ سکتے ہو۔جب تک پیسہ نہیں ہوا چھی زندگی گزارنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور ہم ابھی اس پوزیشن میں نہیں ہیں۔"

"میں سمجھ سکتا ہوں یار۔یہ تو بس ایسی ہی منہ سے نکل گیا تھا۔"ابراہیم کے لہجے سے شرمندگی جھلک رہی تھی۔"لیکن ہم اس بے نام رشتے کو نکاح کے مضبوط بندھین میں بھی تو بدل سکتے تھے نا۔دیکھو جبرائیل اور رشنا نے بھی تو پوری تعلیم حاصل کی ہے نکاح ہونے کے بعد۔"

"نہیں ابراہیم۔جب تک شرعی حد ہے،ہم۔یونو۔"سارہ جھجک گئی لیکن ابراہیم سمجھ چکا تھا۔

"تم مجھے اتنا کمزور نہ سمجھو سارہ۔نہ ہی میری محبت اتنی گئی گزری ہے کہ....."

"تم غلط سمجھ رہے ہو،میں اوور آل کی ہی بات کر رہی ہوں۔ایک بار نکاح ہو گیا تو امی بھی مجھے پریشرائز کر سکتی ہیں تمہارے گھر والے بھی۔اب دونوں کو معلوم ہے اسی لیے انہوں نے دو سال سے تنگ نہیں کیا۔جہاں تک رشنا کی بات ہے تو اس کی ذہنی حالت کا معلوم ہے نا تمہیں۔وہ نکاح کس لیے ضروری تھا۔ورنہ رشنا کی ساس نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی رشتہ ٹوٹ جائے اور وہ بھی اس وقت کسی سہارے کی تلاش میں تھی۔"

"ہوں یہ تو ہے۔"ابراہیم نے سرسری سا جواب دیا۔

"ایک طرف رشنا کے چاچا کی فیملی تو دوسری طرف جبرائیل کی ماں۔اف وہ خاتون کسی صورت راضی نہیں تھیں نکاح کے لیے۔یہ تو امی نے کس جتن سے انکو تیار کیا ہمیں ہی معلوم ہے۔"

"ہوں۔رشنا کو واقعی اس وقت ذہنی سکون کی ضرورت تھی ۔خیر کہتی تو صحیح ہو ویسے۔امی کی بھی ٹینشن کم ہے کہ پہلے دونوں بہنوں کی شادی ہو گی تو ہی میں۔تمہیں تو معلوم ہے ہم مڈل کلاس والوں کی سوچ۔"

"اسی لیے،بس اسی لیے میں نہیں چاہتی تھی،ہماری فیملی شروع ہو تو ہم ایسی ہی چھوٹی چھوٹی باتوں میں رہ کے اپنا گولڈن پیریڈ ضائع کر دیں۔"سارہ نے پرجوش ہو کر ابراہیم کو سمجھایا۔

"میں سمجھ سکتا ہوں اسی لیے تمہارے ساتھ ہوں جان من۔"ابراہیم نے خلوص سے اسے یقین دہانی کرائی۔

"اچھا ابراہیم۔ایک سوال کروں؟"

''ایک نہیں تم دو سوال پوچھو یار۔'' ابراہیم نے بے ساختگی سے جواب دیا۔

''تم مجھے کتنا چاہتے ہو؟'' سارہ نے کچھ سوچتے پوچھا۔

''یہ کوئی پوچھنے والی بات ہے۔'' ابراہیم نے منہ بنایا۔

''میں اگر کوئی غلط فیصلہ لوں تو تم۔تم میرا ساتھ دو گے؟''

''سارہ!'' ابراہیم کو کچھ انہونی ہونے کا خدشہ ستایا۔''کیا ہوا؟''

''ہمارے خوابوں کو پانے کی ایک سبیل بن رہی ہے۔'' سارہ نے جھکی ہوئی پلکوں سے کہا۔''لیکن.....''

''لیکن کیا؟''

''لیکن..... مجھے تمہارے ساتھ کی ضرورت ہے۔''

''میرا ساتھ میری سپورٹ ہر جگہ ہر صورتحال میں تمہارے ساتھ ہے سارہ۔اور یہ بات تم اچھی طرح جانتی ہو۔''

''تم میرے ساتھ کھڑے ہو؟''

''آف کارس یس۔ویسے تم کیا کرنے جا رہی ہو سارہ۔بس کوئی انسانی جان۔''

''تم خود ایک ڈاکٹر ہو ابراہیم اور تم جانتے ہو ہم ڈاکٹرز کسی بھی صورت انسانی جان سے نہیں کھیل سکتے۔''

''پھر میں ہر قسم کے فیصلے میں تمہارے ساتھ ہوں سارہ۔'' ابراہیم نے سکون کی سانس لیتے ہوئے کہا۔

''لیکن میرا ایک مشورہ بھی ہے، سوچ سمجھ کے فیصلہ کرنا، ایسا نہ ہو، ابھی کے چکر میں ہمیشہ اپنے ضمیر کے ہاتھوں پریشان رہو۔'' ابراہیم نے اپنے ہونے کی یقین دہانی کرائی اور ساتھ ہی ڈھکے چھپے الفاظ میں نصیحت بھی کر دی۔

''آنے والے کل کی خاطر اپنا آج خراب مت ہونے دینا بس۔''

''او کے تھینک یو۔'' سارہ نے فون بند کیا لیکن سارہ کے ماتھے پر پڑتے ہوئے بل ذہنی پریشانی کا اظہار تھے۔

''نہیں ابراہیم، اگر ضمیر کی سنی تو ہم ہمیشہ ہی ایسے مڈل کلاس رہیں گے۔نہ کبھی کلینک بنا سکیں گے نہ ہی سکون سے زندگی بسر کر سکیں گے۔ایک بار جوا کھیلنے میں کیا حرج ہے۔'' سارہ نے دل ہی دل میں اپنے فیصلے کو سپورٹ کیا۔''ایسے موقع بار بار نہیں آتے۔''

لیکن وہ جانتی تھی اپنے ہاتھ سے انسانی جان لینے اور دوسرے کی زندگی خطرے میں ڈالنے میں کوئی خاص فرق نہیں ہوتا۔

✿.....✿.....✿

''تمہارے دماغ سے ابھی تک اپنا کلینک بنانے کا خناس نہیں نکلا سارہ؟'' رشنا نے حیرت سے سامنے بیٹھی ہوئی کزن کو دیکھا۔ ''میں سمجھ رہی تھی اب تم میچور ہوگئی ہو۔''

''میچور ہوگئی ہوں اسی لیے تو۔'' سارہ نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ ''ابراہیم بھی تیار ہے میرے ساتھ کام کرنے پر، ڈاکٹر سائرہ ہیں اور سر ضمیر کی بھی فل سپورٹ مل رہی ہے۔''

''چلو ابراہیم کا تو سمجھ میں آتا ہے، دونوں میاں بیوی ایک ہی جگہ کام کرلو گے، لیکن یہ سر جن کس خوشی میں سپورٹ کررہے ہیں۔''

''بائے دے وے، میں ان کی سب سے ہونہار ڈاکٹر ہوں۔ مائنڈ اٹ۔'' سارہ نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھری، بریڈ پر مکھن لگاتے ہوئے ہوا میں لہرائی۔ ''انہوں نے مجھے ایک کیس دیا ہے۔''

''کیس کیس کیس۔ اب خدا کے لیے میرا یہ چکر بھی خراب نہیں کرنا اپنا ڈاکٹر نامہ سنا کے۔'' رشنا نے مصنوعی ناراضگی سے اسے گھورا۔

''مجھے تمہاری مدد چاہیے رشنا۔'' سارہ نے اس بار سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

''میری؟ رئیلی۔''

''ایکچوئلی رشنا، ایک پیشنٹ کے لیے۔ یونو۔''

''نو، آئی ڈونٹ نو۔'' رشنا نے سارہ کے ہچکچاتے ہوئے انداز کو دیکھا۔ ''کیا بات ہے کھل کر کہو۔''

''چلو میں کلینک سے واپس آجاؤں تو سکون سے کہیڈ باہر چلتے ہیں پھر بات کریں گے۔'' سارہ کو خود سمجھ نہیں آرہا تھا کیسے بات شروع کرے۔

''سارہ!'' رشنا نے اسے گھورتے ہوئے پکارا۔ ''مجھے دیکھو، اور بتاؤ کیا معاملہ ہے جو ایسے نظریں چرا رہی ہو۔''

''تم مجھے غلط تو نہیں سمجھو گی نا۔'' سارہ نے فوراً ہی ہاتھ کھڑے کر لیے۔

''پہلے مجھے پوری تفصیل بتاؤ۔''

''تفصیل سننے سے پہلے سن لو تمہاری ایک ہاں کے پیچھے میری خوشی چھپی ہوئی ہے۔''

''سارہ! جو میرے بس میں ہوا وہ ضرور کرونگی۔ تمہارے علاوہ میرا ہے ہی کون یار۔'' رشنا نے سارہ کی تسلی کرانے کے لیے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

''او کے۔'' سارہ نے گہری سانس لیتے ہوئے ہاتھ میں پکڑی ہوئی بریڈ کا پیس میز پر رکھا اور پورے دھیان سے رشنا کو دیکھا۔ ''دراصل مجھے تمہاری ضرورت ہے۔''

''کیا کہتے ہو جبرائیل؟'' رشنا نے چائے کا سپ لیتے ہوئے پوچھا۔ ''اچھی آفر ہے، پھر میری کتاب کے لیے مفید بھی ہے۔''

''اگر مناسب سمجھتی ہو تو گو ہیڈ۔'' جبرائیل نے اپنا دامن بچایا۔ ''تم ایک میچور لڑکی ہو یقیناً دیکھ بھال کے ہی فیصلہ کرو گی۔''

''فیصلہ کرنا ذرا مشکل ہو رہا ہے۔ دل کہتا ہے فوراً یس کر دوں لیکن ذہن میں کچھ کھٹک رہا ہے۔'' رشنا نے کنفیوز ہوتے ہوئے جبرائیل کو دیکھا۔ ''کچھ ہے جو اس پرکشش آفر کو قبول کرنے سے روک رہا ہے۔''

''ٹھنڈے دل سے فیصلہ کرو۔ یہ تمہارے کیریئر کے لئے مفید ہے تو بہتر چیز ہے ورنہ چھوڑ دو۔'' جبرائیل نے مسکراتے ہوئے اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں تھاما۔ ''خود پر جبر مت کرو۔''

''ہوں۔'' رشنا نے اسے دیکھا۔ ''میں چاہ رہی تھی میرے ہر فیصلے میں تمہاری رضامندی بھی شامل ہو۔ آفٹر آل.....''

''میں تمہارا شوہر ہوں۔'' جبرائیل نے رشنا کی ادھوری بات مکمل کی۔ اسی وقت کیفے میں چند لڑکوں لڑکیوں کی زندگی سے بھرپور آوازیں گونجیں۔

''اتنے سال ہو گئے لگتا ہی نہیں نا۔'' جبرائیل نے کیفے کے ایک سائیڈ میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ایسے ہی تم،

میں، سارہ اور ابراہیم کالج سے بنک مار کے کیفے میں آ بیٹھتے تھے۔ کتنا خوبصورت وقت تھا وہ بھی۔"

"یہ وقت بھی اچھا ہے جبرائیل۔" رشنا نے رسانیت سے اسے احساس دلایا۔

"ہاں تم جب میرے ساتھ ہوتی ہو ہر وقت، دن اچھا ہوتا ہے میرے لیے۔" جبرائیل نے اعتراف کرنے میں کوئی تامل نہیں برتا"۔ اب وہ دن دور نہیں جب تم میری زندگی کے ساتھ گھر میں بھی آ جاؤ گی۔"

"ارے ہاں۔ تمہارے گھر کا کیا ہوا۔" رشنا کو کچھ یاد آیا۔ "اس بار لون منظور ہوا؟"

"نہیں یار۔ لگا ہوا ہوں لیکن پوری امید ہے، اس بار کوئی ہینکی پینکی نہیں ہوگی۔ میں نے پچاس لاکھ کی گارنٹی دلوادی ہے سر سے۔"۔

"انہوں نے اتنی بڑی گارنٹی دیدی۔" رشنا نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"ہاں وہ مجھ پر اعتماد کرتے ہیں، پوری ایک ڈیل کنفرم کرائی ہے۔" جبرائیل نے مصنوعی کالر کھڑے کیے۔

"ہلکانا لو جان من، بہت ڈیمانڈ ہے جبرائیل کی۔ اتنا زبردست کمیشن بنا ہے میرا۔"

"تو پھر، کب بات کر رہے ہو خالہ سے۔" رشنا نے دھیمے سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "وہ مجھ سے پوچھ بھی رہی تھیں آنٹی کے بارے میں۔"

"جیسے ہی لان مل جائے گا میں فوراً ہی ماما کو خالہ کے گھر بھیج دونگا۔ سچی بات ہے مجھ سے اب صبر نہیں ہوتا۔" جبرائیل نے جگمگاتی ہوئی نظریں سامنے بیٹھی ہوئی رشنا پر ڈالیں جو اس کی اولین چاہت تھی۔ "ماما کی بھی خواہش پوری ہو جائے گی کہ پہلے گھر پھر شادی۔"

"ہوں۔" رشنا نے مسکراتے ہوئے جبرائیل کو دیکھا۔

✿.....✿.....✿

"اس کے علاوہ کوئی دوسرا چارہ بھی تو نہیں ہے۔"

رات کے ایک بجے جہاں ایک عالم سکون کی میٹھی نیند سو چکا تھا وہی ہاسٹل کے کمرے میں بے چینی سے ٹہلتی ہوئی رشنا مسلسل بڑبڑا رہی تھی۔ سامنے کھلی فائل کے صفحات جا بجا بیڈ پر بکھرے ہوئے تھے۔ صد شکر آج اس کی روم میٹ نہیں تھی ورنہ رشنا کھل کے اپنی جھلاہٹ سے نکل سکتی تھی۔ گاہے بگاہے اس کی اچٹتی ہوئی نظر فائل پر

جارہی تھی جہاں اس کا مستقبل روشن کرنے کی آفر موجود تھی۔ ساتھ ہی کافی سارے خدشات بھی سر اٹھائے ہوئے تھے۔ چلتے چلتے اس نے فائل اٹھائی اور ایک بار پھر صفحات پر لکھے ہوئے کوائف پڑھنے لگی۔

نام زویل علی خان

نام کتنا عجیب ہے۔ رشنا نے منہ بنایا۔

عمر بتیس سال

عمر تو ٹھیک ٹھاک ہے یقیناً میچور ہوگا۔

حاملہ بیوی کا حادثے میں ایکسیڈنٹ، جس کی بدولت دو بار خودکشی کی کوشش کی۔

ایکسیڈنٹ میں مرنے والی کا اتنا سوگ کہ خوبصورت زندگی سے ہاتھ دھونے پر تلا ہے، بے وقوف۔

فی الوقت ایک پاؤں اور ہاتھ فریکچر ہیں۔

چلو یہ بھی مناسب ہے، اگر کوئی بدتمیزی کی تو اسی ٹوٹی ہوئی ٹانگ کو مزید توڑا جا سکتا ہے۔

پشاور کے نامی گرامی ایم این اے زریاب علی خان کا اکلوتا بیٹا، جس کو سیاست سے چڑ ہے، اسی لیے آج تک اس نے کوئی تقریب اٹینڈ نہیں کی۔

ہوں، یہ اچھی بات ہے۔ امید ہے باقی خرافات سے بھی دور ہوگا۔

رشنا نے فائل بیڈ پر اچھالی اور چائے بنانے کے لیے کامن کچن کی طرف قدم بڑھائے۔ لیکن یہ جوان لوگوں نے کور کہانی بنائی ہے، وہ کچھ فلمی سی لگتی ہے۔ ایسے کوئی پڑھا لکھا انسان کیسے اکیلا کامیج میں اکیلی انجان لڑکی کے ساتھ رہ سکتا ہے۔ وہ بھی بنا موبائل۔ رشنا نے دل ہی دل میں جھلاتے ہوئے سوچا۔

پہلے ہی قدم پر پکڑی جاؤ گی۔ لیکن مجھے کیا وہ جانے اس کا ابا جانے مجھے تو پیسوں سے مطلب ہے۔ ہوں۔ چلو ون بائے ون پرابلم ڈسکس کرتے ہیں رشنا میڈم۔

گرم گرم چائے کا پہلا سپ لیتی ہوئی رشنا سکون سے بیٹھ گئی اور ہمیشہ کی طرح خود کی ہمت بندھائی۔ کم عمری سے ہی اپنے فیصلے خود کرنے کی عادت اب پختہ ہو چکی تھی۔

نمبر ایک۔ جوان اور اکیلا مرد

نمبر دو۔ میں بھی اکیلی اور پرایا شہر

نمبر تین۔ تقریباً معذور، ایک ہاتھ فریکچر اور پاؤں بھی۔ یعنی ذہنی علاج کے ساتھ اس کی تیمارداری بھی کرنی پڑسکتی ہے۔

نمبر چار۔ موبائل الاؤ نہیں

نمبر پانچ۔ شاپنگ نہیں کرسکتی

نمبر چھ۔ اسے کسی حال میں اکیلا نہیں چھوڑا جاسکتا۔ کہیں وہ خودکشی کی کامیاب کوشش نہ کرلے وہ بھی تیسری بار۔ اب تک تو وہ ایکسپرٹ ہوچکا ہوگا۔ یقیناً اب اگر خودکشی کی کوشش کی تو کامیاب ہوسکتا ہے اور میں فیل ہوجاؤنگی۔ اگر بائے چانس اس نفسیاتی انسان نے مرنے کا ارادہ کرلیا اور کامیاب بھی ہوگیا تو میں سیدھی پھانسی کے تختے تک، لیکن اس سے پہلے ہی وہ پٹھان مجھے جان سے ماردے گا۔ رشنا نے جھرجھری سی لی۔ جب اسے معلوم ہوگا کہ میں اس کا علاج کرنے کے لیے..... دفع کرو، پہلے سے ہی کیوں ٹینشن میں مررہی ہوں۔ جب سر پر پڑیگی تو دیکھا جائے گا۔ منہ بناتی ہوئی رشنا نے چائے کا کپ سائڈ میں رکھا، جمائی روکی اور فائل کو بھی وہی سائڈ میں رکھ دیا۔ چلو سوتے ہیں، بعد کی بعد میں دیکھے ہیں۔

او کے، زویل علی خان۔ ملتے ہیں پھر ایک دو دن میں۔

✿.....✿.....✿

''میں تیار ہوں سارہ۔'' رشنا نے ذہن کے بجتے الارم کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

''اوہ تھینک یو رشنا۔'' سارہ کی آنکھیں جھلملا گئیں۔ ''تم نے بہت بڑی ٹینشن ختم کردی میری، سمجھ نہیں آرہا تھا اتنی ذمہ داری کا کام کسی انجان کو کیسے دوں۔ تم نے میرے سارے مسائل ہی حل کردیے۔''

''میرے لیے بھی تو فائدہ مند ہے نا۔'' رشنا نے حقیقت بیان کی۔ ''اور ہینڈسم پے منٹ کی بھی آفر ہے۔ اسی لیے میں نے سوچا رسک لے لوں، کیا معلوم ایسا چانس پھر کبھی ملے یا نہیں۔''

''ہاں واقعی۔ ایسا چانس پھر ملے یا نہیں۔'' سارہ بھی بڑبڑائی۔

''پھر مجھے تم پر یقین ہے، تم کسی ایرے غیرے خاندان میں تو بھیجنے سے رہی مجھے۔'' رشنا نے مسکراتے

ہوئے پر یقین انداز میں سارہ کو دیکھا جس کے چہرے پر گھبراہٹ نمایاں تھی۔

''ہاں ہاں۔ وہ لوگ بہت اچھے اور خاندانی ہیں میرا یقین کرو۔''

''تمہارے یقین کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی تو یہ فیصلہ کیا ہے۔'' رشنا نے مسکراتے ہوئے سارہ کو دیکھا۔ جس کے چہرے کے رنگ بھی ایکدم پھیکے ہو گئے۔ ''تم اور خالہ ہی تو رہ گئے ہو اس پوری دنیا میں جن پر میں آنکھیں بند کر کے بھی بھروسہ کر سکتی ہوں۔''

رشنا نے غور ہی نہیں کیا سارہ مستقل نظریں چرا رہی تھی۔

''تم دونوں میرا کبھی برا نہیں چاہ سکتے، آئی ٹرسٹ یو۔''

''رشنا۔'' سارہ نے اپنے اندر کے شور کو کم کرتے ہوئے نظریں جھکاتے ہوئے اسے پکارا۔

''بولو۔''

''تم دل سے راضی ہو نا اس کام کے لیے، دیکھو کہیں ایسا تو نہیں تم میرے فورس کرنے کی وجہ سے۔ یونو۔ مجھے اچھا نہیں لگے گا اگر.....'' بے ربط الفاظ سے سارہ نے بمشکل اپنی بات رشنا کی سماعت کی۔ ''ایک بار اور سوچ لو اور سکون سے۔''

''میں اپنے ہوش و حواس میں رہ کے ہی اس کیس کی ذمہ داری لے رہی ہوں یار۔ تم کیوں اتنا گھبرا رہی ہو۔''

''تم نے فائل.....''

''ہاں بالکل میں نے پوری فائل اسٹڈی کر لی ہے۔ مشکل کیس ہے۔ لیکن ناممکن نہیں اور یقیناً یہ تجربہ میرے لیے ایک یادگار رہیگا۔ اسپیشلی وہ جگہ میری فیورٹ ہے۔ سوچا تھا جبرائیل کے ساتھ جاؤنگی لیکن چلو مریض کے ساتھ ہی سہی۔'' رشنا نے رسان سے سارہ کے خدشات دور کرنے چاہے۔

''یادگار تو رہے گا لیکن کس حوالے سے یہ کہنا ابھی مشکل ہے۔'' سارہ نے دل ہی دل میں اپنی بات کہی اور ہونٹ بھینچ کے ضمیر کو تھپک تھپک کے سلا دیا۔

''لیکن.....''

''کیا لیکن رشنا۔'' سارہ نے ایکدم چونک کے اسے دیکھا۔

''مجھے وہ بے وقوفوں والی کہانی سمجھ نہیڈ آرہی یار۔ ایسے کیسے وہ مجھے اور اسے چھوڑ کے چلے جائیں گے اور وہ۔ کوئی فلم تھوڑی ہے یا ڈرامہ جو ایسے.....''

''چھوڑو نا یہ سب باتیں، ہم اپنے کام سے کام رکھتے ہیں بس۔'' سارہ نے فوراً ہی اس کی بات کاٹی اور اپنی گھبراہٹ چھپاتے ہوئے رشنا کو مشورہ دیا۔ ''تم اپنی پیکنگ مکمل کرو تاکہ جا سکو۔''

''کیوں بھگا رہی ہوں۔'' رشنا نے ہنستے ہوئے سارہ کو ٹوکا۔ ''کہیں میرے جانے کے بعد.....''

''کک۔ کیا۔ کیا بکواس کر رہی ہو رشنا۔'' سارہ ہکلا گئی۔

''کم آن، جسٹ چل یار۔ مذاق کر رہی تھی چلو آؤ کچھ شاپنگ کرتے ہیں، کراچی میں تو سویٹر اور جیکٹس یوز نہیں کی۔ اب دل بھر کے پرنوں گی۔''

''ہاں ہاں چلو۔'' سارہ فوراً ہی راضی ہوگئی۔ رشنا نے اس کے بدلتے موڈ دیکھ کے ناسمجھی سے کندھے اچکائے لیکن خاموشی سے جانے کے لیے اٹھ گئی۔

✿.....✿.....✿

''میرا دل نہیں مان رہا سارہ۔'' تبسم نے فکرمندی سے بیٹی کو دیکھا۔ ''جوان لڑکی ہے وہ غیر انجان ایسے کیسے.....''

''اوہ امی، بھروسہ رکھیں نا مجھ پر۔''

''سارہ!''

''رشنا راضی ہے، جبرائیل بھی تیار ہے۔ ایک آپ کی نا سارے کئے کرائے پر پانی پھیر دیں گی۔'' سارہ نے دل ہی دل میں جھلاتے ہوئے ماں کو دیکھا۔

''لوگ کیا کہیں گے۔'' تبسم کے اپنے ہی خدشات تھے۔

''لوگوں کو کیا پڑی ہے کسی کے گھریلو معاملے میں عمل دخل کریں اور ویسے بھی سارہ کونسی ادھر رہتی ہے، دس پندرہ دن ہاسٹل رہ کے صرف ویک اینڈ تو ادھر گزارتی ہے۔ اگر بائے چانس کوئی کہے گا تو ہم کہہ دیں گے وہ

گھومنے گئی ہوئی ہے شمال وغیرہ اور ایک طرح سے یہ سچ ہی تو ہے۔ وہ واقعی پہاڑوں کی طرف جا رہی ہے۔"

"لیکن....."

"امی! یہ کوئی غلط بیانی تو نہیں ہوگی نا۔" سارہ نے ایک ایک کر کے تبسم کے سوالوں کے جواب دیئے۔ "سر میرے کالج کے پرانے پروفیسر ہیں وہ مل چکے ہیں آپ سے۔ ہم جانتے ہیں ان کو۔ اور جہاں سارہ جا کر رہے گی وہ کوئی للو پنجو فیملی نہیں ہے، ایک دنیا جانتی ہے ان کو۔ زریاب علی خان۔"

"نام سنا سنا ہے۔" تبسم نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔

"بہت بڑے لوگ ہیں یہ۔ ان کے لیے ہم کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔" سارہ نے کھلے دل سے سچائی بیان کی۔ "اگر ان کی مجبوری نہ ہوتی تو وہ ہماری طرف دیکھتے بھی نہیں۔"

"مجھے اچھا نہیں لگ رہا۔" تبسم نے بے بسی سے جوان بیٹی کی ضد دیکھی۔

"اب ہر چیز ڈیسائیڈ ہو چکی ہے تو آپ....." سارہ ہونٹ بھینچ کر رہ گئی۔ "یہ بات تو سوچی ہی نہیں تھی کہ امی اختلاف کریں گی، جبرائیل سے کچھ خدشہ تھا لیکن اس نے اور رشنا نے بلا جھجک یہ آفر قبول کر لی تھی۔"

"تم ایک بار اور رشنا سے بات کر کے دیکھ لو۔" تبسم نے راضی ہوتے ہوئے کہا۔ "اس کی ساس نہ تنگ کرے اسے۔"

"امی! رشنا نے جبرائیل سے تفصیل کے ساتھ بات کر لی ہے۔ اب وہ جانے اس کی ماں جانے۔ ہم کیوں ٹینشن لیں۔"

تبسم نہ چاہتے ہوئے بھی خاموش ہو گئیں۔

"رشنا بھی ہنسی خوشی راضی ہے۔ ان فیکٹ شاپنگ بھی شروع کر چکی ہے۔" سارہ نے بے ضرر سا جھوٹ بولنے میں کوئی مضائقہ محسوس نہیں کیا۔ "بلکہ وہ بہت پرجوش ہے اپنی کتاب کے لیے، قسمت نے اسے بہترین موقع دیا ہے، آپ اسی کا خیال کر لیں۔ ناک کو سیدھا پکڑو یا ہاتھ گھما کر، مسئلہ حل ہونا اہم ہے۔"

"میں خود اس سے بات کر لوں؟"

"افوہ امی، کیا ہو گیا ہے آپ کو۔ وہ کوئی چھوٹی بچی تو نہیں ہے جو۔" سارہ کی آواز نہ چاہتے ہوئے بھی کچھ

بلند ہوئی۔ ''ہر چیز تیار ہے بس۔ آپ۔ کل وہ لوگ آپ سے باقاعدہ اجازت لینے آرہے ہیں اور اس وقت آپ کو۔''

تبسم حیران نگاہوں سے بیٹی کو دیکھ کر رہ گئی، جس نے آج تک اس انداز سے بات نہیں کی تھی۔

''آپ ہم سب کے خوابوں کی دشمن نہیں بنیں اور جو جیسا چل رہا ہے اسے چلنے دیں پلیز۔ قسمت بار بار ساتھ نہیں دیتی۔''

''سارہ۔ سارہ۔'' تبسم نے اسے پکارا۔ ''ہوش کرو۔ کیا ہو گیا ہے۔''

''سوری۔ رئیلی سوری۔ پتہ نہیں کیا ہو گیا تھا مجھے۔'' سارہ نے ایکدم خود کو سنبھالا لیکن تبسم کے دل میں گرہ سی پڑ گئی۔

✿.....✿.....✿

تین چار بڑی بڑی گاڑیوں کو تیز رفتاری سے اپنے گھر کے سامنے پارکنگ ہوتے دیکھ کے تبسم بوکھلا گئی۔ اسی وقت گرے کلر کی پراڈو ان کے عین دروازے کے سامنے آرکی جس کے رکتے ہی چاروں طرف سے گھیر والی شلوار قمیض پر نے گن تھامے پٹھان الرٹ ہو کر گھیرا بنا کر کھڑے ہو گئے۔ تبسم سانس روکے یہ سب اپنی گیلری سے دیکھنے میں مصروف تھیں۔ پراڈو کا دروازہ کھلا، پشاوری چپل میں قید پاؤں باہر نکلے۔ اسی کے ساتھ گن مین سامنے کھڑے ہو گیا جس کی بدولت تبسم چہرہ دیکھنے سے محروم رہ گئیں۔ لیکن بلند آواز میں بجتی ہوئی ڈور بیل نے ان کے اوسان بحال لانے میں ساتھ دیا۔

''اوہو۔'' تیزی سے سیڑھیاں اترتے ان کی سانس پھول گئی۔ لیکن ان کے مرکزی دروازے تک پہنچنے سے پہلے ہی وہ کھل چکا تھا۔ ہلکی سے لگی ہوئی کنڈی کسی کا آنا کہاں روک سکتی تھی۔

''بی بی، آپ تبسم خاتون ہو۔'' ایک اکھڑ لیکن مہذب لہجے میں انہیں مزید بوکھلا دیا۔ ''بولو بی بی، ٹیم نہ کھوٹی کرو۔''

تبسم نے فوراً ہی خشک ہوتے ہونٹوں کو زبان سے تر کرنے کی کوشش کی اور سر ہلا کر اقرار کیا۔

''خان صاحب ملنے آئے ہیں، بیٹھک کھولو جلدی۔'' گن مین نے آگے بڑھ کر انہیں حکم دیا جس کو پورا

کرنے سے پہلے ہی ساتھ آئے ہوئے لوگوں میں سے دو لوگوں نے سرسری نگاہ میں پورے لاؤنج کا جائزہ لیا۔ سائیڈ میں ہو کر اندر آنے والے بندے کو جگہ دی۔

''السلام علیکم خاتون! ام زریاب علی خان اے۔'' گلابی اردو میں کرخت لہجے کے ساتھ بولتے بندے نے بھرپور نگاہ گھر پر ڈالی اور ساتھ کھڑی ہوئی کنفیوز تبسم کو سلام کیا۔

''وعلیکم السلام۔ بیٹھیں۔''

تبسم نے آداب میزبانی نبھانے کی کوشش کی لیکن ان کے کہنے سے پہلے ہی زریاب علی ایک صوفے پر براجمان ہو چکے تھے۔ ان کے پیچھے دو بندے اپنی اپنی گن لیے بالکل الرٹ کھڑے تھے۔ مین گیٹ پر بھی تین لوگ تو لاؤنج کے دروازے پر بھی رائفل کی جھلک تبسم کو واضح طور پر دکھائی دے رہی تھی۔ تبسم نے کن انکھیوں سے سامنے بیٹھے ہوئے پٹھان کا جائزہ لیا۔ پچاس پچپن سال کا قبائلی، جس کی گہری نیلی، بڑی آنکھوں میں بلا کی کرختی تھی۔ گورا چٹا رنگ، سفید گھیر والی شلوار میں ملبوس، کالی واسکٹ کے ساتھ سر پر قبائلی انداز کا پگڑ باندھے بندہ کسی کو بھی اپنی دہشت سے متاثر کر سکتا تھا۔

''امارے ادھر آنے کا وجہ تسمیہ ضمیر خاناں نے بتا دیا ہوگا، ام اس کو فائنل شکل دینے آیا ہوں۔'' ایکدم بھاری مردانہ آواز نے تبسم کو چونکا دیا۔ ''ویسے تو خاناں امارے بی ہاف پر ہر فیصلہ کرنے کا مجاز اے لیکن اکلوتے بیٹے کی زندگی کا سوال اے بابا، اسی لیے ام کو زحمت کرنا پڑا۔ خیر تو آپ لوگوں کا کوئی شرط ورط اے تو بتاؤ۔ بلا تکلف بتاؤ بی بی۔'' لمحہ بھر کا توقف کر کے زریاب خان نے اپنے قیمتی موبائل پر وقت دیکھا اور سرسری سا تبسم سے سوال پوچھا جو ابھی تک ہکا بکا کھڑی ہوئی تھیں۔

''بیٹھ جاؤ بیٹھ جاؤ تاکہ بات ہو سکے۔ ڈرو نہیں ام بھی انسان ہی اے اور عورت کی عزت کرنا جانتا اے۔''

''ج۔ جی۔ جی۔ جج جی۔'' تبسم نے ہکلاتے ہوئے دل ہی دل میں سارہ یار شنا کے آنے کی دعا مانگی اور سامنے دھرے ہوئے صوفے پر ٹک گئیں۔

''اسفندیار!'' زریاب خان نے بیٹھے بیٹھے دائیں سمت ہاتھ بڑھایا۔ ''دا فائل را کا۔'' (لاؤ فائل دے)

ادھیڑ عمر اسفندیار نے ہاتھ میں پکڑی فائل تیزی سے اس کی سمت بڑھائی۔

''خاناں، ٹولے خبری پر دی کی لیکل شوی دی۔'' (خان، ہر چیز اس میں لکھی ہے)

''یہ اس کا میچ کی فائل ہے جو ام نے اپنے لڑکے کے لیے خریدا اے، فائل آپ رک لیو۔ ام برابر کا حصہ دار بنایا اے اس ڈاکٹر کو۔ بے پھکر رہنا، اس کی ایک کاپی امارے وکیل ماکیل کے پاس بی اے۔ بائے چانس چھوٹے خان نے اس بار مرنے کی کوشش فرمائی تو۔ تو.....''

تبسم کی سانس الجھ گئی، لحہ بہ لحہ لاؤنج کی فضاء میں ان کو وحشت محسوس ہونے لگی تھی۔

''اور ہاں یہ بات امارے اور آپ کے بیچ رہے تو اچا ہوگا زویل خاناں کو اس بات کی بھنک بھی نہ پڑے ورنہ وہ کل کا خودکشی کرتا آج ہی کر لے گا۔ بے وقوف لڑکا۔ ایک مری ہوئی عورت کے پیچھے زندگی کو ٹھکراتا اے۔'' زریاب خان کے لہجے میں دبا دبا غصہ جھلک رہا تھا۔ ''دیکھو بی بی۔ کل تک ہاں میں فیصلہ بتا دو تا کہ فلائٹ کے ساتھ باقی کے بندوبست بھی کیے جا سکے۔ کل پرسوں وہ کلینک سے ڈسچارج ہو جائے تو ام چاہتا ہوں وہ پشاور، گھر جانے کی جگہ سیدھا اسی کا میچ جائے۔''

''جی۔ جی۔ جی۔ میں۔ وہ۔'' تبسم نے بمشکل سوکھا ہوا گلا تر کیا۔

''ٹیک اے پیرام چلتا ہوں۔ ان شاء اللہ اچا ہی ہوگا اور ہونا چاہیے۔ ورنہ۔ نتائج کے ذمہ دار ام نہ ہی ہوگا۔'' بھاری بھرکم تحکم آواز لاؤنج سے ہوتی ہوئی تبسم کے دل و جان میں اٹک گئی۔ ''اچھا اے ہر چیز پہلے ہی واضح ہو جائے۔ ام بار بار نہیں آ سکتا اور نہ ہی کوئی اسکینڈل مسکینڈل افورڈ کر سکتا اے الیکشن سر پر ہے۔ تم سمجھ سکتا ہوگا۔'' زریاب خان نے بوکھلائی ہوئی تبسم سے تائید حاصل کی۔

✿.....✿.....✿

''کچھ پریشان لگ رہے ہو جبرائیل!'' رشنا نے کلب سینڈوچ کے ساتھ اپنے لیے کولڈ ڈرنک کا آرڈر لکھوایا اور خاموش بیٹھے جبرائیل کو دیکھا۔ ''خیریت ہے نا؟''

''کک۔ کچھ نہیں۔ کچھ بھی تو نہیں۔'' سٹپٹائے ہوئے انداز میں اپنی ہی بات کی نفی کرتا جبرائیل نے رشنا کو حیرت میں ڈالا۔ ''میرے لیے بھی یہ ہی منگوا لو یار۔ بھوک نہیں ہے بس تمہارا ساتھ دینے کے لیے ادھر آ گیا تھا۔''

''اتنا جبر نہیں کرو میرے ساتھ کے لیے۔'' رشنا نے ہاتھ کے اشارے سے ویٹر کو جانے کے لیے کہا۔
''تمہیں ضرورت نہیں ہے تو زبردستی کی کیا بات ہے۔'' رشنا نے لاپرواہی سے اسے دیکھا۔ ''ویسے تم مجھے کچھ پریشان لگ رہے ہو، آفس میں سب ٹھیک ہے، کوئی مسئلہ تو نہیں ہو گیا۔''
''ہو بھی گیا تو تم کونسا کوئی سپورٹ کر سکتی ہو۔'' جبرائیل نے دائیں بائیں دیکھتے ہوئے سرسری سا انداز اپنایا۔ لیکن یہ الفاظ سرسری نہیں تھے۔ کچھ تھا الگ، رشنا نے چونک کے جبرائیل کو دیکھا۔
''خیر، اب تم پوچھ ہی رہی ہو تو بتا دیتا ہوں۔ مجھے ایک بار پھر لون نہیں ملا۔'' جبرائیل نے ایک دم اپنی ساری توجہ سامنے بیٹھی ہوئی رشنا کی سمت مرکوز کی۔ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے اس نے اپنی بات ختم کی۔
''اب بتاؤ میں کیا کروں اور تم کیا کر سکتی ہو؟''
''اوہ! پھر ریجکٹ ہو گیا؟'' رشنا ایکدم الرٹ ہو گئی۔
''ہاں۔'' سرخ آنکھوں کے ساتھ ہونٹ بھینچتا ہوا جبرائیل یقیناً خود پر ضبط کر رہا تھا۔ ''سمجھ نہیں آ رہا اب کیا ہو گا، میں دس لاکھ پے منٹ کر چکا ہوں، اور دو ماہ میں پچاس لاکھ جمع نہیں کرائے تو وہ دس لاکھ بھی ڈوب جائیں گے۔''
''یہ تو مسئلے والی بات ہو گئی جبرائل۔ اب کیا ہو گا۔'' رشنا کا بھی دل اچاٹ ہوا۔
''اس بار تو ہر چیز پرفیکٹ تھی ایکدم۔'' بالوں کو مٹھیوں میں بھینچتے ہوئے دبی دبی آواز میں چیختا ہوا جبرائیل نارمل نہیں لگ رہا تھا۔ ''میرے سارے پلان کی ایسی تیسی ہو گئی رشنا۔ کیا کیا سوچا تھا اور اب یہ۔ امی سے بہنوں کے نام پر رکھا ہوا سارا گولڈ لے لیا تھا اس جگہ بکنگ کرانے کے لیے اور اب ایسے، کیا کروں۔ کس کس کو جواب دوں، کیسے سمجھاؤں۔''
''کوئی جان پہچان والا۔ کوئی دوست یار۔''
''لاکھوں کی بات ہے کوئی ہزاروں کی نہیں جو.....''
''کوئی تو راستہ ہو گا۔'' رشنا نے دھیرے سے حوصلہ دیا۔ ''ہم مل کے تلاش کرتے ہیں نا۔''
''تمہیں لگتا ہے میں جان کے اس مسئلے کا کوئی حل نہیں نکال رہا۔'' جبرائیل کی گھورتی ہوئی نگاہیں رشنا کو

بوکھلا گئیں۔ ''تفریح لگ رہی ہے تمہیں۔ گھر میں امی نے میرا جینا محال کر رکھا ہے، باجی کے سسرال والے تاریخ مانگ رہے ہیں اور میں ان کا نہ صرف گولڈ کا سیٹ ٹھکانے لگا چکا ہوں بلکہ بینک میں رکھی ہوئی رقم بھی۔''

رشنا کو اس وقت صحیح معنوں میں صورتحال کا اندازہ ہوا۔

''میرے پاس سوائے سیلری کے کچھ بھی نہیں، اس میں باجی کی شادی ناممکن ہے۔ کس طرح یہ بات امی کو بتاؤں، وہ پہلے ہی ہمارے نکاح کو لے کر آج تک مجھے باتیں سناتی رہتی ہیں کہ دو بہنیں گھر بیٹھی ہیں میں نے.....''

''اتنے سال ہو گئے ان کو صبر نہیں آیا مجھ پر۔'' زیر لب بولتی ہوئی رشنا نے منہ بنایا۔

''کوئی ہے بھی نہیں جو اس آڑے وقت مدد کر دے۔'' جبرائیل نے امید بھری نگاہوں سے رشنا کو دیکھا جو لاپرواہی سے اپنے آرڈر کے انتظار میں بیٹھی ہوئی ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ ''کیا تم کسی سے، یونو۔ آخر ہم مل کر ہی اس مسئلے سے نکل سکتے ہیں جیسا ابھی تم نے کہا۔''

''میں.....'' رشنا نے بے یقین سے دائیں ہاتھ کی انگلی اپنی طرف کی۔ ''میں کہاں سے ارینج کروں پیسے، تمہیں معلوم تو ہے میں خود خالہ کے گھر رہتی ہوں۔ یہ ساری پڑھائی بھی پاپا کی بدولت ہے۔ وہ اگر پانچ سال کی رقم ایکساتھ نہیں بھرتے تو کب کا تعلیم کو خیر باد کر چکی ہوتی۔ ہر چیز تمہارے سامنے ہی تو ہے جبرائیل۔ پانچ چھ سالوں کا ساتھ ہے کوئی آج کل کی بات تو نہیں جو تم ایسے باتیں کر رہے ہو۔''

جبرائیل نے بے دھیانی میں سر ہلایا۔ واقعی، رشنا سے تو کہنا ہی بے کار ہے، فرسٹ ائر سے وہ اسے جانتا ہے، کیسے اپنے والدین کے مرنے کے بعد اس کے ددھیال والوں نے اسے نکال باہر کیا تھا جب اس کا پہلا سمسٹر چل رہا تھا۔ اس سمسٹر میں بری طرح فیل ہونے کی بدولت ہی وہ پوری کلاس میں نظروں میں آئی تھی کیونکہ کلاس میں بھی علاوہ رونے کے اسے کوئی دوسرا کام نہیں تھا۔ جبرائیل، ابراہیم اور اس کی کزن سارہ ایک ہی کلاس میں بیٹھنے کی بدولت اچھے دوست بن گئے تھے اور آج تک یہ دوستی نبھ رہی تھی۔ کالج سے نکلتے ہی جہاں سارہ اور ابراہیم نے منگنی کے بندھن میں بندھ کر ایک ساتھ ہاؤس جاب شروع کیا وہیں رشنا اور جبرائیل نے اپنے لیے الگ الگ فیلڈ پسند کی۔

جہاں جبرائیل ایک مڈل کلاس طبقے سے تعلق رکھتا تھا وہیں اس کی ماں بھی ٹپیکل سوچ کی مالک نکلیں۔ وہ ہرگز نہیں چاہتی تھیں جب تک ان کا بیٹا اچھی نوکری پر نہ لگ جائے وہ رشتے کی بات بھی منہ سے نکالیں۔ ستم در ستم دو جوان لڑکیاں گھر میں اچھے رشتوں کے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھیں اور وہ چھوٹے اور اکلوتے بیٹے کا رشتہ پکا کر کے یا منگنی کر کے اپنے پیروں پر کلہاڑی نہیں مار سکتی تھیں۔ لیکن..... لیکن جبرائیل کی شدید ضد پر انہوں نے خاموشی اختیار کی اور سرد مہری کے ساتھ تبسم سے رشنا کا رشتہ مانگ لیا۔

کچھ ہی عرصے بعد رشنا کا نروس بریک ڈاؤن ہوا۔ ڈاکٹرز کے کہنے پر اس کی بدتر ذہنی حالت میں سدھار لانے کے لیے نکاح جیسے مضبوط رشتے کی بات چھیڑی گئی۔ جبرائل کی ماں نے اسی شرط پر یہ بات مانی کہ جب تک دونوں بیٹیاں اپنے اپنے گھر رخصت نہیں ہونگی، رشنا ان کے گھر نہیں آئے گی۔ تبسم کے ساتھ سارہ کا بھی خیال تھا، رشنا وقت کے ساتھ یقیناً بہتر ہو جائے گی۔ اور یہ ہی ہوا۔ کالج کے چار سال بعد جہاں رشنا نے حالات کا سامنا کرنا سیکھا وہیں جبرائیل کو بھی جذباتی طور پر سہارا دیا۔

رشنا اپنی پروفیشنل ڈگری کے ساتھ کتاب لکھنا چاہتی تھی اسی لیے وہ سکون سے اپنی رخصتی کا انتظار کر رہی تھی۔ اسے کوئی جلدی نہیں تھی۔ جبرائیل کو بھی آج تک رشنا کی چھنی ہوئی دولت اور مکان سے کوئی غرض نہیں تھی لیکن اس وقت سر پر پڑنے والی مصیبت سے چھٹکارے کا کوئی طریقہ سمجھ نہ آنے کے باعث پہلی بار جبرائیل کو رشنا کا اسٹرونگ بیک گراؤنڈ سے تعلق نہ ہونا کھلا تھا۔ اس میں بھی روز کی بنیاد پر ماں کی باتیں کافی اثر رکھتی تھیں جو اسے بار بار یاد دلاتی تھیں، اگر پیسے والی لڑکی سے شادی کی ہوتی تو ایسے چھوٹے موٹے مسائل کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ جس طرح قطرہ قطرہ مضبوط پتھر میں بھی شگاف ڈال دیتا ہے اسی طرح جبرائیل بھی پہلی بار سوچ میں پڑ گیا تھا۔ اس سوچ کے پیچھے بنیادی طور پر وہ آفر تھی جو اسے ملی تھی۔ لیکن وہ یہ بات کسی سے شیئر نہیں کر سکتا تھا۔

''کیا سوچ رہے ہو؟'' رشنا نے کافی دیر کی خاموشی سے اکتا کر سامنے بیٹھے ہوئے گم صم جبرائیل کو ہلایا۔

''کک۔ کچھ نہیں۔'' جبرائیل نے چور نظروں سے رشنا کو دیکھا۔ جو نزاکت سے اپنے ہاتھ نیپکن سے صاف کر رہی تھی۔ یقیناً خوبصورت، پڑھی لکھی لڑکی میں کشش اپنی جگہ لیکن مڈل کلاس کی مجبوریاں بھی اپنی جگہ مسلم تھیں۔

''جب سے آئے ہو ایسے ہی گم صم ہو۔'' رشنا نے ناگواری سے اسے احساس دلایا۔ ''ہر مسئلے کا حل موجود ہوتا ہے جبرائیل، بجائے پریشان ہونے کے اسے تلاش کرو۔''

''ایکچوئلی۔'' جبرائل نے گہری سانس لی۔ ''میں سوچ رہا تھا اگر تبسم آنٹی کچھ ادھار دے دیں تو.....''

جبرائیل خود بھی حیران رہ گیا تھا، یہ کیا کہہ دیا اس نے۔ شاید وہ اس آفر کو قبول کرنے سے پہلے اپنے ضمیر کے سامنے سرخرو ہونا چاہتا تھا کہ اس نے ہر ممکن کوشش کی تھی۔

''واٹ۔ آر یو سیریس؟'' رشنا کو لڈ ڈرنک پینا بھول گئی۔ ''تمہیں کچھ انداز بھی ہے۔ تم نے کیا کہا ابھی؟''

بے یقین سی رشنا نے حیرت سے جبرائیل کو دیکھا جو اپنی بات کہہ کر سکون سے بیٹھ چکا تھا۔

''یس آئی ایم۔ اس میں اتنی حیرت کی کیا بات ہے یار۔ وہ گھر ہم دونوں کے لیے ہے، میں اکیلا تو نہیں رہوں گا اس میں۔ تیر اب نکل چکا تھا اسی لیے بہتر تھا اس کے کوس نہ گنے جائیں بلکہ اسے اپنے ٹارگٹ تک جانے میں مدد دی جائے۔'' ''اور میں سارا پیسہ کونسا کھا جاؤں گا، ادھار ہی ہے، واپس کر دونگا۔''

''جبرائیل۔'' رشنا کو ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا، اتنی چھوٹی بات کہنے والا جبرائیل ہو سکتا ہے۔ ''تبسم خالہ کے پاس ایک مکان ہی ہے۔ وہ بھی سارہ کے لیے رکھا ہوا ہے۔ تم سوچ بھی کیسے سکتے ہو وہ تم کو دینے کا سوچیں گی بھی یا میں ان سے یہ گھٹیا بات کہہ دونگی۔ اوہ مائی گاڈ۔''

''غلط سمجھ رہی ہو بے بی۔ مجھے صرف اس مکان کے پیپرز چاہئیں تا کہ ضمانت مل جائے بینک سے۔ اور کچھ نہیں۔ آئی سوئیر میرا مطلب کوئی غلط نہیں تھا، میں بہت پریشان ہوں۔ کوئی راستہ نہیں مل رہا جو اس تکلیف سے باہر نکال دے۔ پلیز ہیلپ می۔''

ہونٹ بھینچتی رشنا نے جبرائیل کا نیا روپ دیکھا۔

''تم بات تو کر کے دیکھو، ہو سکتا ہے وہ مان جائیں۔ میں کونسا غیر ہوں ان کا داماد ہی تو ہوں رشنا۔ تم انکی سگی بھانجی ہو، کیا وہ تمہارے لیے اتنا سا کام نہیں کر سکتیں۔ اپنی بیٹی کے اچھے مستقبل کے لیے تو لوگ پتہ نہیں کیا کیا کر دیتے ہیں، وہ معمولی سے کاغذات نہیں دیں گی۔'' جبرائیل کے منہ میں یقیناً اس کی ماں کی سوچ بول رہی تھی۔

''جبرائیل!''

''اوہ کم آن رشنا، ڈونٹ بی سچ آ چائلڈ۔ ہم کون سا بیچ کھائیں گے وہ مکان، صرف ضمانت کے طور پر رکھوائیں گے اور فوراً ہی واپس۔ ورنہ سوچو دس لاکھ بھی ہاتھ سے نکل جائیں گے۔''

''میں پوچھ کے دیکھ لونگی۔'' رشنا نے نیم رضامندی سے کہا۔ ''لیکن یقین کرو، مجھے بالکل اچھا نہیں لگے گا۔''

''اچھا تو مجھے بھی نہیں لگ رہا لیکن مجبوری ہے۔'' جبرائیل نے رشنا کو راضی دیکھ کے سکون محسوس کیا۔

''مکان کا قبضہ ملتے ہی میں امی کو فورس کرونگا، باجی کے ساتھ تمہاری بھی رخصتی کروالیں۔ اور جیسے ہی لون ملے گا میں خالہ کو ان کے مکان کے پیپرز واپس کردونگا۔ آئی پرامس۔ اتنا تو بھروسہ رکھو یار مجھ پر۔''

''بات بھروسے کی نہیں ہے۔'' رشنا نے نظریں نیچی کیں۔ ''میں نہیں سمجھا سکتی تمہیں۔''

''میں نے سمجھ کے کرنا بھی کیا ہے رشنا، تم بس کسی طرح میرا لون والا مسئلہ حال کرادو۔'' دل ہی دل میں بولتا ہوا جبرائیل جان کے رشنا کے ماتھے پر پڑی ہوئی سوچ کی لکیروں سے نظریں چرانے لگا۔

''پھر کیا سوچا تم نے سارہ؟ زریاب کا کافی فورس ہے مجھ پر۔''

''سر میں نے اسے تقریباً راضی کرلیا ہے لیکن.....''

''بٹ لیکن.....'' ضمیر خان نے ادھوری بات سن کر منہ بنایا۔

''وہ کچھ پریشان سی ہے، ایکچوئلی رشنا کی جس جگہ شادی ہونی ہے وہ لڑکا کہیں دس لاکھ انویسٹ کرچکا ہے اور اب بینک نے مزید کچھ دینے سے انکار کردیا ہے۔''

''سو واٹ۔'' ضمیر خان نے ماتھے پر بل ڈالتے ہوئے اپنی کلینک کے معمولی ڈاکٹر کے فیملی مسائل سنے۔ وہ پہلے ہی کافی کچھ برداشت کرچکے تھے، ان کے لیے مشہور تھا وہ ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتے لیکن اس وقت وہ بھی مجبور تھے جیسے سارہ مجبور تھی اپنے مستقبل کے لیے، وہ جبر سے سن رہے تھے اپنے دوست اور کزن کے بیٹے کی زندگی بچانے کے لیے۔

''تھنگ سر۔ بس وہ آپ کو کلیئر کرنا تھا وہ کچھ ذہنی طور پر پریشان ہے اسی لیے آپ سے رابطہ نہیں کرپائی۔''

''دیکھو سارہ۔ میں جو یہ تم کو اتنی ہیوی اماؤنٹ دے رہا ہوں وہ تم لوگوں کی کہانیاں سننے کے لیے نہیں ہے۔ یقیناً۔''

''یس سر۔ آف کارس۔'' سارہ ایکدم بوکھلا گئی۔ وہ ابھی ایسی پوزیشن میں نہیں تھی اپنی من مانی کر سکے۔

''میں سمجھتی ہوں اس بات کو۔''

''اسی لیے یہ باتیں گھر کی حد تک رکھو اور جس کام کے لیے میں نے رشنا کو ہائر کیا ہے اس پر فوکس کرو۔''

''سر! ایک بات کہنی تھی آپ سے۔''

''ہوں بولو۔''

''وہ اگر۔ آپ۔ یونو۔'' سارہ نے اٹکتے ہوئے بات شروع کی۔

✿.....✿.....✿

''میں تم سے کچھ بات کرنا چاہ رہی تھی رشنا۔'' تبسم نے بالآخر کھل کے بات کرنا مناسب سمجھا۔

''جی خالہ۔'' رشنا نے نظریں چرائیں۔

''یہ۔'' تبسم نے حیران نگاہوں سے کمرے میں پھیلے ہوئے بیگ دیکھے ''تو تم نے فیصلہ کر لیا جانے کا۔''

''اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں خالہ۔'' رشنا نے کندھے اچکائے۔ ''ہینڈسم سیلری ہے ساتھ رہائش فری کھانا پینا ان کا۔''

''لیکن۔ لیکن.....'' تبسم کے ذہن میں وہ کروفر سے بیٹھا ہوا پٹھان لہرا گیا۔ ''وہ لوگ ہم سے بہت الگ ہیں رشنا، پتہ نہیں اس کا بیٹا کیسا ہوگا، جوان لڑکی اس طرح کسی کے ساتھ رہے۔''

''خالہ، میں ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے جا رہی ہوں۔ آپ اس میں سے جنڈر تو نکال دیں کہ میں عورت ہوں وہ آدمی ہے۔ میرے لیے وہ صرف ایک مریض ہے جس کے علاج کے لیے مجھے بہت اسمارٹ اماؤنٹ آفر ہوئی ہے۔ اور پھر مجھے صرف اپنی تنخواہ حلال کرنی ہے اور اگر وہ پٹھان زادہ کچھ گڑبڑ کریگا تو دو حروف بھیج کے اگلی فلائٹ پکڑ ونگی اور واپس۔''

''کاش تم جتنی آسانی سے کہہ رہی ہو ویسا ہو بھی۔ میرے دل میں وہم آ رہے ہیں رشنا۔''

"کچھ نہیں ہوتا خالہ۔ بے فکر رہیں بس۔ میں کوئی بارڈر تھوڑی کراس کر رہی ہوں وہ رہی وہ وادی، اور یہ رہا کراچی۔"

"رشنا۔ پشاور بہت دور ہے ادھر سے۔"

"کم آن خالہ۔ میں کونسا ہمیشہ کے لیے رہنے جا رہی ہوں۔ ویسے بھی وہ اتنی خوبصورت وادی ہے کہ اس جگہ میں ہمیشہ بھی رہ سکتی ہوں۔ ایک بات بتاؤں خالہ۔" رشنا نے تبسم کے کندھے تھام کے ان کو اپنے سے قریب کیا، کانوں کے پاس ہونٹ لے جا کے دھیرے سے سرگوشی کی۔ "میرا بچپن کا خواب تھا اس قسم کی کسی وادی میں کچھ دن رہنا۔ دیکھیں اب کیسے انتظام ہو رہا ہے۔ ہینگ لگے نہ پھٹکری اور رنگ چوکھا آئے شاید اسی وقت کے لیے محاورہ ایجاد ہوا تھا۔"

رشنا کا پرجوش انداز دیکھ کے تبسم چپ سی ہو گئیں۔

"میں نے انٹرنیٹ پر ایک ایک چیز سرچ کر لی ہے اس کی۔ پشاور سے کچھ ہی میل پر ہے کمراٹ، سوات کے پاس۔ میرا تو دل ہی آ گیا اس پر خالہ۔ آپ بس میرے لیے دعا کریں تا کہ....." رشنا نے ایک چور نظر موبائل پر ڈالی جہاں کل سے ابھی تک خاموشی کا راج تھا۔ "تا کہ میری مشکلات دور ہو جائیں۔"

"میری تو ساری دعائیں ہی تم دونوں کے لیے ہیں بچے۔ لیکن....."

"بس تو پھر کچھ نہ سوچیں۔" رشنا نے خود بھی ذہن میں آئی ہوئی سوچوں کو جھٹکا۔ "جلد ہی اس پاگل انسان کا علاج کر کے واپس آتی ہوں، جس کو اپنی زندگی کی کوئی قدر نہیں اور مرنے پر تلا بیٹھا ہے۔"

"جبرائیل کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے نا۔" تبسم نے اسے کچھ احساس دلانا چاہا۔

"نہیں۔ میں نے اسے بتا دیا تھا۔" رشنا نے تبسم کو حیران کر دیا۔ "وہ پڑھا لکھا لڑکا ہے خالہ، جانتا ہے میں ایک ڈاکٹر بن کے جا رہی ہوں اور وہ صرف ایک مریض ہے ہمارے لیے۔ اور ہاں میں نے شاید آپ کو بتایا نہیں وہ شادی شدہ ہے، یا شاید تھا۔ ایکچوئلی اس کی بیوی مر گئی تھی ایک حادثے میں۔"

"رشنا۔" تبسم نے ٹھہری ہوئی آواز میں زمانے کا تجربہ بیان کیا۔ "مرد شادی شدہ ہو یا کنوارہ۔ سب سے پہلے مرد ہوتا ہے اس کے بعد کسی رشتے سے منسلک ہوتا ہے۔"

''میں خیال رکھونگی خالہ۔ڈونٹ وری۔''

''اب تم نے فیصلہ کر ہی لیا ہے تو میں کیا کہہ سکتی ہوں۔''تبسم نے ہونٹ بھینچے لیکن رشنا کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیر کر اس کو اطمینان دلایا کہ ابھی دعا کرنے والے ہاتھ اس کے پاس ہیں۔

''ضمیر!اسے سمجھا دیانا۔''زریاب خان کی بھاری بھرکم آواز موبائل سے نکل کے کلینک کے محدود کمرے کی فضاء میں بکھر گئی۔

''اسے کون سمجھا سکتا ہے خاناں۔''ہشاش بشاش لہجے کی آواز سن کر زریاب کے ماتھے کے بل ایکدم کچھ کم ہوئے۔''تمہاری ہی اولاد ہے،تم خود سمجھا سکتے ہو تو بولو۔''

''ضمیر۔''

''ضمیر کو سونے دو خاناں۔وہ سویا ہوگا تو یہ سب کام ہو سکے گا۔''ضمیر خان نے برجستہ جواب دیا۔

''یار تہ بہ کلحہ پوھیگے۔(تم کب سدھرو گے یار)ام سخت پریشان اے۔اگلے ہفتے الیکشن کی کمپین شروع کرے یا مرنے کا شوق لیے جوان لڑکے کی چوکیداری کرے۔خانہ خراب کا بچہ۔''

''تم اس کی فکر چھوڑ دو بس اب۔پیسوں میں بہت طاقت اے۔''ضمیر خان نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ اپنے دوست کی پریشانی کم کی۔''سگے رشتوں کی بھی بولی لگ جاتی اے خاناں،وقت پر اپنے سکے شوکر نے والا ہونا چاہیے۔''

''میں کچھ نہیں جانتا،اپنا بیٹا زندہ چاہیے اور یہ مرنے والا خناس اس کے ذہن سے نکل جاوے،باقی بھاڑ میں جائے سب۔''اکتائے ہوئے لہجے میں زریاب کے لہجے کی بے زاری ضمیر کو صاف محسوس ہوئی۔''تم کب اس لڑکی کو بھیج رہے ہو،کامیج تیار کھڑا اے،بندے بھی ریڈی اے۔''

''او کے پھر شوٹائم،کس بات کا انتظار یارا۔''ضمیر خان نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجاتے بات ختم کی۔''ابھی پوچھ لیتے ہیں کب جا رہی ہے وہ۔''

''مجھے فوراً بتاؤ تاکہ باقی منصوبے پر عمل ہو سکے۔''زریاب نے منہ بناتے ہوئے کہا اور فون بند کر کے پٹخ دیا۔

''ڈاکٹر سارہ کو بھیجو، کہنا فوراً آئیں میرے پاس۔''

سر ہلاتا ہوا پیون غائب ہوا اور گہری سانس لیتے ہوئے ضمیر خان نے سر اپنی کرسی کی نشست سے ٹکا دیا۔

✿.....✿.....✿

''سوری جبرائیل۔ میں خالہ سے بات نہیں کر سکی اور کل کی فلائٹ سے جا رہی ہوں۔''

''او کے یار کوئی بات نہیں۔''

رشنا نے حیرت سے موبائل کو کان سے ہٹا کر بغور دیکھا جیسے کوئی عجوبہ لگا ہوا تھا کان سے۔

''آر یو شیور۔'' رشنا نے بے یقینی سے سوال پوچھا۔ کہاں تو وہ دن کے چھ فون کر رہا تھا اور اب ایکدم ایسے بے فکرا لاپرواہ سا انداز۔

''میرا کام ہو گیا ہے۔'' ٹھہری ہوئی آواز میں جبرائیل نے جواب دے کر رشنا کو مزید حیران کر دیا۔ ''بنا کسی سے بھیک مانگے بنا کسی کے احسان لیے۔''

''رئیلی۔'' رشنا نے خوشی سے چیختے ہوئے کہا۔ ''مجھے بتایا بھی نہیں تم نے۔ اوہ مائے گاڈ، آئی ایم سو ہیپی۔''

''تم خود ہی منہ چھپائے بیٹھ گئی تھی۔'' نہ چاہتے ہوئے بھی جبرائیل نے جتایا۔ ''میں نے تمہیں ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ میں سمجھ گیا تھا اپنے مسائل سے خود ہی نکلنا ہے تو..... نکل گیا۔''

''میں شرمندہ تھی جبرائیل۔'' دبی دبی آواز میں اپنی صفائی دینا رشنا کی طبیعت کے خلاف تھا۔

''اٹس او کے۔ دیکھو کیسے سبیل نکل آئی۔ کل تم اپنی نئی منزل کی طرف جاؤ اور میں اپنے گھر کی طرف۔''

''اپنے یا ہمارے۔'' مسکراتی ہوئی رشنا نے اپنے آپ سے ٹنوں بوجھ کم ہوتا ہوا محسوس کیا۔

''اس کا فیصلہ تو وقت کرے گا جان من''۔ جبرائیل کے انداز میں کچھ الگ تھا۔ ''تم واپس تو آ جاؤ پہلے، پھر بیٹھ کے بات کر لیں گے۔''

''میں نے کہاں جانا ہے، واپس تو آنا ہی ہے تمہارے پاس، کاش تم اس وقت تم اپنے سارے مسائل سے فارغ ہو جاؤ۔'' رشنا نے اپنے دل کی بات کہی۔

''مسائل تو ختم ہو جائیں گے کیونکہ میرے ہی ہیں اور میں ان کو حل کر سکتا ہوں۔'' ٹھہری آواز میں کچھ

جتاتا ہوا جبرائیل رشنا کو حیران کر رہا تھا۔ ''اس کے لیے کچھ کٹھن فیصلے کرنے ہوتے ہیں لیکن۔.....کرنا پڑ جاتے ہیں۔''

''مجھے تم پر یقین ہے جبرائیل۔تم سب کر سکتے ہو۔جلد ہی ہم ایک ہو جائیں گے نا۔''

''چلو یار مجھے ذرا کام ہے کچھ۔پھر بات کرتے ہیں۔'' جبرائیل نے رشنا کی بات کا جواب نہیں دیا۔

''نہیں جبرائیل میں ادھر مشکل ہی بات کر سکتی ہوں۔اس جگہ سنگلز کا ایشو ہے اور ہر ممکن کوشش کرنی ہے موبائل اس مریض کی نگاہوں سے چھپا رہے۔'' رشنا نے فوراً ہی اسے یاد دلایا۔''یونو یہ میری جاب ڈسکپر ائسن ہے۔''

''اوہ ہاں میں بھول گیا تھا۔کوئی بات نہیں۔جب تم فری ہو کال کر لینا میں تو ادھر ہوں۔'' لاپرواہی سے کہتا ہوا جبرائیل اس وقت مسکراتے ہوئے سامنے رکھی ہوئی فائل کو دیکھ رہا تھا جو اس کے روشن مستقبل کی چابی تھی۔

''او کے جبرائیل، آئی مس یو۔'' دھیرے سے کہتی ہوئی رشنا نے موبائل بند کیا اور گہری سانس لے کے اپنا سامان کمرے سے نکال کے لاؤنج میں رکھنے لگی۔اس نے غور ہی نہیں کیا کہ جبرائیل نے جواب دیئے بغیر فون بند کر دیا تھا۔

✿.....✿.....✿

''رشنا! تم نے اپنی مرضی سے یہ۔آئی مین، کوئی زبردستی تو نہیں ہے نا۔'' سارہ نے جاتے جاتے ایک بار پھر اپنی تسلی کرنی چاہی۔

''تم ایک ہی بار مجھ سے اسٹامپ پیپر پر لکھوا لو یار۔'' رشنا نے خوش دلی سے جواب دیا۔

''دیکھو آگے کچھ بھی ہو سکتا ہے، وہ امیر زادہ ہے پتہ نہیں کیسی نیچر ہو اسکی۔یونو.....'' سارہ نے ڈھکے چھپے لفظوں میں اسے وارن کرنا چاہا۔''ہم میں سے کوئی ادھر نہیں ہو گا تم اکیلے ایسے۔''

''سارہ میں سب سوچ چکی ہوں ڈونٹ وری۔میں اکیلی نہیں ایک کک اور ملازمہ ساتھ ہو گی میں نے پہلے ہی بات کر لی ہے، وہ چوبیس گھنٹے میرے ساتھ کا ٹیج ہی رہیں گے اور ہاں اس آدمی کے پیسوں والے باپ نے دو چوکیداروں کے ساتھ ایک گارڈ بھی ارینج کر دیا ہے تاکہ کوئی اسے پرچان کر نقصان نہ کر دے۔میری خاطر

نہیں تو اپنے بیٹے کے لیے تو وہ کوئی لاپرواہی نہیں کر سکتے نا۔'' رشنا نے تبسم اور سارہ کو تسلی کرائی۔ ''ویسے بھی میں کونسا ہمیشہ کے لیے جا رہی ہوں۔ جیسے ہی وہ انسان کا بچہ بن جائے گا میں واپس اپنے شہر۔''

''کاش یہ سب اتنا آسان ہو جتنا تم کہہ رہی ہو۔'' تبسم نے اس بار اپنے خیالات کو زبان دی۔

''خالہ! جاتے جاتے اچھی بات کہیں۔'' رشنا نے ٹھنک کے تبسم کے کندھے پر اپنا سر ٹکایا تو انہوں نے شکوہ آمیز نگاہوں سے سارہ کو دیکھا جس نے پھرتی سے اپنی نظریں چرائیں۔

''او کے چلتی ہوں، میری کامیابی کے لیے دعا کریں۔ سارہ وش می لک۔'' رشنا نے دونوں کو دیکھ کر الوداعی کلمات دہرائے۔

''مجھے یقین ہے یہ سفر تمہارے لیے بہترین رہے گا، اس جگہ تم اپنی زندگی کی وہ ساری نعمتوں کو پا سکوں، جس سے محروم رہی ہو۔'' تبسم ایک دم جذباتی ہو گئیں۔ ''تم دیکھنا رشنا، میرا دل کہتا ہے یہ سفر تمہارے لیے زندگی کی سب سے بہترین چیز پانے کا ذریعہ بنے گا۔''

''خالہ!'' رشنا نے بمشکل خود پر قابو پایا اور ان کے گلے لگ گئی۔

باہر سے آتی تیز ہارن کی آواز سن کے بالآخر رشنا نے الوداعی نظریں گھر کے ساتھ گم صم کھڑی ہوئی سارہ پر ڈالیں اور جانے کے لیے قدم بڑھائے۔

''مجھے معاف کر دینا رشنا۔'' لمحہ بھر کے لیے رشنا پلٹتی تو دیکھتی بھیگی ہوئی پلکوں کے ساتھ سارہ زیر لب کیا کہہ رہی ہے۔

''لیکن میرے پاس اور کوئی چوائس نہیں تھی، سب کو حق ہے اپنے خوابوں کو پانے کا۔ میں نے اور جبرائیل نے بھی بس وہی کیا ہے۔''

✿.....✿.....✿

''او کے مس رشنا صدیقی۔ تو یہ ہے تمہاری منزل۔''

وادی کمراٹ کی خوبصورت ترین وادی میں لکڑی کا بنا ہوا چھوٹا سا کاٹیج چاروں طرف سے پہاڑوں میں گھرا ہوا تھا۔ سامنے ہرا بھرا منظر اپنی طرف کھینچتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ کاٹیج کے بالکل سامنے چار سو گز کے فاصلے

پر بہتی ہوئی خاموش نہر رشنا کو کچھ دیر کے لیے ساکت کر گئی۔ ائر پورٹ سے تین چار گھنٹے کا جان لیوا سفر اور ساتھ ہی پراڑوں کے ناہموار روڈ نے اس نے انچر پنچر ہلا دیے تھے۔ لیکن کاٹیج کی کھڑکی کھولتے ہی وہ بت بن چکی تھی۔

''اف۔ اس جگہ تو میں ساری عمر رہ سکتی ہوں۔'' رشنا بے اختیار ہی نہر کے طرف بڑھ گئی۔ ''کاش میرا اپنا گھر ہوتا یہ۔'' حسرت سے دروازہ پار کرتی ہوئی رشنا نے گہری سانس لے کر آس پاس کی مہکتی ہوئی صاف ستھری ہوا اپنے اندر بھری۔ یہ جانے بغیر کہ کوئی دعا ہونٹوں سے آزاد ہونے سے قبل ہی قبول ہو جاتی ہے۔

''بی بی۔ او بی بی۔'' چیختی ہوئی آواز نے رشنا نے بڑھتے ہوئے قدم روک دیے۔

''یس۔''

''پھون اے تمہارے واسطے۔''

منہ بناتی ہوئی رشنا نے ایک نظر نہر پر ڈالی۔ نوکری کی تے نخرہ کی۔

''تو م پرنچ گیا بی بی۔ امید ہے سفر مفرا چھا گزرا ہوئے گا۔''

کرخت آواز میں نرمی ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملی۔ رشنا نے جی کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ اگلی آواز نے اسے خاموش کر دیا، یقیناً فون کے دوسری طرف موجود بندے کو رشنا کے جواب کی کوئی حاجت نہیں تھی۔

''اسفند یار! تم کو ایک بار پھر ہر چیز سمجھائیں گا۔ ابی تمہارا کام اے اسفند یار کی بات کو یاد رکھنا امارے لیے اس دنیا میں سب سے اہم زویل اے، اگر اسے انجانے میں کوئی تکلیف بی ہوئی تو جوابدہی تمہاری ہوگی۔ ام پانی کی طرح پیسے بہایا اے، اپنے اکلوتے بیٹے کو واپس پانے کے واسطے۔ تو مہارے پاس الیکشن ختم کا وخت اے بی بی۔ الیکشن شروع ہوتے ای ام کو امارا بیٹا پشاور میں چاہیے۔ تمہارے کو جو چاہیے بنا سوچے اسفند کو بولو۔ چار گارڈ ہر وقت کاٹیج کے باہر ادر گرد پھلا اے۔ کھترے متر ے کی کوئی بات نا ہی اے۔ لیکن ام سیاست دانوں کے سو دوست تو سو دشمن۔ پیسہ ہونا بھی موشکل اے اس ملک میں۔ کوئی بھی کہی سے وار کر سکتی اے۔ خیر تو م کیا جانے یہ باتیں۔ بس یہ سمجھ لو، زویل زندہ چاہیے میرے کو۔''

''وہ۔ایکسکیوزمی۔'' رشنا نے مہذب انداز میں زریاب خان کی بات میں لمحہ بھر کا وقفہ پاتے ہی اپنی بات کہنی چاہی۔لیکن وہ ایک بار پھر ناکام ہوئی۔

''اسفندیار دایاں ہاتھ اے۔ہر دس دن بعد کسی بھی بہانے کا چکر لگائے گا۔تو م کو کوئی کام وام ہوئے اسے کہنا، پر وہ نہ ہی۔ویسے تو م کک کے ذریعے بھی پیغام دے سکتا اے۔او نیچے میدان میں بازار جائیں گا تو فون کرلے گا اسفندیار کو۔گل جاناں بھروسے کی عورت اے۔کک کی بی بی اے، وادی میں رہتی اے۔اگر کوئی ایمرجنسی ہوا تو اسے بتانا۔وہ جانتا اے کہاں کہاں گارڈ اور چوکیدار کھڑے ہونگے۔یہ وادی ہمارا آبائی اے، ڈرنے ورنے کی کوئی ضرورت نہیں، گھومو پھرو کھاؤ جو دل چاہے کرو، لیکن امارا بیٹا ٹھیک کرکے دیو امارے کو۔اور ہاں۔''

یہ لمحہ بھر کی چھائی خاموشی یقیناً سانس بھرنے کی تھی۔

''اے بات ذہن میں بٹھالو۔اگر تو م فون مون لائی ہے تو، او زویل کو دکھائی نا دیوے، ورنہ وہ اپنے کسی دوست کو فون کرکے نکل جائیں گا یا ہمیں فون کریگا تو ام مجبور ہوجائے گا اس وادی سے نکالنے کے لیے۔جوان خون اے ایک حد تک ہی قید کرسکتا اے نا۔امارا خیال اے تو م ہر چیز سمجھ ہی گیا ہوگا۔ضمیر خاناں کسی لاابالی آدمی کو زویل نا ہی سونپ سکتا اے۔خیر ابی اسفند آجائیں گا وہ بھی تو م کو بریف دیگا۔ٹیک اے نا۔او کے۔زویل اب تمہارا ہوا، اس کی ساری تمہاری زمہ داری اے۔''

رشنا تو بت بنی زریاب خان کی باتیں سن رہی تھی، ایکدم جھینپ گئی۔زویل اب تمہارا ہوا۔سلگتے چہرے سے دھواں سا نکلتا محسوس ہوا۔دوسری طرف زریاب روانی میں اپنی ہی بات بیان کرتے جارہے تھے۔

''ویسے تو ام نے ہر ممکن بندوبست کرلیا اے، وہ وہاں سے نکل نا پائے۔باقی کا کام تمہارا اے، اور اس بات کی گارنٹی ام تو م کو دیتا اے، تمہاری عزت کو کوئی خطرہ نہیں، اصلی اور نسلی پٹھان اے امارا زویل خاناں۔''

فخر اور مان بھرا لہجہ ایک باپ کا ہی ہوسکتا تھا۔

''تو م بے فکر ہوکے رہو اور امارا بیٹا امارے کو دے دیو۔'' بات ختم ہوتے ہی وہ آواز فوراً ڈوب گئی۔

''ٹون ٹون۔''

بند ہوتے موبائل کی آواز سن کر رشنا اپنے ہوش میں واپس آئی۔یہ کیا تھا۔کوئی ایسے بھی بات کرسکتا ہے

بھلا۔رشنا نے اپنا گلا خشک ہوتا ہوا محسوس کیا، کیا یہ مجھے زرخیز باندی سمجھ رہے ہیں۔طیش کی ایک لہر رشنا نے اپنے اندر محسوس کی۔حکم پر حکم دیئے چلا گیا اللہ کا بندہ۔کوئی ایٹی کیٹس نامی چیز ہی نہیں تھی۔اف۔بڑے ہونے کا یہ مطلب کب سے ہوگیا کسی کی بھی بے عزتی کردو۔

لیکن بے عزتی تو نہی کی۔ایکدم رشنا کے اندر آواز ابھری، ایز آ باس تمہاری جاب کی تفصیل ہی تو بتائی ہے اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے۔"

"لیکن کوئی تمیز ہوتی ہے بات کرنے کی، اگلے بندے کی رائے بھی تو پوچھی جاسکتی ہے۔"

"تو ان کا سیکرٹری آتا تو رہا ہے بی بی۔"

رشنا کے اندر ہی سوال جواب جاری تھے۔یہ اس کی پرانی عادت تھی، خود ہی اپنے سارے مسائل سکون تحمل کے ساتھ تجزیہ کرنا اور پھر جا کر کوئی حتمی فیصلہ لینا۔اور ایک بار پھر یہ فارمولہ کامیاب ہوا۔دھیرے دھیرے رشنا ٹھنڈی ہوتی گئی لیکن خشک ہوتا گلا پانی مانگ رہا تھا۔پانی کی تلاش میں کچن تک آئی اور ایک بار پھر کھڑی رہ گئی۔ جہاں ایک طرف زریاب علی خان کے کہے ہوئے الفاظ اپنی پوری آب وتاب سے اس کے ذہن میں گونج رہے تھے وہیں نظروں کے سامنے اب تک کی گزری ہوئی زندگی کا سب سے شاہکار کچن تھا بلکہ وہ کچن کیا تھا، بہترین لوازمات سے سجا ہوا ایک منی شوروم تھا۔

پیسے والوں کی زندگی بھی کیا مزے کی ہوتی ہے۔رشنا نے رشک سے ایک ایک چیز پر ہاتھ پھیرا اور گھوم پھر کر گھر دیکھنے لگی۔لکڑی کا بنا ہوا خوبصورت کچن، لاؤنج، ایک بیڈروم نیچے تین اوپر۔جگہ جگہ خوبصورت غالیچے، قالین۔آتش دان کے چاروں طرف لکڑی کے کام والے ستون۔اوپر جس بیڈروم کا انتخاب اپنے لیے کیا تھا اس کے ٹیرس کے عین سامنے بہتی ہوئی نہر۔اور اس کے پار اونچے نیچے مختلف سائز کے زمین کے سینے پر گڑے ہوئے پراڑ، جن کی بلندیوں کے سامنے انسان خود کو اس وقت تک حقیر سمجھتا ہے جب تک اسے تسخیر نہ کرلے۔

پتہ نہیں کون خوش نصیب ادھر رہتے ہونگے۔کاش میں ادھر ہی رہ سکتی۔دل سے بے ساختہ نکلی ہوئی دعا قبولیت کے دروازے تک پہنچے والی تھی۔

''بی بی! میں اسفندیار ہوں۔ خان صاحب نے بتادیا ہوگا میرے بارے میں۔''

ادھیڑ عمر کالے اور سفید بالوں کے مالک گورے چٹے پٹھان نے ایکدم رشنا کے پیچھے سے بلند آواز میں اسے مخاطب کیا، رشنا جو بے فکری سے اپنے لیے کافی بنا رہی تھی اس کے ہاتھ سے کافی کا مگ چھوٹ گیا۔

''اوہ آئی ایم ساری۔ میرا ارادہ آپ کو ڈرانے کا نہیں تھا۔'' مہذب انداز میں بولتا ہوا پٹھان سراپا معذرت بن گیا۔ وہ یقیناً اپنی طرف سے بہترین اردو بولنے کی کوشش کر رہا تھا، لیکن پٹھانی لہجہ اس گلابی اردو کو خوبصورت بنا رہا تھا۔

''کوئی بات نہیں، ایکچوئلی میں اپنے ہی خیالات میں گم تھی۔ اٹس اوکے۔''

اب رشنا کیا بتاتی وہ کل سے اسی وقت کے بارے میں سوچ سوچ کر پریشان ہو چکی تھی، جو ایک دم سر پر آ گیا تھا۔

''میں نے دروازہ ناک کیا تھا لیکن آپ شاید۔'' کندھے اچکاتے ہوئے اسفند نے مسکراتے ہوئے رشنا کو حوصلہ دیا۔ ''تو م کافی کیوں بنا رہا ہے، گل جاناں کہاں ہے؟''

''وہ نیچے گئی ہوئی ہے۔ کل سے کچن بھرپور آباد ہو جائے گا تو یونو۔ سامان وغیرہ۔'' رشنا نے بہتی ہوئی کافی کو دیکھ کر مایوسی سے سر ہلایا۔ ''اب گل جاناں آئے تو کافی بن سکے گی، یہ آخری ہی کپ کی کافی بچی تھی۔''

''اوکے۔ چلیں آئیں میں آپ کو تفصیل سے ہر چیز بتادوں تاکہ کسی بھی قسم کی غلطی کا امکان نہ ہو۔ زویل بہت ہوشیار ہے۔''

نہ چاہتے ہوئے بھی رشنا نے صاف محسوس کیا زویل کا تذکرہ کرتے وقت اسفند کے لہجے میں صرف اور صرف پیار بھرا ہوا تھا۔ ایک لاڈ تھا جسے محسوس کیا جا سکتا تھا۔

''میرے ہاتھ کا پالا ہوا بچہ اے، بس کچھ ذہنی طور پر الجھ گیا ہے۔ ورنہ..... خیر۔''

''ہوتا ہے ہوتا ہے۔ انسان روبوٹ نہیں ہے جو ہر وقت پرفیکٹ رہ سکے۔ جسمانی اور ذہنی طور پر ایسے اٹیک ہونا نارمل چیز ہے، لیکن ان پر جلد قابو پانا ہی انسانی معراج ہے۔'' پروفیشنل انداز میں مسکراتی ہوئی رشنا اسفند کو متاثر کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ ''آپ مجھے مسٹر زویل کے بارے میں جو بتا سکتے ہیں بتادیں تاکہ میں کیس

بہتر طور پر ڈیل کر سکوں، اس پورے کیس کو سلجھانے کے لیے مجھے مریض کی پوری ہسٹری معلوم ہونی چاہیے کیونکہ وہ جسمانی اور ذہنی دونوں کنڈیشن میں بیمار ہے تو یقیناً چڑچڑاہٹ کا بھی شکار ہوگا، کوئی بھی بات اپنے مزاج کے خلاف برداشت کرنا مشکل ہوگی اسے۔"

"ہوں۔" گہری سانس لیتے ہوئے اسفندیار نے سامنے کھڑی ہوئی خوبصورت روشن آنکھوں والی لڑکی کو دیکھا۔ جو کہیں سے بھی پروفیسر نہیں لگ رہی تھی، لیکن اس کے بارے میں پورا بائیو ڈیٹا اس وقت اسفند کے موبائل میں موجود تھا۔ جبرائیل سے لے کے رشنا کے چاچا تک کی پوری معلومات انہیں ازبر تھی۔ باوجود فیملی مسائل کے متاثر کن تعلیمی ریکارڈ، کراچی کے مشہور زمانہ اخبار کے ہفتہ وار کالمز، انٹرنیٹ پر نفسیاتی مسائل کو حل کرتے آرٹیکلز اور اب آنے والی کتاب کے لیے فالورز کا انتظار، جس کے مضمون ابھی سے مارکیٹ میں دھوم مچانے لگے تھے۔ کل ملا کے رشنا صدیقی اپنے کام سے ایمانداری نبھانے والی لڑکی تھی۔ اور اب وہی لڑکی اپنی ہر چیز چھوڑ چھاڑ کر ان کے زویل کے لیے اپنی مصروف زندگی سے کچھ وقت نکال چکی تھی، بے شک وہ پیسوں کی خاطر یہ کام کرنے مجبور تھی لیکن اسفند جانتے تھے یہ رشنا کے لیے مشکل ترین کیس ثابت ہونے والا ہے۔

یا تو رشنا صدیقی، زویل علی خان کو زندگی کی طرف واپس لے آئے گی یا زویل علی خان کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچ جائے گی۔

✿.....✿.....✿

"دیکھیں سر۔" رشنا نے تحمل سے پوری بات سنتے ہی اسفند علی کو ٹوک دیا۔ "مجھے یہ سب فلمی کہانی لگ رہی ہے اور اس کے فیل ہونے کے سو فیصد چانس ہیں۔ میرا نہی خیال یہ منصوبہ ورتھ کرے گا۔" صاف گوئی سے بولتی ہوئی رشنا اسفند کو مزید بھا گئی۔ "جیسا کہ آپ کہہ چکے ہیں، مسٹر زویل صرف ذہنی طور پر کچھ الجھے ہوئے ہیں لیکن بے وقوف نہیں ہیں تو۔ سوری میرا ووٹ اس منصوبے کے لیے بالکل نہیں ہے۔"

"پہلی بات میں تمہارا استاد نہیں ہوں۔ اسی لیے یہ سر ور چھوڑو اور سیدھا سادا چاچا یا کا کا بولو۔ زویل بھی یہ ہی بولتا ہے۔" شفقت سے مسکراتے ہوئے اسفند نے انجانے میں رشنا کے زخم ادھیڑ دیئے۔ "دوسری بات ہم ادھر بیٹھے ہی اسی لیے ہیں، مل کے کوئی کہانی بنالیں تاکہ بعد میں اس کا کور بھی کریں اور زویل کو اس جگہ قید کرنے

کے سارے بہانے بھی بنائیں۔"

"چاچا۔" رشنا کے ذہن میں بھاری بھرکم قدرے ادھیڑ عمر اپنے سگے چاچا کی شبیہہ ذہن میں لہرا گئی۔ جب وہ اور چاچی مل کے اسے اپنے ہی گھر سے دھکے دے کے باہر نکال رہے تھے اور وہ کم سن بکھرے ہوئے بال، پھٹے کپڑوں کے ساتھ ایک چپل پرنی ویران روڈ پر کھڑی تھی۔ جائے تو کہاں جائے۔

"اگر تمہارے پاس کوئی متبادل پلان ہے تو بتادو، اب زویل تمہاری بھی اتنی ہی ذمہ داری ہے جتنی میری۔"

"تم میری زمہ داری ہو رشنا۔ چلو گھر چلو۔" رشنا کے ذہن میں بھولی بسری تلخ یادیں تازہ ہونے لگیں۔

"میں تمہاری خالہ ہوں، میرا حق ہے تم پر۔"

"میرا خیال ہے اس کو اور گھر میں رکنے کی کہانی تم ہی بنالو۔" اسفندیار اپنے ہی دھن میں بولے جارہے تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے اس وقت رشنا کس جذباتی کشمکش میں پھنس چکی ہے۔

"یہ گھر بار اور کاروبار دے دو اپنے چاچا کو۔ وہ تمہیں اپنے معذور بیٹے کے ساتھ نتھی کردیگا۔ اس سرونٹ کوارٹر میں کب تک چھپی رہو گی میری بچی۔" تبسم کے بھیگے لہجے نے رشنا کو زندہ رہنے پر مجبور کیا۔ "مجھے جیسے ہی رحمت نے بتایا میں اسی وقت گھر سے نکل گئی تھی لیکن یہ سب ہو گیا ہے اس کا علم نہیں تھا۔ پیسوں نے کس قدر خون سفید کردیا ہے کاش مجھے اندازہ ہوتا۔ تو میں تمہیں اس گھر میں رکنے کی اجازت ہی نہیں دیتی۔"

"سن رہی ہو نا۔ رشنا، رشنا۔" بلند ہوتی آواز رشنا کو کامیج کے سرد ماحول میں لے آئی۔ جہاں سامنے بیٹھا ہوا شخص اسے آفر دے رہا تھا وہ اسے چاچا بولے، لیکن یہ لفظ رشنا اپنی زندگی سے نکال چکی تھی۔

"بولو کیا کہتی ہو؟"

"کس چیز کے بارے میں؟" رشنا کے منہ سے بے ساختہ نکلا جسے سن کے اسفند سمجھ گئے رشنا ذہنی طور پر اس وقت ادھر نہیں ہے۔

"کیا تم کچھ ڈسٹرب ہو بچے۔ دیکھو اس کام کے لیے تم اہمیت رکھتا ہے، اسی لیے ٹینشن فری رہو تا کہ۔ تم سمجھ رہا ہے نا۔"

اقرار میں سر ہلاتی ہوئی رشنا اسفند کی زیریں نظر کی قائل ہو گئی۔

''میں تمہیں اس بات کا یقین دلاتا اے، جب تم واپس اپنے شہر جائے گا تو اپنی چھوڑی ہوئی ایک ایک چیز کو حاصل کر لے گا۔ وہ چاہے تمہارے ماں باپ کا گھر ہو یا جبرائیل کا ساتھ۔''

حیرت سے آنکھیں دوگنی ہو گئیں لیکن اسفند نے پہلی اور آخری بار اس ٹاپک کو کلوز کرنے کے لیے مزید بات جاری رکھی۔ ''ہاں ہم تمہارے بارے میں ایک ایک بات جانتا اے۔ بے شک ضمیر خاناں یا بڑے خاں صاحب تم سے نہیں ملے لیکن وہ بھی تم کو تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ اسی بات سے اندازہ لگالو، زویل ہمارے لیے کتنا قیمتی ہے۔ اور اب تم اس کے پاس ہو یعنی تم بھی قیمتی ہو۔''

دھیرے سے مسکراتے ہوئے اسفند نے رشنا کی ذات اونچی کر دی۔

''اسی لیے مجھے اپنا سمجھو اور اپنے سارے مسائل میرے سپرد کر دو، تم کو مایوسی نہیں ہوگا میرے بچے۔''

بھیگی پلکوں پر آئی نمی اسفند کو اپنے اندر اترتی ہوئی محسوس ہوئی۔

''رشنے! مجھے پر بھروسہ رکھو میں تیرے سارے مسئلے ختم کر سکتا اے۔''

اسفند بے شک صاف اردو بولتے تھے لیکن کبھی کبھار روانی سے بولتے ہوئے وہ بھی تھا اور تھی میں گڑبڑ کر رہے تھے۔

''رشنے!''

رشنا نے بے ساختہ ہی اسفند کو دیکھا جو اپنی ہی دھن میں اسے مطمئن کر رہے تھے۔

''میں تم سے وعدہ کرتا اے، جیسے ہی زویل ٹھیک ہوگا تم اپنے گھر خیر خیریت سے پہنچا دی جاؤ گی۔ میری بھی دو بیٹیاں ہیں میں جانتا اے لڑکیوں کی عزت کتنی نازک ہوتی اے۔ اسی مافق گل جاناں کا دن رات بندوبست کیا ہے تا کہ اس جگہ، تم اکیلی نہیں رہو، زویل کے ساتھ۔''

سسکیوں کی گھٹی گھٹی آواز نے اسفند کو ایک بار پھر رکنے پر مجبور کر دیا۔

''کیا میں نے کچھ غلط کہہ دیا رشنے! دیکھو کوئی بات ہے تو کھل کے کہو لیکن ایسے مت رو۔''

''نہیں۔'' رندھے ہوئے لہجے میں رشنا نے بمشکل سر ہلایا۔ ''رشنے! میرے ابو مجھے کہتے تھے، اور ان کے جانے کے بعد آج۔ اتنے سالوں بعد۔ وہ۔ میں۔ ابو۔'' گیلی آنکھوں نے باقی کی بات با آسانی اسفند کو سمجھا دی

،انجانے میں انہوں یقیناً اسفند نے رشنا کے زخم ادھیڑ دیئے تھے۔

''آپ بے فکر رہیں چاچا۔ میں زویل کو واپس زندگی کی طرف لے آؤنگی، میرے لیے یہ اب کام نہیں ایک چیلنج ہے۔ بھیگی پلکیں، رندھا لہجہ، گیلی آنکھیں مل کے اسفند کو سمجھا گئی تھیں، اب ان کو کچھ بھی سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بالآخران کے زویل کے لیے قدرت نے بہترین اور خوبصورت تحفہ بھیج ہی دیا تھا۔

''بے شک آپ میرے لیے کوئی زحمت مت کریں۔ گھر اور کاروبار پر مجھے صبر آچکا ہے، میرے لیے اس بھری دنیا میں کوئی پریشان ہونے والا ہے یہ اس بات کا احساس بھی کافی ہے۔'' رشنا نے حوصلے سے جواب دیا۔

''چلو یہ بات بعد میں دیکھیں گے ابھی تم تو بتاؤ پھر ہم زویل کو کس طرح اس جگہ رکنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔'' اسفند نے سکون بھری سانس لی۔

''رشنا کو کچھ ہوا تو میں خود کو کبھی معاف نہیں کر پاؤنگی سارہ۔'' تبسم نے سارہ کے بے فکری انداز کو دیکھا جو اپنے لیپ ٹاپ پر جدید طرز کے کلینک کے نقشے سرچ کر رہی تھی۔ اس کے ایک ایک انداز سے سکون اور اطمینان چھلک رہا تھا۔

''ارے امی!'' سارہ نے لاپرواہی سے انہیں دیکھا۔ ''وہ بچی نہیں ہے، اپنی مرضی اور خوشی سے گئی ہے۔ ویسے بھی ہم اسے مجبور تو کر سکتے تھے نا۔''

''پھر بھی۔'' تبسم کی آنکھوں میں ان کی مری ہوئی بہن کی تصویر امڈ آئی۔

''جیسے مجھے کلینک کا لالچ ہے اسی طرح اسے اپنی کتاب اور شادی کا لالچ ہے پیاری امی۔ اس نفسیاتی لڑکے کے باپ کے پاس بہت پیسہ ہے اور اس سارے گیم میں کوئی رسک نہیں۔ آپ بے فکر رہیں بس۔ میں رابطے میں رہونگی رشنا سے۔''

''کیا تم نے اسے پوری بات بتادی تھی سارہ۔'' ٹھہرے ہوئے لہجے میں سوال سن کے سارہ کا ہاتھ جہاں تھا وہیں رک گیا۔ ''جوان لڑکی ہے ایسا نہ ہو کہیں منہ دکھانے کے قابل.....''

''امی۔ میں نے جبرائیل کو بتادیا تھا، اور اسے کوئی اعتراض نہیں تھا اس بات پر۔'' آہستگی سے کہتی ہوئی

سارہ نے تبسم کی شکایتی نظروں سے اپنی نظریں چرائیں۔ ''جبرائیل کو پیسے چاہئیں تھے اور مجھے زمین کی فائل۔ جیسے رشنا کو اپنی کتاب پبلش کرانی ہے اور لاکھوں روپے کی سیلری صرف ایک مریض کا علاج کرنے کے لیے۔ یہ سب گیو اینڈ ٹیک کا اصول ہے، کسی نے کسی کو مجبور نہیں کیا۔ سب نے اپنی خوشی سے فیصلہ لیا ہے یا یوں کہہ لیں، سب نے اپنی اپنی مجبوریاں کیش کروائی ہیں۔ کسی نے کھل کے تو کسی نے چھپ کے۔''

''جبرائیل سے مجھے اتنی خودغرضی کی امید نہیں تھی۔'' تبسم نے گہری سانس لی۔ ''تم سب نے، بلکہ مجھ سمیت ہم سب نے رشنا کو پوری بات نہ بتا کر ظلم کیا ہے اس پر۔ اگر اسے بعد میں معلوم ہوا تو..... کہ ہم سب نے اسے۔''

''اس کا بھی علاج ہے ہمارے پاس۔'' دھک دھک کرتے دل کے ساتھ سارہ نے اپنے لیپ ٹاپ سے ایک خالی پیپر نکالا جس کے نیچے رشنا کے سائن تھے۔ ''ہم اس کو استعمال کر سکتے ہیں۔ ہم اس پر لکھ لیں گے رشنا نے اپنی مرضی سے یہ کیس لیا تھا، ہمارا اس پر کوئی پریشر نہیں تھا نہ ہی ہم نے اسے زبردستی شہر سے دور کسی انجان مریض کے پاس اکیلے رہنے پر فورس کیا ہے۔''

تبسم پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنی پیٹ جنی اولاد کو دیکھتی رہ گئیں۔

''اتنی چالاکی، اتنی ہیرا پھیری، کہاں سے سیکھ لی سارہ تم نے؟''

''وقت سب سکھا دیتا ہے امی۔ میں سالوں دن رات بھی کام کرتی رہتی تو یہ موقع نہیں مل سکتا تھا جو ایک ذرا سی محنت سے مل گیا، اچھی اور خوشحال زندگی پانے کے لیے اتنی خودغرضی جائز ہوتی ہے۔'' سارہ نے کندھے اچکا کے تبسم کے ساتھ خود کو بھی تسلی دی۔ تبسم کے پاس کچھ نہ تھا کہنے کو۔ جب اپنی اولاد کے سامنے بہن کی اولاد ہو تو فیصلہ خود بخود ہی اپنی سنتان کی طرف ہو جاتا ہے۔

✿.....✿.....✿

''تمہاری بات میں زیادہ دم ہے۔'' اسفندیار نے کھلے دل سے رشنا کو سراہا۔ ''میں ابھی تمہاری بات زویل کے ساتھ آنے والے گارڈ سے کراتا ہوں تاکہ یہ پوری تفصیل تم اسے سمجھا دو۔ میں نہیں چاہتا کوئی بھی کمی رہ جائے، زویل بہت ہوشیار بندہ ہے اگر اس نے بھانپ لیا کہ اس کے ساتھ کوئی کھیل کھیلا جا رہا ہے تو۔''

رشنا کے جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔

''لیکن تم بے فکر رہو، ہماری شامت آئے تو آئے لیکن تم پوری طرح محفوظ ہو۔'' اسفند نے رشنا کے چہرے پر پھیل جانے والی پریشانی محسوس کی۔ ''اس پورے منصوبے میں تم اپنا اہم کردار تو بھول گئی ہو۔''

''وہ کیا۔'' رشنا نے بے ساختہ سوال پوچھا۔

''تم ایک ناول رائٹر بن جاؤ جو کچھ دن کے لیے اس جگہ کرائے پر آئی ہے تاکہ اپنی کتاب مکمل کر سکے، رہی بات تمہارے پروفیشن کی تو یہ بھی ایک معزز پیشہ ہے۔ لکھنا۔ اگر وہ کسی بھی طرح تم کو سرچ کرنا چاہے گا یا تمہاری سچائی کنفرم کرنا چاہے بھی تو مسئلہ نہیں ہوگا، تم اپنے سامان کے ساتھ کتابیں تو لائی ہونا۔ ام ابھی شہر سے وہ اخبار بھی خرید کے بھیج دے گا جس میں تمہارے آرٹیکل چھپے ہیں تاکہ ثبوت بھی پکا ہو جائے۔''

''ہوں۔ ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ۔'' رشنا نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔ ''میری کتابیں ویسے بھی اوپر والے کمرے میں ہیں، وہ کم از کم بھی کچھ دن سیڑھیاں نہیں چڑھ سکے گا، اس کے بعد کی اسٹریٹجی دیکھ لیں گے۔ کیا سوٹ کرتا ہے۔ لیکن اسے تسلی دینی بھی ضروری ہے کہ میں رائٹر ہوں، اسی لیے اس جگہ اپنی کتاب مکمل کرنے آئی ہوں ورنہ وہ یقیناً سوچے گا شہر سے دور اس جگہ ایک لڑکی کیوں پڑی ہے۔ ویسے لکھنا اور لکھانا حقیقت بھی تو ہے۔ میں واقعی اپنی کتاب مکمل کرنا چاہتی ہوں۔'' دھیرے سے مسکراتی ہوئی رشنا نے اسفند کا بھی حوصلہ بڑھا دیا۔

''او کے پھر۔ میں چلتا ہوں، شام ڈھلے وہ آجائے گا تم تیار رہنا۔ اور ہاں رشنے۔ وہ نفسیاتی مریض نہیں ہے نہ ہی کوئی پاگل واگل ہے۔ صرف محبت کا مارا ہوا ہے، خود ترسی کا شکار ہے۔ وہ بھی اپنی جائز بیوی کی جدائی۔ تم جانتا اے نا۔ بس یہ بات بھولنا نہیں۔''

رشنا جو اس وقت زویل کو دل ہی دل میں پاگل کہہ کے برا بھلا بول رہی تھی ایکدم جھینپ گئی۔

''جی جی۔ جی بالکل، آپ بے فکر رہیں۔''

''مجھے امید ہے، ہم سب اپنی اپنی منزل تک ضرور پہنچ جائیں گے۔'' اسفند نے مسکراتے ہوئے رشنا کے ساتھ خود کو بھی تسلی دی اور باہر جانے کے لیے قدم بڑھا دیئے۔

پراڑی علاقے میں شام ڈھلے ہی تیزی سے اندھیرا پھیل کر لوگوں کو گھروں کی حد تک محصور کر دیتا تھا۔ لیکن آج رشنا کو فطری گھبراہٹ ہو رہی تھی، اس وقت وہ پوری طرح تیار تھی کسی بھی قسم کی انہونی کے لیے۔ نظریں ٹک ٹک کرتی گھڑی پر لگی ہوئی تھیں جہاں آٹھ بجتے ہی اس کی زندگی کا اہم موڑ شروع ہونے والا تھا۔

''کہیں میں نے کوئی غلطی تو نہیں کر دی۔'' رشنا کے ذہن میں ایکدم ایک سوچ ابھری جس نے اس کے جسم وجان میں سنسنی پھیلا دی تھی۔

''اب تو کچھ نہیں ہو سکتا، میں واپس نہیں جا سکتی نہ ہی کسی کو مدد کے لیے بلا سکتی ہوں۔'' رشنا نے گہری سانس لیتے ہوئے خود کو سمجھایا۔

''رشنا بی پازیٹو، وہ بے شک ایک مرد ہے لیکن ایک مریض بھی ہے اور تم ڈاکٹر ہو جو اس کا علاج کر سکتی ہو۔ وہ تمہارے بہتر اور روشن مستقبل کی چابی ہے۔ جتنا جلدی اس کی نفسیاتی الجھن سلجھاؤ گی اتنی ہی جلدی واپس جا کر اپنی زندگی جی سکو گی۔ حوصلہ کرو حوصلہ۔ تم اکیلی نہیں ہو اس کیمپ میں۔''

رشنا نے کن انکھیوں سے کچن میں کافی بناتی ہوئی گل جاناں کو دیکھا جو مگن سی کام کر رہی تھی۔

''گل جاناں کے ساتھ اس کا شوہر بھی ہے۔ اگر کوئی مسئلہ ہوا تو۔ دیکھا جائے گا۔''

آٹھ بجتے ہی اس کے موبائل نے الارم بجایا اسی کے ساتھ رشنا نے پھرتی سے اپنا موبائل بند کیا اور اوپر جس کمرے میں اس کی رہائش تھی اس میں موجود اپنے ہینڈ بیگ میں رکھ کر زپ بند کر دی۔

''شو ٹائم۔''

رشنا نے گہری سانس لی اور ساتھ ہی شال اپنے گرد لپیٹ کر کاٹیج سے باہر جانے کے لیے پر تولے جہاں زندگی اس کے لیے کچھ نئے سرپرائز لیے منتظر کھڑی تھی۔

✿.....✿.....✿

''گل خان، مونگ چیرتہ یو، داز مونگ علاقہ نہ دہ۔ (ہم کہاں ہیں گل خان۔ یہ اپنا علاقہ تو نہیں ہے)۔ زویل نے جیب سے باہر جھانکتے ہوئے ساتھ بیٹھے ہوئے ڈرائیور سے پوچھا ساتھ ہی کراہ کے پہلو بدلا۔

''خان جی، مشر خان، وویل چی دا سرک واخلو، دابل سرک باندے دشمنان ناست دی (بڑے خاناں نے

کہا تھا یہ والا راستہ لینا، دوسرے راستہ پر ان کے کوئی دشمن موشن گھات لگائے بیٹھا اے)۔" سکون سے جھوٹ بولتے ہوئے گل خان نے احتیاط سے خطرناک موڑ کاٹا۔

"مجھے بتایا کیوں نہیں پھر۔" زویل نے چڑچڑاتے ہوئے اپنے پلاستر میں جکڑے ہاتھ کو ہوا میں لہرایا تو درد کی ایک لہر اس کے بازو میں دوڑ گئی۔ "کمراٹ سے جانا کیوں ضروری تھا، اس کی تو ساری روڈز ہی ٹوٹی ہوئی ہیں۔"

"خان جی! مجھے بھی نکلتے نکلتے ہی اسفند خاناں نے بتایا تھا۔" لاچاری سے بولتا ہوا گل خان فوراً ہی اپنے چہرے پر مسکینیت طاری کر گیا تاکہ زویل کو اس پر ترس آجائے۔ "پہلے معلوم ہوتا آپ کو بھی بتا دیتا۔"

"اچھا اچھا۔ لیکن راستہ معلوم ہے نا، ام کوئی مدد نہیں کر سکتا اگر اس وقت کوئی غلط موڑ لیا تو۔ ایسا نہ ہو کہیں آگے جا کے پھنس جائیں ام ٹوٹا ٹانگ کے ساتھ چل بھی نہیں سکتا۔" منہ بناتے ہوئے زویل نے ایک نظر اپنی پلاستر شدہ ٹانگ پر ڈالی جس نے اسے آزادی سے چلنے پھرنے سے محتاج کر دیا تھا۔

"فکر مہ کوئی خان، دا زمونگ کلے دہ، بس وس سوک سپیرہ ملاؤ نشئی۔" (بے فکر خان جی۔ یہ ہمارا علاقہ ہے۔ بس کوئی خبیث نہ ملے تو ہم کچھ ہی دیر میں)

تڑتڑ۔ تڑتڑتڑتڑ۔

"خان کینے پرشا۔" (نیچے ہو جاؤ خان جی)۔ گل خان نے چیختے ہوئے تیزی سے گاڑی بھگائی۔ "دشمن مونگ پر سے دی۔ (لگتا ہے دشمن ہمارے پیچھے ہے)

"داسہ دی گل خان!" (یہ کیا ہو رہا ہے گل خان)۔ حلق کے بل چیختے ہوئے زویل نے سوال پوچھا۔

"مونگ پسے سوک ڈزے کئی، تہ ماتہ ٹوپک راکا۔ (کون ہم پر فائرنگ کر رہا ہے۔ گن دو مجھے)۔"

زویل بھول گیا ایک ہاتھ سے گن نہیں چلا سکتا۔

"اوہ شٹ۔" بروقت زویل کو یاد آیا اس نے بے بسی سے گل خان کو دیکھا جو چہرے پر پریشانی سجائے دائیں بائیں بھی دیکھ رہا تھا لیکن دور تک اندھیرے میں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا جو اندازہ لگایا جا سکتا کون کس جگہ سے فائرنگ کر رہا ہے۔

''داسوک سپیرہ، دے چے خپل زان پسے راخیستے دا۔'' (میں آپ کو اس جگہ اتارتا ہوں اور ان کو دھوکہ دیتا ہوں)۔ گل خان نے دور ایک کاٹیج میں روشنی دیکھی تو فوراً ہی زویل کو پکارا جو پنجرے میں بند شیر کی طرح دھاڑ رہا تھا۔

''کون بدبخت ہیں یہ، کس نے اپنی شامت بلائی ہے زویل خان پر گولی چلا کر۔''

''خان! تاسو زر فے صلہ وکڑے، ڑرے مونگ پسے دی۔ (چھوٹے خان۔ جلدی فیصلہ کریں وقت نہیں ہے)۔ فائرنگ کی آواز قریب ہوتی جارہی ہے۔'' گل خان نے گھبراتے ہوئے اپنی اداکاری جاری رکھی۔ ''او ستا سودا سے حالت ندے چے زہ موٹر پر تیزہ وچلوم۔'' (آپ کی ایسی حالت نہیں میں گاڑی تیز چلا سکوں)

''میں تم کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔ پاگل ہو گئے ہو کیا، مجھے بزدلی کا سبق دیتے ہو۔'' زویل نے گل خان کو گھورتے ہوئے کہا۔ ''تم نے سوچ بھی کیسے لیا زویل خان کسی کے گھر جا چھپے گا اور تم اکیلے۔''

''خان جی خان جی۔ میں آپ کو چھپنے کو نہیں کہہ رہا، دشمنوں کو دھوکہ دینے کے لیے۔ بات کو سمجھیں۔ میں تیزی سے گاڑی چلا سکتا ہوں، لیکن آپ کو کچھ ہو گیا تو۔'' گل خان نے اشارے میں زویل کو اس کی جسمانی صورت حال پر نظرثانی کرنے پر مجبور کیا۔ ''میں ایسے کب تک گاڑی چلا سکتا ہوں، رفتار پر دھیان دوں یا دشمنوں پر۔ دائیں بائیں پہاڑ کھڑا ہے۔ رات کا وقت ہے، کہیں کسی کھائی مائی مل گئی تو دونوں ہی۔''

''اوکے اوکے۔ تم مجھے اس کاٹیج کی دہلیز پر گرا دو میں خود ہی اندر چلا جاؤں گا۔ تم سیدھے نکل جانا اور اس سے پیچھا چھڑا کر فوراً مجھے لینے آجانا۔'' زویل نے کچھ سوچتے ہوئے گل خان کو زندگی کی نوید دی۔ اگر وہ اڑ جاتا تو اس کے فرشتے بھی زویل کو زبردستی کاٹیج تک نہیں لے جا سکتے تھے جہاں اس کے لیے ایک پورا سیٹ اپ تیار کھڑا تھا۔

''ٹھیک ہے خان جی۔ میں صورتحال قابو آتے ہی آپ کو لینے آجاؤں گا شاید صبح ہو جائے لیکن فکر کی کوئی بات نہیں ہوگی۔'' تیزی سے بات کرتے کرتے وہ لوگ کاٹیج کے نزدیک ہوتے جارہے تھے۔

''قریب کرو، قریب کرو۔'' زویل نے سنی ان سنی کرتے ہوئے دھیرے سے جیپ کا گیٹ کھولا اور خود کو ذہنی طور پر تیار کرنے لگا ٹوٹی ہوئی ٹانگ کے ساتھ چھلانگ لگانے کے لیے۔ مشکل ضرور تھا لیکن ناممکن نہیں۔

’’خان جی، زہ گاڑے بہ ودرعم، تاسو آرام سرا کوز چئی، سہ خرابے وشو نو ڈیرہ گرانہ بہ شی۔ دلتہ اسپتال ھم نیشتہ۔‘‘(خان جی میں گاڑی روک دونگا آپ سہولت سے اتر جائیں۔ ورنہ کوئی گڑ بڑ ہوگئی تو ادھر کوئی اسپتال بھی نہیں ہے)۔گل خان پوری طرح اپنے حواس میں تھا۔

’’او دا ٹھیک وائی، زہ بہ دلتہ کوز شیم، تہ لگ گاڑے جوخت کا۔‘‘(ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔اندھیرا اتنا ہے کسی کو نظر نہیں آؤنگا۔تم اور پاس لے جاؤ گاڑی)۔زویل نے کاٹیج اور گاڑی کے بیچ کا راستہ نظروں میں تولا۔

’’جائیں خان جی۔‘‘

گل خان نے چیخ کر اسے پکارا۔جو پہلے ہی تیار تھا۔ایک ہی جھٹکے سے اس نے گاڑی چھوڑی اور درد کی تیز لہر نے لمحہ بھر کے لیے اسے ہوش وحواس سے بیگانہ کردیا۔گل خان نے پھرتی سے دروازہ بند کیا اور تیزی سے گاڑی بھگادی۔اس سے پہلے کہ خان جی کو ڈیش بورڈ پر رکھا ہوا اپنا موبائل یاد آجائے اسے اس جگہ سے ممکن حد تک دور ہوجانا تھا

زویل نے ہونٹ بھینچ کر خود کو گھسیٹ کر آگے سرکایا۔انتہائی قریب سے فائرنگ کی آواز سن کر اس نے طیش میں آکے خود کو برا بھلا کہا۔

’’کیا ضرورت تھی مرنے کی وہ بھی ایسے ناکام طریقے سے۔اگر آج وہ صحیح ہوتا تو کس میں مجال تھی اس پر گولیاں چلاسکتا۔چھوڑونگا نہیں تم جو کوئی بھی ہو۔‘‘زویل نے دل ہی دل میں پیچ وتاب کھاتے ہوئے نادیدہ دشمنوں کی شان میں قصیدہ پڑھا جو اسی کے باپ اور اسفند کے آدمی تھے۔

’’اب یہ پتہ نہیں کس کا گھر ہے، اتنی فائرنگ کی آواز سن کر بھی بہرے بن کے بیٹھے ہیں۔یہ نہیں دروازہ کھول کے دیکھیں کوئی مرا تو نہیں، کسی کو کوئی ضرورت بھی پڑسکتی اے۔‘‘

کاٹیج کے سامنے چند سیڑھیوں کے اسٹیپس دیکھ کر زویل کو ایک بار پھر خود پر غصہ آگیا۔یہ دن بھی دیکھنے تھے زویل خان، بھکاریوں کی طرح پڑے رہو کسی کی دہلیز پر جب تک کوئی خود دروازہ نہیں کھول دے۔زویل خان نے ہمت کرکے کھڑے ہونے کی کوشش کی لیکن خود کو برا بھلا کہنا جاری رکھا۔

''کیا اب مجھے نکل کے دیکھنا چاہیے۔'' رشنا نے دل ہی دل میں خود سے سوال جواب کیا۔''میرا خیال ہے وہ پٹھان گیٹ پر آ چکا ہوگا۔''

فائرنگ کی مدہم آواز کوئی دس پندرہ منٹ پہلے سنائی دی تھی، وہ اتنی ہلکی تھی کہ اگر رشنا بغور متوجہ نہیں ہوتی تو شاید اسے معلوم بھی نہیں ہوتا۔

''پتہ نہیں کیسا ہوگا۔ مشکل کیس لگ رہا ہے مجھے یہ۔ اف۔'' رشنا نے اپنے دونوں ہاتھ ایک دوسرے میں گھسائے۔ اس کا ذہن اور پوری توجہ اس انجان شخص پر مرکوز تھیں جو یقیناً اس وقت کاٹیج کی دہلیز پر تھا۔

''او کے، رشنا چلو باہر نکلتے ہیں دیکھیں وہ نفسیاتی کہاں ہے۔'' گہری سانس لیتی ہوئی رشنا نے ایک بار پھر شال کو اپنے اردگرد لپیٹا اور دھیرے سے کاٹیج کا دروازہ کھولا۔

پاؤں اور ہاتھ میں اٹھتی ہوئی درد کی لہریں زویل کا دماغ خراب کرنے پر تلی ہوئی تھیں۔ اسے رہ رہ کر اس لکڑی کے بنے ہوئے کاٹیج کے مالک پر شدید غصہ آ رہا تھا جو باہر نکل کے نہیں دے رہا تھا۔

''او خانہ خراب کے بچے، دباندی راشہ۔'' (نکلو باہر)

زویل نے پیچ و تاب کھاتے ہوئے جیسے ہی بلند آواز میں انجانے لوگوں کو مخاطب کرنے کے لیے منہ کھولا اسی وقت دھیرے سے کسی نے لکڑی کا دروازہ کھولا اور زویل کا بڑھا ہوا ہاتھ اپنی جگہ ساکت رہ گیا۔ دقتوں کے ساتھ وہ چار سیڑھیوں کے قدم سے اوپر چڑھا تھا اب بری طرح ہانپتے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا ہوا تھا۔

''سہ سری دی ھہ دڑزی غگ اور یدلواوخزہ پرنگ پرکور کی ناست دی۔ نرشہ نر۔'' (کیسا آدمی ہو تم، فائرنگ کی آواز سن کے بھی اندر دبک کے بیٹھے ہو، مرد کے بچے بنو مرد کے) زویل نے خراب لہجے میں آنے والے پر اپنا غصہ نکالا۔

''کک کون ہو تم۔'' نسوانی لچک دار آواز سن کے زویل کو ایک دم جھٹکا لگا۔ کم از کم رات کے اس پر اس پراڑی علاقے میں صاف لہجے میں اردو سننے کا تصور نہیں ہو سکتا تھا۔''میرے گھر کے باہر کیا کر رہے ہو؟''

''ام زخمی اے۔'' زویل نے دھیمی آواز کے ساتھ اپنا لہجہ بھی درست کیا۔

''تو ادھر کیا کر رہے ہو کلینک جاؤ ادھر کوئی ڈاکٹر نہیں ہے۔'' رشنا نے اپنی عادت کے عین مطابق، تنک کے جواب دیا۔

''بی بی۔ کچھ دیر کو اپنا گھر میں جگہ دیدو، تھوڑی ہی دیر بعد میرا آدمی لوگ آجائے گا۔'' زویل کا ذہن لحہ بہ لحہ اندھیرے کا شکار ہوتا جا رہا تھا۔

''ایسے کیسے کسی انجان کو اپنے گھر گھسالوں، شریف لڑکی ہوں کیا سمجھ رہے ہو تم۔'' ہاتھ لہراتی ہوئی رشنا نے اپنا کردار بخوبی ادا کیا۔ ''پتہ نہیں کون ہو، کہاں سے آئے ہو۔ واہ اچھی زبردستی ہے۔ گھر میں جگہ دے دو۔ ہنہ۔ مر مرا گئے تو پولیس مجھے تنگ کرے گی۔''

''او بی بی۔ حد میں رہو۔ کہا نا زخمی ہے ام۔ پلاستر چڑھا اے ٹانگ پر کھڑا نہ ہی ہو سکتا ابی ورنہ۔'' اکلوتے ہاتھ کی مٹھی بھینچ کے زویل نے سامنے تن کے کھڑی ہوئی لڑکی کی سمت دیکھا جس کے پیچھے سے پڑنے والی روشنی نے سارے خدوخال چھپا دیئے تھے لیکن لڑکی سروقد تھی اس کا اندازہ بخوبی ہو رہا تھا۔

''ولی جینکی داسی او گدہ زبی لری؟'' (لڑکیوں کی زبان اتنی لمبی پتہ نہیں کیوں ہوتی ہے) زیر لب بڑبڑاتے ہوئے زویل نے سر جھٹکا، جو اسے ہوش کی دنیا سے بے گانہ کرنے پر تلا ہوا تھا۔

''یہ فائرنگ تم پر ہو رہی تھی کیا؟'' رشنا نے معصوم بن کر سامنے نیم دراز اپنے مریض سے سوال پوچھا جس کے زخمی اور بے بس ہونے کے باوجود لہجے کی گرج چمک اسے سہار رہی تھی۔

''نا، ستا پر وادہ پر خوشالا اے ڈزے کیدے۔'' (نہیں تمہاری شادی کی خوشی پر پٹاخے بج رہے تھے) زویل نے رشنا کو گھورتے ہوئے دیکھا۔

''کچھ دشمن پیچھے لگا اے، اب تو م ہارے سوال کھتم ہو گیا تو اندر چلے ام۔ یا ادھر ہی پڑا رہے تا کہ او خانہ خراب کا بچہ واپس آ کے امارا قتل متل کر دے۔'' زویل نے تلخ ہوتے بمشکل ایک ہاتھ سے لکڑی کی بنی ہوئی بینچ پکڑی جس کے عین نیچے وہ بیٹھا ہوا تھا، کھڑے ہونے کے لیے اس نے سہارا لینا چاہا لیکن اسی کے ساتھ وہ لہرا کر گر گیا۔

''او مائے گاڈ۔ گل گل، او گل جاناں۔ ادھر آؤ دیکھو اسے۔ اف۔'' رشنا نے بوکھلا کر نیچے گرے ہوئے زویل

کی سمت دیکھا جو بے ہوش ہو چکا تھا۔ ''اب اس ڈھائی من کی لاش کو کیسے اندر لے جاؤں۔''

''بولو بی بی۔'' گل جاناں نے بلند آواز سن کے فوراً ہی کچن سے باہر کی جانب قدم بڑھائے۔ ''پرواڑو کی خان سہ دشو (او چھوٹے خان کو کیا ہو)

''کیا؟'' رشنا نے گل جاناں کو سوالیہ نظروں سے دیکھا جو روانی میں پشتو بول گئی تھی۔

''وہ ام بولا، چھوٹے خان کو کیا ہوا بی بی صیب۔''

''تم جانتی ہو اسے۔'' رشنا نے گل جاناں کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

''انہی کون نہیں جانتا بی بی۔'' گل نے ادب سے جواب دیا، یہ الگ بات تھی کہ اس کی نگاہیں فکرمندی سے زویل کے بے ہوش جسم پر گھوم رہی تھیں۔

''تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تم اس کو جانتی ہو، پھر تو تم کو معلوم ہوگا اس گھر میں کیا ہونے والا ہے۔'' رشنا اس وقت سب کچھ بھول بھال کے گل سے سوال جواب میں لگ چکی تھی۔ آگے پتہ نہیں کیا کیا شاک لگنے تھے۔ جو یقیناً لگنے والے تھے۔

''آپ نے پوچھا نا ہی بی بی۔ بڑے صیب نے ہر چیز امارے کو اور امارے بندے کو سمجھا کر بھیجی اے۔ امارے چاروں بچوں کو خان جی تعلیم دیتے اے، ان کے لیے جان بھی حاضر اے۔'' عقیدت سے بھرا ہوا لہجہ سن کے رشنا نے بے زاریت محسوس کی۔

''اگر اس نے تو تم کو پرچان لیا تو۔'' رشنا نے فکرمندی سے گل جاناں کو دیکھا۔ ''یہ تو گڑبڑ ہو گئی پہلے ہی دن۔''

''نہ ہی نہ ہی بی بی۔ پھکر کی کوئی بات نہ ہی۔ چھوٹے صیب کو تو مولوم ای نا ہی۔ کالے چشمے کے پاس جوان کا سکول مکول اے نا، اسی میں ہمارا بچہ لوگ پڑھتے اے۔ ام چھوٹے موٹے لوگوں کو کوئی نہ ہی جانتا۔ تو م بے پھکر رہو۔'' گل نے ہاتھ ہلا ہلا کے اسے تسلی دی۔ ''چھوٹے خان تو فرشتہ اے فرشتہ۔''

''اچھا اچھا۔ باقی کہانی بعد میں سنا دینا ابھی اس فرشتے کو اٹھانے میں میری مدد کرو۔'' رشنا نے منہ بنایا اور قصیدہ گوئی بند کرتے ہوئے اشارے سے گل جاناں کی توجہ بے ہوش زویل خان کی طرف کرائی۔

''ہم دوا کیلے جان، صیب کو کیسے اٹھا سکتی اے بی بی۔''

دیو قامت خان کو اٹھانا اور لاؤنج کے صوفے پر لٹانے کا سوچ کر ہی گل جاناں کے پسینے چھوٹ گئے تھے۔

''تو میں کوئی ٹارزن تو ہوں نہیں، گل جاناں۔'' رشنا نے کندھے اچکائے۔ ''ہاتھ لگواؤ چلو جلدی کرو، یہ تمہارا خان جی کب سے سردی میں پڑا ہوا ہے، ہاتھ پاؤں تو پہلے ہی ٹوٹے ہیں کہیں نمونیہ بھی ہو گیا تو میری شامت آجانی ہے۔'' آگے کا سوچ کر رشنا نے پھرتی سے احتیاط کے ساتھ اس کا ٹوٹا ہوا بازو خود سے لگایا اور دوسرے ہاتھ کی مدد سے دھیرے دھیرے اسے گھسیٹنا شروع کیا۔

''تم پہلے یہ دونوں دروازے کھول دو تاکہ اسے اندر لے جانے میں آسانی ہو۔'' رشنا نے جھکے جھکے چہرہ اوپر کرتے گل جاناں کو تاکید کی، ساتھ ہی وہ ایکدم لڑھک کے زویل کے اوپر گر گئی۔ انتہائی قریب سے مردانہ کلون کی مہک جب اس کے حواس پر چھائی تو رشنا کو احساس ہوا اس کا سر زویل کے چوڑے سینے سے لگا ہوا ہے، ریشمی زلفیں شال سے نکل کے زویل کے چہرے پر پھیل چکی ہیں۔ جھینپتی ہوئی ہنسی سن کے رشنا بوکھلا کر کھڑی ہوئی لیکن۔ جھٹکے کے ساتھ ہی وہ پھر لڑکھڑا گئی کیونکہ اس کی شال زویل کے نیچے پھنس گئی تھی۔ دل کی دھڑکن گویا کانوں میں بج رہی تھی۔ اتنی قریبی مردانہ قربت نے اس کے حواس باختہ کر دیئے تھے۔

''منہ کیا دیکھ رہی ہو، ہاتھ لگواؤ ورنہ میں تمہارے چھوٹے خان کے بڑے خان کو بتا دونگی تم کیسے کھی کھی کر رہی تھی جب ان کا بیٹا سردی میں ننگے فرش پر پڑا ہوا تھا۔'' رشنا نے اپنی جھینپ گل جاناں پر نکالی۔

''نہی نہی بی بی جی۔ معاف بھی دے دو۔'' گل جاناں کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ اس نے ایکدم دونوں ہاتھوں سے کان پکڑے۔ ''تم بولے گا تو یہ ہم کو قتل متل بھی کر سکتی ہے۔''

''اف۔ یہ اس کی مزکر مؤنث اچھے بھلے مرد کو کیا بنا دیتی ہے۔'' رشنا نے جھنجلاتے ہوئے گل کو دیکھا۔

''داوڑو کی خان لاتر اوسہ راغلی دی؟''

''ہیں؟'' رشنا نے ہونق بن کر پوچھا۔

''وہ ام پوچھتی اے بی بی۔ چھوٹا خاناں آ گئی کیا۔'' اسی وقت گل جاناں کے شوہر نامدار نزاکت خان کی آواز لاؤنج میں ابھری۔

''اوا مارا شوہر آ گئی۔'' گل جاناں نے خوشی سے رشنا کو دیکھتے ہوئے انکشاف کیا ہو جیسے۔

''شوہر آ گئی ہے بیوی آ گیا ہے۔ کس جگہ پھنس گئی ہوں میں بھی۔'' رشنا کراہ اٹھی۔

''یہ کیا؟'' نزاکت خان نے بوکھلا کر نیچے گرے ہوئے اپنے چھوٹے صیب کو دیکھا۔ ''یہ کیسے گر گئی۔''

''تت تم۔ کہاں تھے تم۔ ہم دونوں کب سے پریشان ہو رہے ہیں۔'' رشنا نے اپنی جھلاہٹ نزاکت خان پر انڈیل دی۔ ''اٹھاؤ اب اسے اور کوئی گرم چیز بنا کر لاؤ، تاکہ یہ کھا پی سکے۔''

نزاکت خان صرف نام کا ہی نزاکت تھا۔ ڈیل ڈول میں کسی صورت اپنے چھوٹے صاحب سے کم نہیں تھا۔ اس نے فوراً ہی اپنے کندھوں کے گرد لپیٹی ہوئی گرم شال اتار کر بیوی کے سپرد کی اور خود جھک کر زویل کے کندھوں کے گرد اپنے ہاتھوں سے قینچی بنالی۔ چھ فٹ کے تگڑے پٹھان کو دیکھ کر رشنا نے سکون کی سانس لی۔

''پاؤں پکڑو بی بی، گل جاناں لاس دے راکا۔'' (گل جاناں ہاتھ دے)

کچھ ہی دیر بعد تینوں اپنی پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ آتش دان کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔

''اف۔ پہلا ہی دن اتنا تکلیف دہ ہے، باقی کا کیا ہوگا۔'' رشنا نے ایک نظر بے ہوش زویل پر ڈالی اور لمحہ کے لیے چونک گئی

بکھرے ہوئے بال جو ماتھے پر جا بجا پھیلے ہوئے تھے باقی لٹوں کی صورت میں گردن تک آئے ہوئے یقیناً اس کے قبیلے کی پرچان تھے۔ لمبی کھڑی ستواں ناک، دلفریب چھوٹا سا دہانہ جس کے اردگرد بڑھی ہوئی شیو مردانہ وجاہت میں اضافہ کر رہی تھی تو لمبا اونچا وجود کسی صورت نظر انداز کرنے کے قابل نہیں تھا۔ رشنا ایک ٹک اسے دیکھتی چلی گئی۔

''یہ پٹھان اتنے خوبصورت کیوں ہوتے ہیں آخر۔'' رشنا نے بے ساختہ خود سے سوال کیا۔ ''اتنی گوری چٹی اسکن تو ہم لڑکیوں کی نہیں ہوتی جوان کی طرف کے لڑکوں کی ہوتی ہے۔''

دل ہی دل میں رشنا نے زویل خان سے شکوہ کیا۔ کسی خوبصورت ترین ہیروئن کو مات دیتا حسن ہے اس بندے کا بھی۔ کاش اس بندے کی پلکوں کا آدھا بھی مجھے مل جائے تو کم از کم ساری زندگی کے مسکارے کا خرچہ تو ضرور کم ہو جائے گا۔ اس پٹھان کی بیوی یقیناً نفسیاتی مریض ہو کر مری ہوگی، جس کا اتنا ہینڈسم شوہر ہو وہ دن رات اسی پریشانی میں گھل گھل کر مر جائے کہیں کوئی افیئر تو نہیں چل رہا اس کا۔ میں تو برداشت نہیں کر سکتی کوئی

جبرائیل کو دیکھے، آنکھیں نہ نکال دوں اس کی۔ یہ سب سوچتی ہوئی رشنا کو قطعی احساس نہیں تھا وہ ٹکر ٹکر بے ہوش زویل خان کو دیکھ رہی ہے۔

''زما پر خیال حقہ پر وروکی خان ما ینہ دہ۔'' (لگتا ہے بی بی کا دل آگیا چھوٹے صیب پر) گل جاناں نے ہنستے ہوئے نزاکت خان سے کہا جو اپنا منہ پھیرے کچن کی سمت جا رہا تھا۔

''او بی بی!'' ایکدم گل جاناں نے رشنا کی محویت توڑی۔

''ہیں۔ کیا۔ کیا ہوا، کچھ کہہ رہی تھی کیا۔'' رشنا نے بوکھلا کر گل جاناں کو دیکھا جو اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

''ایسے کیا مسکرا رہی ہو؟''

''ام پوچھتا اے بی بی، چھوٹے خاناں تو بے ہوش اے، کیا ام بھی سو جائے یا بیٹھ کے انتظار فرمائے ان کے اٹھنے کا۔'' گل جاناں نے فوراً بات بناتے ہوئے رشنا کا دھیان دوسری طرف کیا۔

''میرا خیال ہے اس کو کوئی کمبل دو تاکہ گرمی پہنچے جسم کے اندر۔ باقی اب تو جب جاگے تو اسی وقت کوئی بات ہو سکے گی۔ تم پہلے جاگ جاؤ تو کسی سوال کا جواب نہیں دینا میں خود اسے ہینڈل کروں گی۔ کہیں تم کوئی اور بات کر لو اور مجھے معلوم نہ ہو تو گڑبڑ ہو جائے گی۔''

''ٹھیک ہے بی بی۔ ام جاتا اے پھر۔'' گل جاناں نے ایک نظر رشنا پر ڈالی۔

''او کے، میں بھی جا رہی ہوں، یاد سے اس پر کوئی چیز ڈال دینا۔'' رشنا نے سیڑھیوں کا رخ کیا۔ جاتے جاتے ایک نظر دیکھنے کی خواہش کو مشکل سے قابو کیا کہ پیچھے پلٹنے والے کبھی کبھی پتھر کے بھی ہو جاتے ہیں، لیکن رشنا یہ نہیں جانتی تھی، جن کی قسمت میں پتھر ہونا لکھا ہوتا ہے ان کے لیے پلٹنے کی شرط عائد نہیں ہوتی۔

✿......✿......✿

رات بھر کا جلایا ہوا آتش دان صبح تک بند ہو چکا تھا۔ سردی نے مزاج پوچھے تو زویل کی آنکھ کھل گئی۔ گہری نیند سے بیدار ہوتے پہلے پل اسے یہ احساس ہی نہیں ہوا وہ اپنے کمرے اپنے گھر میں نہیں ہے۔ کچھ پل سردی برداشت کرتے، جب وہ ناقابل برداشت ہو گئی اور کمرے میں موجود اونچے روشن دان سے جھانکتی صبح کی اولین روشنی نے اپنا دیدار کرایا تو اسے ایک دم جھٹکا دیا۔ اسے یاد آیا رات اس پر فائرنگ ہوئی تھی اور وہ اس وقت اپنے

کمرے میں ہرگز نہیں ہے۔

زویل نے کافی دیر تک صبر وضبط کا مظاہرہ کیا لیکن اس ویران کاٹیج میں زندگی کے آثار مقصود تھے۔ گزری ہوئی رات کا کوئی ایسا قابل دید سین یادداشت میں تازہ نہیں تھا جو اسے یاد کرا سکے وہ کیسے اندر آیا اور کون اس سے ملا تھا۔ کہیں کسی دشمن کے ہاتھ تو نہیں چڑھ گیا۔ زریاب کے سیاست کے مخالف لوگوں کا خیال آتے ہی زویل کے جسم وجان میں سنسنی دوڑ گئی۔ اگر وہ جسمانی طور پر صحت مند ہوتا تو بے خطر ان حالات سے گزر جاتا لیکن ٹوٹی ہوئی ٹانگ اور ہاتھ کے ساتھ کھڑا تک نہیں ہوسکتا تھا۔

''کوئی ہے۔ اے ہیلو سنو۔ ارے میں کہتا ہوں، یہ کس کا گھر اے؟'' ہذیانی انداز میں رکے بغیر ہی زویل نے بلند آواز میں بولنا شروع کر دیا۔

''داسنگہ قید کولی شئی ما، دباندی راشہ، سوک شتہ پردی بھوت خانہ کی۔'' (ایسے کیسے قید کر کے رکھ سکتے ہو مجھے۔ باہر نکلو کوئی ہے بھی اس بھوت خانے میں یا نہیں)۔ زویل کی دھاڑ پورے گھر میں بھر چکی تھی۔

زویل خان کی چیختی چنگھاڑتی آواز سن کر رشنا کی گہری نیند ٹوٹی۔ کچھ دیر تک وہ خالی ذہن کے ساتھ بیڈ پر چت لیٹی رہی۔ مدہم لیکن مسلسل مردانہ بلند آواز پر دھیان دیتی رہی، یہ آواز آ کہاں سے رہی ہے، پچھلے دو دنوں سے وہ اس کاٹیج میں تھی لیکن اس قسم کا شور اس کی سماعت سے کوسوں دور تھا۔

''اوہ۔''

رشنا کو ایکدم یاد آیا وہ وادی کمراٹ میں ہے، کراچی سے میلوں دور اس انجان جگہ پر، صوبہ پختون خواہ کی اس جنت نظیر وادی میں وہ اکیلی اپنے بہتر مستقبل کی خاطر ایک ایسے مریض کا علاج کرنے کے لیے ہائر کی گئی تھی جو اپنی زندگی سے ناامید ہے اور اسے جینے کی طرف لانے کے لیے ہی رشنا کو کافی خطیر رقم دی گئی تھی۔ اسی رقم کو حاصل کرنے وہ تن تنہا ایک جوان مرد کے ساتھ اپنی زندگی کے کچھ دن گزارنا گوارا کر رہی تھی تاکہ واپس جا کر جبرائیل کے سنگ رخصت ہو اور اپنی کتاب کو بہترین طریقے سے لانچ کر سکے۔

ایک جوان اور بھرپور مرد کے ساتھ اتنے دن اکیلے رہنے کا سوچتے ہی اب صحیح معنوں میں رشنا کو احساس ہوا

تھا۔اس نے شاید جلد بازی میں غلط فیصلہ لے لیا ہے، بے شک ابھی وہ چلنے پھرنے سے قاصر ہے لیکن جلد ہی وہ سیڑھیوں تک بھی آسکتا تھا اور پھر......اس کی غصے سے بھری ہوئی آواز بتا رہی تھی وہ چڑ چڑا اور یقیناً غصیلا ہے۔

❁......❁......❁

''کانڑا سئی تا سوڑول۔'' (بہرے ہو کیا سارے کے سارے)

''زما پریو فون کال باندے بہ تا سوڑول پر جیل کے یئی۔'' (تم لوگ مجھے جانتے نہیں ہو، ابھی ایک فون پر تم سب جیل میں ہو گے)

''کوئی ہے یا نہیں۔''

''وک جائیو۔ابی فون کرتا اے پولیس کو۔وہ تو تم کو کھوود نمنٹ لے گی۔''

''میرا فون۔'' زویل نے گھبراتے ہوئے ادھر ادھر دیکھا۔''اوہ نو۔'' ایکدم اسے یاد آگیا، جیپ سے اترے وقت اس نے نگاہ بھر کر ڈیش بورڈ پر رکھے ہوئے موبائل کو دیکھا تھا جو گاڑی میں چارجنگ پر لگا ہوا تھا اور لمحہ ہی لگا تھا اسے یہ سوچنے کے لیے ابھی اٹھا لوں گا لیکن افراتفری میں جیپ سے چھلانگ لگانے کے چکر میں وہ بھول گیا اور جیپ تیزی سے آگے نکل گئی۔اب وہ لاچار و بے بس کسی انجان کے گھر اس کے لاؤنج میں بیٹھا ہوا منتظر تھا، اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔دوست یا دشمن کس کے ہتھے چڑھ گیا تھا وہ۔لیکن ایک تسلی قائم تھی کہ اس کی اپنی وادی ہے، کوئی نہ کوئی تو اسے بچانے آئے گا۔اب وہ کب آئے گا اس کا اندازہ اسے نہیں تھا۔

❁......❁......❁

''یا اللہ، کس قدر چیختا ہے یہ آدمی۔''

بالآخر رشنا نے سر جھٹک کے خود کو حالات کے دھارے پر بہنے کے لیے چھوڑ دیا۔واپسی کا کوئی راستہ نہیں تھا، جب آگے ہی بڑھنا ہے بہتر ہے کوئی منصوبہ بندی کر لی جاتی۔''ٹھیک ہے رشنا بی، آر یا پار۔''

رشنا نے بکھرے ہوئے بالوں کو سمیٹ کر ایک کلپ میں قید کیا ساتھ ہی بھرپور انگڑائی لے کر جسم کھولتے ہوئے بیڈ چھوڑا۔سامنے شیشے کی دیوار سے باہر کا منظر اسے اپنی طرف کھینچنے کی بھرپور طاقت رکھتا تھا۔

''اف۔کیا حسین صبح ہے، کراچی میں ایسے نظارے کہاں۔'' حسرت بھری نگاہ سے سامنے دور تلک دھواں

دھواں بادل دیکھ کر رشنا نے بے ساختہ جبرائیل کی سنگت کی طلب کی۔

''کاش میں ادھر ہی رہ سکتی۔'' نا چاہتے ہوئے بھی رشنا نے ایک بار پھر انجانی دعا کے لیے خود کو مجبور پایا۔

''جواب تو دووو۔ کوئی رہتا بھی ہے اس جگہ یا نہیں۔'' زویل نے اس بار پشتو اور اردو دونوں میں باری باری اپنی بات دہرائی۔ ''چائے پانی پوچھے گا کوئی یا بھوکا مرنا ہے میں نے؟''

رشنا کو قدرے حیرت ہوئی، اتنا شور وغل ہونے کے باوجود گل جاناں یا نزاکت خان جاگے کیوں نہیں، کم از کم وہ اپنے خان کے پاس جا کر سوال جواب تو کر سکتے تھے تاکہ شور کم ہو۔

''اوہ۔'' ایکدم رشنا کو یاد آیا، اس نے خود ہی تو منع کیا تھا کسی کو سامنے آنے سے۔ سر پر ہاتھ مارتی ہوئی رشنا فوراً باتھ روم میں جا گھسی تاکہ حلیہ مناسب کر کے وہ زویل کا سامنا کر پائے جس کو اس وقت بھی اپنے چائے ناشتے کی فکر لاحق تھی۔

''کا نڑا یی تہ۔'' (کون ہو تم) زویل نے نسوانی وجود کو سیڑھیوں سے اترتے دیکھ کر کڑے تیوروں سے سوال پوچھا۔

''جواب را کا، کا نڑائی تہ۔'' (بہری ہو کیا، جواب دو) چڑچڑے انداز میں زویل اپنے لیے بھی حیرت زدہ ہی تھا، وہ کیوں خود پر قابو نہیں پا رہا۔

''ارے جواب دو بی بی، جانتی نہیں ہو ام کون ہوں کب سے چیختا اے۔ سنتا نا ہی تو م۔'' یہ یقیناً اپنے علاقے کا زعم بول رہا تھا ورنہ کسی غیر کے گھر اس طرح دھمکی نما انداز کوئی گوارہ نہیں کر سکتا تھا۔

رشنا کے اوپر سے تنکڑ مگڑ گزر رہی تھی لیکن سامنے لیٹے ہوئے نیم دراز بندے کے تیور دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا تھا وہ کوئی خوش اخلاقی سے مزاج نہیں پوچھ رہا۔

''بہری ہو بی بی۔'' اس بار زویل نے ہاتھ کے اشارے سے کان اور منہ کی طرف اشارہ کر کے نفی میں سر ہلایا۔ ''کچھ تو بولو۔''

''کیا بولے جا رہے ہو۔'' رشنا نے اس کے گونگے بہرے ہونے کے اشارے سمجھ کر ایک دم تنک کے

کہا۔ ''کونسی سی جناتی زبان ہے یہ۔''

''اوہ۔'' زویل ایکدم خاموش ہوگیا۔ سامنے کھڑی ہوئی لڑکی اس کے علاقے کی نہیں تھی نہ ہی پشتو سے واقف تھی۔

''کیا شور مچایا ہوا ہے تم نے۔ اس طرح کوئی بی ہیو کرتا ہے کیا۔ تمیز نہیں ہے تم کو کسی لڑکی کی بات کرنے کی۔'' رشنا جو تحمل سے پہلے تعارف حاصل کرنا چاہ رہی تھی زویل کے تیور دیکھ کر ایک دم اپنی فطری انداز سے گویا ہوئی۔

زویل سیڑھیوں سے اترتے نسوانی لباس کو دیکھتے ہی شروع ہوگیا تھا، وہ اب ایک جوان اور طرحدار لڑکی کو دیکھ کے خاموش سارہ گیا، باقی کسر اس کے رکے بنا گولیوں کی طرح لفظوں کی مار نے اسے کچھ دیر کو چپ کرادیا تھا۔ سامنے ماتھے پر بل سجائے حسین اور اکیلی لڑکی کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہاں وہ علاقائی عورت کی امید کررہا تھا جو اس کو جانتی ہوگی کیونکہ اس وادی کا کرتا دھرتا بھی زریاب خان ہی تھا لیکن ایک دم غیر علاقے بلکہ شہری لڑکی کو دیکھ کے وہ جھجک گیا جو نان اسٹاپ بولے ہی جارہی تھی۔

''اب بولو نا، کیا تکلیف ہے تمہیں، ایک تو رات پناہ دی تم کو بجائے شکریہ ادا کرنے کے صبح ہوتے ہی چیخنا چلانا شروع کردیا۔'' رشنا سب کچھ بھول بھال کے زویل کے عین سامنے سینے پر ہاتھ باندھے کھڑی ہوگئی تھی۔

''ہاں بولو اب، کیا مسئلہ ہے بھئی، کراؤ تعارف اپنا کون ہو تم، اس وادی کے مائی باپ ہو، کوئی کنگسٹر ہو جو ابھی کشتوں کے پشتے لگادو گے یا تمہارے پیچھے کوئی غنڈے موالی پڑے ہیں جنہوں نے مار مار کر تمہارا بھرکس نکال دیا اور اب تم لنگڑے لولے ہو کر لڑکی پر چلا رہے ہو۔''

''تمیز سے بات کرو۔'' زویل جز بز ہوا۔

''تمیز۔ معلوم ہے تم کو کیا ہوتی ہے یہ۔ ایک تو میرے گھر پر بیٹھے ہو، میں نے تمہاری مدد کی، اتنی مشکل سے اکیلی تمہارا دیو جیسا جسم کھینچ کے ادھر تک لائی اور تم آنکھ کھلتے ہی چلا رہے ہو جیسے میں نے تم کو اغوا کیا ہے۔'' رشنا نے زویل کا پسپائی انداز دیکھ کر مزید اترانا مناسب جانا۔ اسے کیا معلوم اس بے ہوش بندے کو کس نے اٹھایا تھا، بعد کی بعد میں دیکھیں گے ابھی تو اسے رعب میں لینا ہی اچھا ہے۔

''تو م نے میرے کو اس جگہ سے صوفے پر لٹایا۔'' بے اختیار ہی زویل نے اپنی آنکھیں پوری کھول کر دھان پان سی لڑکی کو دیکھا جو تیز ہوا چلے تو ہل کے رہ جائے۔

''آں۔ ہاں کوئی شک ہے کیا۔'' رشنا جو پہلے ہی اتنے سفید جھوٹ پر دل ہی دل میں شرمندہ تھی زویل کی گہری نیلی آنکھیں پوری طرح خود پر جمی دیکھ کر وہ ایکدم بوکھلا گئی۔

''یہ پٹھان اتنے خوبصورت کیوں ہوتے ہیں آخر۔''

''مجھے باتھ روم جانا ہے۔'' زویل نے رشنا کی بات سنی ان سنی کی اور ایک جھٹکے سے اپنے بال پیچھے کئے۔ قبائلی علاقے کے عین مطابق اس گھنگھریالے بال شانوں تک تھے جو اس پر جچ بھی رہے تھے۔

''ہاں تو جاؤ، یہ لیفٹ پر ہے باتھ روم۔'' رشنا نے خود پر قابو پاتے ہوئے اپنی نظریں بمشکل اس پٹھان کے حسین پرکشش چہرے سے ہٹائیں۔

'او ماڑا۔'' زویل نے رشنا کو گھورتے ہوئے کہا۔ ''اگر ام اکیلا اٹھ سکتا تو ادھر کا ہے پڑا ہوتا بی بی۔ ہوش کرو۔'' زویل نے چڑتے ہوئے اپنے ہاتھ اور پاؤں کی طرف اشارہ کیا۔ ''ام کھڑے ہونے کے قابل بھی نہیں ہوں۔ کوئی اور ہے اس بھوت بنگلے میں یا.....''

''ہے نا۔'' رشنا روانی میں جواب دے گئی۔

''تو کب بلائے گا اسے۔'' زویل نے منہ بناتے ہوئے پشتو میں باقی بات پوری کی۔ ''لگتا ہے سارے ہی بہرے موجود ہیں ادھر۔''

''او کے او کے۔ ویٹ آ منٹ، میں دیکھتی ہوئی نزاکت خان آیا یا نہیں۔'' رشنا نے فوراً ہی لاؤنج سے منسلک کچن کی طرف قدم بڑھائے۔

''وہ اس جگہ تھا تو میری آواز سن کر کیوں نہیں آیا۔'' زویل نے رشنا کے ہر بڑھتے قدم کے ساتھ خود سے سوال جواب کئے۔ ''یہ لڑکی کون ہے جو اکیلے کاٹیج میں رہ رہی ہے۔''

✿.....✿.....✿

''بی بی! ہم کو ڈر لگتی اے، چھوٹا خان کو مولوم ہوا تو اما را قتل متل کر دیگی۔'' نزاکت خان نے رشنا کی شکل

دیکھتے ہی اپنے دل کی بات اس کے گوش گزار کی ساتھ ہی زویل کی جنس بھی بدل دی۔

''اور اگر تم اسی وقت اس بد دماغ پٹھان کے پاس نہیں گئے تو میں تمہیں قتل کر دونگی۔'' رشنا نے مدہم آواز میں نزاکت کو گھورا۔ ''اتنا بدتمیز ہے وہ۔ اف۔ چلو اٹھو جلدی کرو۔'' رشنا نے نزاکت خان کو دھمکی دی ساتھ ہی کچن سلیب پر رکھی ہوئی چھری بھی اٹھالی۔ ''پہلے ہی اس کے ساتھ متھا خوری کر کے آرہی ہوں، تم جاؤ اسے باتھ روم وغیرہ سے فارغ کراؤ تا کہ مل بیٹھ کر بات چیت شروع ہو سکے۔ پتہ نہیں اس پٹھان کے ساتھ کیسے وقت گزرے گا وہ تو ہوا کے گھوڑے پر سوار ہے۔'' رشنا نے بڑبڑاتے ہوئے نزاکت کو گھورا۔

''پر بی بی۔'' نزاکت خان نے جھجک کر بات ادھوری چھوڑی۔ ''امارے چار چھوٹے چھوٹے بچہ لوگ اے، اگر ہم کو کچھ ہوگی تو ان کا کیا ہوئے گا۔''

''تم ابھی یہ سوچو، اگر زریاب خان کو معلوم ہوا تم نے ان کے بیٹے کا خیال نہیں کیا تو چھوٹے بچوں کے ساتھ ان کے بڑے ماں باپ کا کیا کیا ہو سکتا ہے۔'' رشنا نے دھمکی دیتے ہوئے چھری بھی لہرائی۔

''اوماڑا کدھر پھنس گئی نزاکت خان۔'' منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا ہوا نزاکت خان رشنا کی گھورتی ہوئی آنکھوں سے بھی خائف تھا۔

''تہ ورزہ، تہ ورزہ۔ (تم جاؤ تم جاؤ)۔ ام ناشتہ ماشتہ بناتا اے۔'' گل جاناں نے فوراً ہی ہاتھ کے اشارے سے اپنے مزاجی خدا کو باہر جانے کو کہا۔

''تم زیادہ سمجھدار ہو شاباش۔'' رشنا نے کھلے دل سے گل جاناں کو سراہا لیکن مسز نزاکت خان کینہ زور نگاہوں سے شہری بی بی کو کن انکھیوں سے گھورتی رہی جس نے اسی کی موجودگی میں سر کے تاج کو دھمکاتے ہوئے چھری لہرائی تھی۔

✿.....✿.....✿

''سلام صیب۔'' نزاکت خان نے مؤدب ہوتے ہوئے نظریں جھکائیں۔

''کدھر چھپا تھا تم۔'' زویل نے ملازم کو دیکھتے ہی فطری اکھڑپن سے سوال پوچھا۔ ''مالکن کی طرح کم سنتے ہو۔''

''معاف کا ماواڑو کی خانہ۔'' (معاف کردو چھوٹے خان) نزاکت نے زویل کو سہارا دیا، ٹھنڈ نے اس کی دوسری ٹانگ بھی اکڑا دی تھی۔ ''آؤ تم کو فارغ کرانے لے چلے۔''

''پتہ شتہ تاسو تہ چے زہ سوک یوم؟'' (تم جانتے ہو مجھے) زویل نے فوراً ہی پشتو میں سوال پوچھا۔ ''سوک یمازہ؟'' (معلوم ہے میں کون ہوں)

''نہ نہ سوک یئی تاسو۔'' (نہیں نہیں۔ کون ہو آپ چھوٹے خان) نزاکت نے اپنے پٹھان ہونے کا ثبوت دیا لیکن احتیاط سے اسے سہارا دیتے ہوئے آگے بڑھایا۔ زویل نے اسے مشکوک نگاہوں سے دیکھتے ہوئے باتھ روم کا دروازہ بند کیا۔ ساتھ ہی اس سے اچھی طرح سوال جواب کرنے کا تہیہ کیا۔ کچھ تو گڑبڑ ہے اس جگہ۔

✿.....✿.....✿

''تمہارا شوکریہ بی بی۔ اب میرے کو جانا اے۔'' زویل ناشتہ کرنے کے بعد اپنے فطری اکھڑ لہجے میں میزبان سے مخاطب ہوا۔

''ہاں تو جاؤ نا، کس نے روکا ہے۔'' رشنا نے بے فکری سے کندھے اچکائے۔ ہاتھ کے اشارے سے دروازے کی سمت زویل کی توجہ کرائی۔ ''وہ ہے دروازہ۔''

''اوماڑا۔'' زویل نے بے ساختہ اپنا ہاتھ ماتھے پر مارا۔ ''کیسے جائے ام۔''

''مجھے کیا معلوم۔'' رشنا نے معصومیت کے ریکارڈ توڑے۔ ''خود ہی تو کہا تھا تمہارے بندے لینے آجائیں گے۔ ابھی تک تو کوئی آیا نہیں ویسے۔''

''معلوم کرنا ہوگا کیوں نہیں آئے۔'' زویل کو ایک دم رات کی فائرنگ یاد آئی۔ ''پتہ نہیں کتنا نقصان ہوا ہوگا، جانی مالی۔'' اس سے زیادہ کا تصور کرنا زویل کے لیے ممکن نہیں تھا۔

''تو کرلو بابا۔ جاؤ مجھے بھی نیچے جانا ہے۔ تمہاری چوکیداری نہیں کرسکتی ادھر بیٹھ کر۔'' رشنا نے بظاہر اس پر احسان دھرا۔

''کیسے معلوم کرے۔ موبائل تو.....'' بولتے بولتے زویل نے ایک دم ہونٹ بھینچے۔ ''ام واپس جا کر تمہارے احسان کا بی اچھا بدلہ دے گا۔ رات تو م پناہ نہ ہی دیتا تو۔''

''پہلی بات تو یہ مسٹر.....'' رشنا نے اس کی بات کاٹی۔

''زویل خان۔'' زویل نے فوراً ہی مہذب انداز میں اپنا نام بتایا۔

''او کے مجھے تمہارے نام میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔ میں چاہتی ہوں اب تم چلے جاؤ تاکہ میں یکسوئی کے ساتھ اپنا کام کرسکوں۔''

''کیسے جائے او بندی خدا۔ کیسے اپنے بندوں سے رابطہ کرے ام اب۔'' زویل نے غصے سے سامنے بیٹھی لاپرواہ لڑکی کو گھورا جو سمجھ نہیں رہی تھی یا سمجھ کر بھی انجان بن رہی تھی کہ اس کے پاس موبائل نہیں ہے۔

''رابطہ کرنے کی کیا ضرورت ہے جو تمہیں ادھر پھینک گیا تھا آئی مین جو ادھر ڈراپ کر گیا تھا اس کو آنا چاہیے نا۔ میرا تو خیال تھا صبح ہوتے ہی.....'' رشنا نے بات ادھوری چھوڑی اور معنی خیز انداز میں آنکھیں گھمائیں۔

''کوئی گڑبڑ ہو گیا اے۔'' زویل نے رشنا کی ادھوری بات مکمل کی۔

''ہو بھی سکتا ہے۔ تم لوگ تو ذرا ذرا سی بات پر ہتھیار اٹھا لیتے ہو۔ کسی کا کیا بھروسہ۔''

''تمہارے پاس موبائل اے۔'' زویل نے ڈھیٹ بن کے پوچھ ہی لیا۔

''نہی۔''

''کیا؟'' زویل نے حیرت سے رشنا کا جائزہ لیا۔ جو ہر حساب سے پڑھی لکھی اور ماڈرن لڑکی تھی اس کے پاس موبائل نہ ہونا اچھنبے کی بات تھی۔ ''موبائل نہ ہی اے۔ ایسے کیسے ہوسکتا اے۔''

''اس میں اتنا حیران ہونے کی کیا بات ہے۔'' رشنا نے ناگواری سے جواب دیا۔ ''میں کچھ عرصے ادھر اپنے کام کے لیے آئی ہوں۔ موبائل وغیرہ کا جھنجٹ نہیں پالا تاکہ سکون سے.....''

''ایسا کونسا کام ہے جو.....'' زویل نے مشکوک انداز میں اسے دیکھا۔

''تم سے مطلب۔'' رشنا نے فوراً ہی ماتھے پر بل ڈالے اور تیزی سے اس کی بات کاٹی۔ ''بہت ہو گیا، سیدھے سیدھے نکلنے کی کرو تاکہ میں نیچے بازار جاسکوں۔ ایسے تمہیں اپنے گھر نہیں چھوڑ کر جاسکتی۔''

''او کے او کے۔ تو م نیچے جاتا اے تو اس نمبر پر فون کر دیو۔ بولو زویل انتظار کرتی اے۔'' زویل نے فوراً بیچ کی راہ نکالی اور تیزی سے بولتے ہوئے گلابی اردو میں اپنا مسئلہ بیان کیا۔

''سوری۔ میں کہیں نہیں جارہی۔'' رشنا نے بمشکل مسکراہٹ پر قابو پایا۔ سامنے بیٹھا ہوا پریشان حال انسان میں بلا کی کشش تھی۔

''دیکھو بی بی۔ ام بنا سہارے نہ ہی چل سکتا ابی۔ تو م بے فکر ہو کر جیاؤ۔ امارا تمہارے اس محل میں چوری کرنے کا ارادہ نہ ہی اے۔'' زویل نے بڑے خلوص سے رشنا کو تسلی دی۔

''خیر چوری کرنے کے لیے ادھر کچھ نہیں ہے۔'' رشنا نے منہ بنایا۔ ''لیکن میرے اہم نوٹس موجود ہیں اگر تم نے.....''

''ام کوئی بچہ اے کیا۔'' زویل نے غصے میں ایک بار پھر گلابی اردو میں جواب دیا۔ ''پڑھی لکھی انسان اے۔ جانتی اے نوٹس کیا ہوتا۔ تم جاؤ تا کہ ام بھی نکلے ادھر سے۔''

''دیکھو میں مزید تم کو نہیں رکھ سکتی ادھر۔ میں اکیلی ہوں اور اپنے اہم کام کے سلسلے میں رکی ہوں۔''

''او بی بی سن لیا تم کوئی بہت اہم کام کر رہا ہے۔ ایٹم بم بنا رہا اے ادھر چھپ کے۔ ام سمجھ گئی اے۔ بس اب جاؤ امارے بندے کو بتاؤ تا کہ ام بھی جائے۔'' زویل نے بے زاری سے رشنا کو تسلی دی۔ ''ام ادھر ہی بیٹھا اے۔ کہیں نہیں جاتا۔''

رشنا نے اسے گھورتے ہوئے دیکھا اور سیڑھیوں سے چلتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بڑھنے لگی۔

''اچھا میں چینج کر لوں پھر جاتی ہوں تم موبائل نمبر دو۔ اور کیا کہنا ہے وہ بھی بتا دو۔''

رشنا سکون سے گھوم پھر کر کافی وقت لگا کر واپس آئی۔ اتنی دیر میں زویل دل بھر کے بے زار ہو چکا تھا۔ کافی مشکل سے گھر میں موجود نوکروں سے باز پرس کی لیکن دونوں اسے دیکھتے ہی گم صم ہو گئے۔ نزاکت خان فوراً ہی شدید قسم کا غریب بن گیا جسے موبائل کی م بھی نہیں معلوم تھی۔ سخت جھلائے ہوئے زویل کے پاس رشنا کے انتظار کرنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں تھا۔

بالآخر رشنا کاٹیج میں داخل ہوئی اور سکون سے گل جاناں کو کافی کا کہا۔ زویل اسے قہر آلود نظروں سے گھورتا رہا لیکن ظاہر ہے رشنا کو کیا پرواہ تھی۔

''بی بی ام تم کو دکھائی دیتا اے یا نہ ہی۔'' زویل کے لیے پانچ منٹ سے زیادہ خاموش رہنا ممکن نہیں تھا۔

''اوہ یس۔ کیا ہوا تمہیں۔'' گھونٹ گھونٹ بھرتے ہوئے رشنا نے مزے سے زویل کو دیکھا جس کا یقیناً بس نہیں چل رہا تھا رشنا کو کھری کھری سنا دے۔ ''چائے وائے پی، کھانا کھایا نا؟''

''ایک کام بولا تھا تمہارے کو۔'' صبر کے کڑوے گھونٹ پیتے ہوئے زویل نے دانت پیستے ہوئے بظاہر تحمل سے اسے یاد کرایا۔ ''اوہوا کے نا ہی؟''

''ارے ہاں۔ جو نمبر تم نے دیا تھا اس پر پہلے بیل جاتی رہی پھر سنگلز ایشو ہو گئے۔ سوری۔'' کندھے اچکاتی ہوئی رشنا نے دل ہی دل میں زویل کی حالت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے جواب دیا۔ ''اب تم کیا کرو گے؟''

''ام۔ام.....'' زویل یقیناً پہلی بار ایسی بے بسی سے گزر رہا تھا۔ ''تم اپنے نوکر کو بولو میرے کو کالا چشمہ چھوڑ آئے۔ جو خرچہ مرچہ آئیگا ام دے گی۔''

''سوری مسٹر۔ وہ اس کا میچ سے کہیں نہیں جا سکتا۔''

''او کیوں؟''

''کیونکہ اس کی جان کے دشمن ادھر ادھر پھر رہے ہیں۔ دونوں میاں بیوی میرے پاس اسی شرط پر نوکری کر رہے ہیں ان کو باہر نہیں نکلنے دیا جائے گا۔'' رشنا کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔

''اوئے او مرد کا بچہ ہے یا زنخا ہے کوئی۔ ایسے کون چھپ کے بیٹھتی اے گھر میں۔'' زویل کے اندر کا قبائلی زروشور سے جاگا۔ ''اس سے تو اچھا ام ہے دیکھو اس حالت میں بھی باہر جانے کو تیار اے۔''

''تو جاؤ کس نے روکا ہے۔ دروازہ کھلا ہے۔ جب دل چاہے چلے جاؤ۔'' رشنا نے کافی کا خالی کپ سائیڈ میز پر رکھا اور زویل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔ ''میں تمہاری وجہ سے کسی دوسری انسانی جان کو خطرے میں نہیں ڈال سکتی۔ تمہارے بندے تم کو ادھر چھوڑ کر گئے ہیں تو لینے بھی آئیں گے۔ تم فکر نہیں کرو، ایک آدھ دن رہ لو ادھر میری اجازت ہے۔'' رشنا نے شاہانہ انداز میں اسے اجازت دی۔ ''بس کوشش کرنا شور مت مچاؤ مجھے شور پسند نہیں ہے۔''

گم صم بیٹھا ہوا زویل یک ٹک رشنا کی آنکھوں میں دیکھ کر رہ گیا۔ یہ آنکھیں..... یہ آنکھیں یقیناً کسی کی یاد

دلا رہی تھیں، دائیں آنکھ کے کونے میں موجود وہ کالا تل۔ زویل کے کرب سے آنکھیں میچ لیں۔ بند آنکھوں کے پیچھے شرارت میں ڈوبی ہوئی مسکراتی آنکھیں روشن ہوئیں۔

''او کے ٹھیک ہے۔''

رشنا کو اندازہ نہیں ہوا زویل اس وقت ذہنی طور پر اس کمرے میں موجود نہیں ہے۔

''میں اپنا کام کرنے جا رہی ہوں، کھانے پر ملاقات ہوتی ہے۔'' رشنا نے خاموش بیٹھے ہوئے دل کش پٹھان کو دیکھا اور منہ بناتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

''چھوٹے صاحب کیا کھائے گی تو م۔'' گل جاناں نے ادب اور احترام کے ساتھ زویل کو مخاطب کیا۔

''ہوں۔'' زویل ابھی تک اسی کالے تل میں گم تھا۔ جو اسے کسی کی یاد دلا گیا تھا۔

''کیا پکائے صاحب۔''

''اپنی بی بی سے پوچھ لو۔'' زویل نے خود پر قابو پایا۔

''وہ بولتا ہے جو صاحب بولے بنا دو۔'' گل جاناں نے جواب دیا۔

''کچھ بھی پکا لو جاؤ۔'' زویل نے ایک چڑتے ہوئے گل جاناں کو جھاڑا۔ ''بھاگ جیاؤ ادھر سے۔''

بوکھلائی گل تیزی سے لاؤنج سے نکل گئی۔ سیڑھیاں اترتی ہوئی رشنا نے زویل کی بلند آواز سنی اور تیزی سے اس کے پاس چلی آئی۔

''بات سنو مسٹر، یہ میرا گھر ہے کوئی سرائے نہیں۔ نہ ہی یہ تمہاری کوئی کنیز ہے جو ایسے چلا رہے ہو۔''

''سوری۔'' لٹھ مارتے ہوئے زویل نے رشنا کو دیکھنے سے گریز کیا۔ رشنا جو مزید کچھ سنانے کے ارادے سے کچھ کہنے والی تھی ایک دم خاموش ہو گئی۔ اب کیا کہتی جب سوری ہی کہہ دیا آگے والے نے۔

ایک تو بندہ دل بھر کے اسمارٹ اور ہنڈسم اوپر سے نفسیاتی مریض بھی۔ اف، کیسے گزریں گے اتنے سارے دن۔ رشنا نے شام کے سائے تیزی سے پھیلتے دیکھے۔ اس کو کس طرح روکا جا سکتا ہے بھلا۔

ہوں۔ کچھ تو کرنا ہوگا ورنہ۔۔۔

رشنا کو ایکدم وہ اماؤنٹ یاد آ گئی جو اسے آفر کی گئی تھی۔ بلکہ ایک چیک سائن کر کے دے دیا گیا تھا اب وہ چاہے اسے ایڈوانس سمجھے یا کچھ اور۔ لیکن اسے معلوم تھا ایسے مواقع زندگی میں کبھی کبھی ہی ملتے ہیں، اگر اس سے فائدہ نہیں اٹھایا تو..... لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی ایسے مواقع ہی کبھی زندگی بدل بھی دیتے ہیں۔ اب معلوم نہیں رشنا کی زندگی بدلنے والی تھی یا وہ خود۔

''تم نیچے کب جائے گا۔'' زویل کی روح فنا تھی صوفے پر سونے سے۔ بمشکل ہی وہ اس صوفے پر آ رہا تھا۔ پلاستر کی وجہ سے ویسے ہی اسے چلنے پھرنے میں کافی تکلیف تھی رہی سہی کسر ہاتھ نے پوری کر دی تھی۔

''پرسوں۔'' رشنا نے کچھ سوچ کے جواب دیا۔

''یعنی ہم کل بھی ادھر رہے گا کیا۔'' زویل حیران رہ گیا۔ زویل کو اپنا دکھتا ہوا جسم بھول گیا، وہ رشنا کی معنی خیز خاموشی کو کوئی اور رنگ پہنا گیا۔ ''تو م کیسا عورت ہے بی بی جو مزے سے ایک غیر مرد کو اپنے گھر رہنا دیتا اے۔''

رشنا کا دماغ بھک سے اڑ گیا، وہ پھٹی ہوئی نگاہوں کے ساتھ بے یقینی سے زویل کو دیکھتی رہ گئی۔ جو مزے سے اس کے بارے میں اپنے سنہرے خیالات کا اظہار کر رہا تھا۔

''چلو اماری تو مجبوری اے، پر تو م تو ایک دم ہٹی کٹی، تندرست عورت اے۔'' زویل نے چڑتے ہوئے اپنی حد پار کی۔ لیکن رشنا اس کا مطلب اچھی طرح سمجھ چکی تھی۔ ایک تیز طیش کی لہر اس کے جسم و جان کو جھنجوڑ گئی۔

''تت تم۔ تم۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے کردار کے بارے میں کچھ کہنے کی۔'' رشنا تیزی سے اٹھی اور زویل کے عین سامنے جا کھڑی ہوئی۔ ''احسان فراموش، اچھا ہوتا صبح ہی تمہیں باہر نکال دیتی۔ آتا مزہ جب گولیوں کی بوچھاڑ میں پڑے رہتے۔''

کچھ کہتے کہتے وہ چپ ہو گیا بلکہ زویل کو ایک بار پھر اس تل نے ٹھنڈا کر دیا۔

''تمہارا مطلب کیا تھا۔ ہیں؟ تم اف۔ تم۔ تم سمجھتے ہو میں تمہاری مردانہ کشش سے متاثر ہو گئی اور مرے جا رہی ہوں اپنا مہمان بنانے کے لیے۔'' رشنا خود بھی حیران تھی وہ اتنی شارٹ ٹمپر تو نہیں تھی۔ ''جاؤ نکل جاؤ،

ابھی اسی وقت جاؤ اور کہیں اور جا کے پناہ کی بھیک مانگو۔ اس سردی میں صبح تک اکڑی ہوئی لاش ہی ملے گی تمہارے بندوں کو۔ تو تمہیں معلوم ہو جائے گا میں کیسی عورت ہوں۔''

''امارا، او مطلب نہیں تھا۔'' زویل نے دھیرے سے کہا اور رشنا کی طرف دیکھنے سے گریز کیا۔

ایک تو عورت عورت سن کر رشنا کا پہلے ہی موڈ خراب تھا رہی سہی کسر اب پوری ہو گئی تھی۔

''گل۔ گل جاناں۔'' رشنا نے زویل کے معذرتی لہجے میں کہے ہوئے الفاظ قطعی نظر انداز کر دیئے۔

''جج جی جی۔'' گل جاناں تیزی سے بھاگتی ہوئی آئی۔

''اس بندے کو کل میں گھر پر نہیں دیکھوں۔ نزاکت سے بولو کسی بھی طرح باہر نکالے اسے۔'' رشنا تیزی سے کہتی ہوئی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

''ہیں۔'' گل جاناں نے حیرت سے چھوٹے صاحب کو دیکھا جو سر جھکائے بیٹھا تھا اور غصے سے بھری ہوئی اپنی بی بی کو دیکھا جو دھم دھم کرتے سیڑھیاں چڑھ گئی تھی۔

✿.....✿.....✿

''ام کو لگتی اے، بی بی صاحب یا چھوٹے خاناں، کوئی ایک دوسرے کو قتل متل کر دے گا۔'' نزاکت خان نے انتہائی سنجیدگی سے اپنی نصف بہتر کو بتایا۔ جس کی اپنی رائے بھی تقریباً یہ ہی تھی۔ ''یہ کیسے اتنے دن ایک ساتھ رہ سکتا ہے ادھر، چند ہی گھنٹوں میں دو بار لڑ چکا اے۔''

''ام کو کیا مولوم۔ بڑا لوگ جانیں۔'' گل جاناں نے کندھے اچکائے۔

''ام کیا کرے اب۔'' نزاکت خان نے ہلکی آواز میں پوچھا۔ ''اگر قتل کر دیا تو ہمارا نوکری ختم۔''

''چھوٹے کا علاج ابھی باقی اے۔'' گل جاناں نے ادھوری بات مکمل کی۔ ''کچھ کرنا پڑیں گا۔''

گل جاناں کا دماغ تیزی سے چلا۔ اولاد پر بات آجائے چونٹی کے بھی پر نکل آتے ہیں یہ تو پھر اشرف المخلوقات تھے۔ دونوں میاں بیوی تیزی سے بدلتی صورتحال کو کنٹرول کرنے کے لیے دماغ لڑانے لگے۔

✿.....✿.....✿

''تو م نیچے جائے گا۔'' زویل نے تیزی سے ناشتہ کرتے ہوئے نزاکت خان سے سوال پوچھا۔

''آپ بولو گے تو ضرور جائے گا چھوٹے خان۔''

''میرے کو ایک موبائل لا دے۔'' زویل نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''لا دے گا۔'' نزاکت خان نے کون سا موبائل لا دینا تھا۔ لیکن چھوٹے صاحب کے لیے جھٹ سے اقرار کر لیا۔ ''اور کچھ چھوٹے صیب؟''

''اور کسی سے بھی رابطہ کرنے کی کوشش کرو۔ بولو چھوٹے خان انتظار کر رہا ہے ادھر۔ سب کہاں مر گیا میرے کو ادھر چھوڑ کے۔'' سیاہ تلخ کافی کے گھونٹ بھرتے ہوئے زویل نے چڑتے ہوئے کہا۔ ''ایسے کب تک کسی بی بی کے گھر پڑا رہے۔''

''جی۔'' نزاکت نے شرافت سے سر ہلایا۔ ''بول دے گا خان۔''

زویل نے ٹھنڈی سانس بھری۔ کیا کر سکتا تھا اب وہ۔ انجان لوگوں میں پھنسا بیٹھا تھا۔ اگر کوئی مرد ہوتا تو اپنے بارے میں اسے بتا کر مدد مانگ لیتا۔ ایک عورت کو رعب میں لینا اس کو مناسب نہیں لگ رہا تھا۔ عورت بھی وہ جو ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی۔ رشنا کی طرف ذہنی رو جاتے ہی اس کی آنکھ کا تل زویل کو کہیں اور لے گیا۔

✿.....✿.....✿

''کل چھوٹے کو اسپتال لے جانا اے۔ کیسے نکلے ادھر سے۔''

''ام بات کرتا ہے بی بی سے۔ گل جاناں نے یہ ذمہ داری اپنے نازک کندھوں پر اٹھائی۔ اچا عورت ہے وہ سمجھ جائے گا جانا ضروری ہے۔''

''میرے کو تو مشکل لگتا ہے۔'' گل جاناں یقیناً زیادہ ہوشیار تھی۔

''لیکن ام نہیں ہوگا تو مناتم سے کنٹرول نہیں ہوگا۔'' نزاکت خان نے بے بسی سے کہا۔

''تو م کوشش کر لو۔'' گل جاناں نے اپنا دامن بچایا۔

''ہوں۔ سمجھداری سے سر ہلاتا ہوا نزاکت خان پر امید نہیں تھا کہ رشنا اس کے ساتھ گل جاناں کو بھی چھٹی دے گی لیکن ماں کی آس کیسے توڑ دے جب کہ اسے معلوم بھی تھا منے کا اسپتال لے جانا کتنا ضروری ہے۔

✿.....✿.....✿

''نہیں نہیں۔ بالکل نہیں۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔'' رشنا نے سنتے ہی منع کر دیا۔ ''میں اس خردماغ آدمی کے ساتھ اکیلی نہیں رہ سکتی۔''

''بی بی صیب ہمارا منا بیمار ہے۔ ہم اسے ایسی ہی چھوڑ کر تمہارے واسطے ادھر بیٹھا اے۔'' گل جاناں نے اسے احساس دلانا چاہا۔

''نہیں تم میرے لیے نہیں۔ پیسوں کی خاطر ہوا دھر۔'' رشنا نے فوراً ہی یہ داؤ ختم کیا۔ ''مجھے جذباتی بلیک میل نہیں کر سکتے تم دونوں۔''

''تو م بھی تو پیسے کی خاطر ہوا دھر۔ ہم تو بوہت غریب ہے، پھر ادھر کمائی کا ذریعہ کوئی نہیں۔'' گل جاناں نے بھیگے لہجے میں رشنا کو آئینہ دکھایا۔ ''اگر ام نہ ہی گیا تو ہمارے چھوٹے کو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔''

''تمہیں پہلے نہیں معلوم تھا بچہ بیمار ہے۔ تم نے حامی کیوں بھری اس کام کی۔'' رشنا کا دل گداز ہوا۔

''اسی کے لیے ام بھی مجبور ہو کے ہاں بولا ہے بی بی۔ چھوٹے کے دل میں سوراخ اے۔ بوہت پیسہ چاہیے اس کے دوادارو کے لیے۔'' نزاکت خان نے موقع پر انٹری دی۔

''اوہ۔'' رشنا ایک دم خاموش ہو گئی۔

''تو م اچھا عورت اے۔ یہ بات اپنے تک رکھ سکتی ہو، ورنہ بڑے خان جی ہمیں۔'' ایک جھرجھری لیتی ہوئی گل جاناں نے کچھ نہ کہتے ہوئے بھی بہت کچھ کہہ دیا تھا۔

''ہاں بی بی۔ وہ جتنا پیسے والا صاحب ہے اتنا ہی ظالم اے۔'' نزاکت خان نے رشنا کو بتایا۔ ''گولی پہلے مارتا اے پوچھتا بعد میں اے۔''

''جانے دیو بی بی۔ صبح تڑکے ہی نکل جائیں گے، شام ڈھلے واپس۔'' گل جاناں نے بے بسی سے منت کی۔

''او کے جاؤ تم لیکن فوراً ہی واپس آ جانا۔ میں اسے باتھ روم وغیرہ نہیں لے جا سکتی۔'' رشنا نے نزاکت خان کو معاملے کی سنجیدگی کا احساس دلایا۔ ''تمہیں رکھا ہی اس کے لیے ہے۔''

''پھکر نا ہی کرو بی بی۔ ہم یوں گیا یوں آیا۔ بس ہمارے پیچھے خان کا قتل نہ ہی کرنا تو م۔'' گل جاناں نے فوراً ہی دل کی بات کہی۔

''کیا؟'' رشنا نے حیرت سے دونوں میاں بیوی کو دیکھا جن کے چہروں کے تاثرات بتا رہے تھے وہ کتنا سنجیدہ ہیں۔ ''تم لوگ؟ اوہ مائی گاڈ۔'' رشنا بے اختیار ہی ہنسنا شروع ہوگئی۔ ''میرے لیے وہ بھی ایک بلینک چیک ہے میں کیسے اسے قتل کر سکتی ہوں۔''

''بی بی صاف بات ہے۔ ام کو ایسا ہی لگتا ہے، تم دونوں میں سے جسے موقع ملے گا وہ دوسرے کا۔'' نزاکت خان نے ایک انگلی سے اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا۔

''جاؤ جاؤ تم لوگ بے فکر ہو کر جاؤ۔'' رشنا نے قہقہے لگاتے ہوئے دونوں کو کمرے سے جانے کا اشارہ کیا۔

''واپس آنے تک تمہارا چھوٹا خان صاحب زندہ ہی ملے گا۔ ویسے قتل کی جگہ اگر اس سے۔'' ایک انوکھی سوچ رشنا کے ذہن میں ابھری اور وہ ایک دم شرمندہ ہوگئی۔ ''توبہ کیا سوچنے لگی میں بھی، جبرائیل کے ہوتے ایسا خیال بھی کیسے آسکتا ہے۔'' خود کو سرزنش کرتے ہوئے رشنا نے سونے کے لیے بیڈ ٹھیک کیا۔ لیکن اس کا دھیان بار بار بھٹک رہا تھا۔

صبح صادق کی دلفریب روشنی وادی میں ہر طرف بکھری ہوئی تھی۔ رشنا نے آنکھیں کھول کے سامنے دیکھا جہاں کھلی ہوئی کھڑکی سے انتہائی خوبصورت سماں اس کا منتظر تھا۔ ایک جھٹکے سے وہ اٹھی اور تیزی سے ٹیرس کا دروازہ کھول دیا۔ ٹھنڈی یخ ہوا نے اس کے مزاج پوچھ لیے۔

''اف۔ کس قدر سردی ہے، کمرے میں تو معلوم نہیں ہو رہا تھا۔'' دونوں ہاتھوں کو آپس میں رگڑتے ہوئے اس نے سوچا اور خوب گہری گہری سانسیں لے کے خود کو نئی زندگی دی۔ دھوئیں سے پاک ہوا بھی کیسی نعمت ہے۔ رشنا نے مسکراتے ہوئے دور تک دیکھا جہاں بہتی ہوئی نہر کے پاس جمع بادل اسے الگ ہی دنیا سے روشناس کرا رہے تھے۔ نہر سے نکلنے والی ہلکی ہلکی بھاپ آنکھوں کو انتہائی بھلی لگ رہی تھی۔

''چلو رشنا بی بی۔ ڈرامہ کرنے کا وقت ہوگیا ہے۔ نزاکت خان اور گل جاناں کی جگہ اب تم ہی کک ہو اور ناشتہ بنانے کچن کا رخ کر لو تو بہتر ہے ورنہ وہ کھڑوس خان چیخنا شروع کر دے گا۔'' رشنا نے کمرے میں آتے ہی سرخ ہوتی ناک دیکھی۔ ''بہت سرد علاقہ ہے یہ، شکر ہے نزاکت خان آج کی لکڑیاں کاٹ گیا ورنہ میری تو قلفی جم

جاتی ادھر۔'' رشنا نے آتشدان میں ختم ہوتی آگ دیکھی اور تیزی سے اپنا سوٹ نکال کر منہ ہاتھ دھونے باتھ روم کا رخ کیا۔

''یہ لاؤنج اس قدر ٹھنڈا کیوں ہے۔'' سردی سے ٹھٹرتی ہوئی رشنا نے سیڑھیوں پر قدم رکھا۔''اور یہ پٹھان اتنا خاموشی کیسے ہے آج۔کل تو آنکھ کھلتے ہی شور مچادیا تھا۔''

''اوہ.....''

زویل کو آدھا صوفے اور آدھا نیچے کارپٹ پر گرا دیکھ کر رشنا کے اوسان خطا ہوگئے، باقی کی سیڑھیاں اس نے تیزی سے ایک ہی زقند میں ختم کی۔

''اے کیا ہوا تمہیں۔سنو۔اے اٹھو۔اے۔'' رشنا نے بے تابی سے زویل کو ہلایا جلایا۔لیکن وہ بے سدھ پڑا رہا۔

''اسے تو سخت بخار ہے،'' رشنا بڑبڑائی اور پلٹ کے لاؤنج کے آتشدان کو دیکھا جو نجانے کب کا ٹھنڈا ہوگیا تھا۔اسی سردی نے زویل کو اپنی جکڑ میں لے لیا شاید۔ویسے ہی اس کی جسمانی حالت ٹھیک نہیں تھی رہی سہی کسر دو دن کی بے آرامی نے پوری کردی تھی اب۔

''اسے کیسے اٹھاؤں؟'' رشنا نے زویل خان کے اوپر تیزی سے کمبل ڈالا اور آتش دان میں لکڑیاں ڈالیں۔

''اگر یہ ایسے ہی بیمار رہا تو.....'' انجان خدشے سر اٹھانے لگے تھے۔''اس کا باپ مجھے مار ہی دے گا شاید۔''

رشنا کو اب صحیح معنوں میں اپنی پوزیشن کا احساس ہو رہا تھا۔

''نزاکت خان اور گل جاناں بھی نہیں ہیں آج تو۔'' رشنا نے فوراً ہی دل جمعی کے ساتھ زویل کے اوپر دائیں بائیں بھاری کپڑے ڈالے۔لیکن وہ کسی صورت اسے صوفے پر نہیں کرسکی۔

''چلو نیچے ہی لیٹا دیتی ہوں۔'' ایک ایک کر کے نہایت آرام کے ساتھ اس نے زویل کی ٹانگیں اٹھائیں اور نیچے موٹا لیکن آرام دہ کشن سیٹ کر کے اس کے اوپر رکھ دیں۔خاص طور پر پلستر والی ٹانگ احتیاط مانگ رہی تھی۔ اتنی سی مشقت سے ہی رشنا پسینہ پسینہ ہوگئی۔زویل کا اچھا خاصہ وزن تھا اور قد چھ فٹ دو انچ تو رہا ہی ہوگا جبکہ وہ خود بھی اچھا قد کاٹھ رکھتی تھی لیکن زویل کے آگے دھان پان سی لگ رہی تھی۔

''اب اسے کروٹ کیسے دلاؤں۔'' رشنا نے بے بسی سے زویل کو دیکھا جو بے سدھ پڑا ہوا تھا۔لیکن رفتہ رفتہ اس کے چہرے پر زندگی کی رمق گہری ہوتی جارہی تھی۔گرم کمرہ اور کمبل کی گرمائش نے اپنا اثر دکھانا شروع کردیا تھا۔

رشنا کی نظریں اس بازو پر لگی ہوئی تھیں جس پر بینڈیج تھی اور وہ زویل کے نیچے دبا ہوا تھا۔رشنا نے لاچاری سے اسے دیکھا اور ہمت باندھ کر اس کے قریب ہوگئی۔

گہری نیند یا بے ہوشی کی بدولت زویل اپنے ہوش وحواس سے بیگانہ تھا لیکن رشنا نہیں تھی۔اس پر زویل کی قربت اثر انداز کرنے لگی۔اس میں کوئی دورائے نہیں تھی کہ زویل مردانہ وجاہت کا اعلیٰ شاہکار تھا۔ایک مرد اور عورت کی فطری کشش سے کون پیچھا چھڑا سکتا ہے۔

رشنا نے گھبرا کر اس کے چہرے سے نظریں چرائیں جو چہرے کے عین سامنے ہی تھا۔آہستگی کے ساتھ اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر کروٹ دلانے کی کوشش کی تاکہ زخمی ہاتھ مزید مجروح نہ ہو۔جیسے جیسے وہ سینے پر دباؤ ڈالتی جارہی تھی ویسے ویسے زویل کے انتہائی قریب ہوتی جارہی تھی۔ایک دم زویل نے کراہ کے خود کروٹ لی اور رشنا کو لیتا ہوا دائیں سمت ہوگیا۔رشنا ہکا بکا رہ گئی۔وہ زویل کے پہلو میں کچھ اس طرح لیٹی ہوئی تھی کہ اس کے اوپر زویل کا بازو پھیلا ہوا تھا اور وہ زویل کے انتہائی قریب لیٹی ہوئی تھی۔رشنا نے تڑپ کر اسے سائیڈ میں کیا، تیزی کے ساتھ اپنے اوپر سے اس کا ہاتھ ہٹایا اور جھجک کے دور ہوگئی۔لمحے بھر کی قربت نے اسے سٹپٹا دیا تھا۔دل کی دھڑکن اتھل پتھل ہورہی تھی۔

اب اسے احساس ہوا خالہ کیوں اسے منع کررہی تھیں اکیلے جوان آدمی کے ساتھ رہنے کے لیے۔مگر۔اب کیا ہوسکتا تھا بھلا، لیکن جبرائیل نے بھی تو کوئی ری ایکشن ہی نہیں دیا تھا۔اسے اکیلے جوان مرد کے ساتھ رہنے پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔لیکن کیوں نہیں تھا۔اسی کیساتھ اسے جبرائیل کا ٹھنڈا رویہ یاد آگیا۔اس نے بنا کوئی سوال پوچھے جانے کی اجازت دے دی تھی۔نجانے کتنی دیر تک وہ ٹکٹکی باندھے زویل کو دیکھتی رہی، اس کا ذہن جبرائیل کے رویے کا احاطہ کررہا تھا، ایسے بہت سارے لیکن اس کے پاس جمع ہورہے تھے، جن کے جواب اس کے پاس نہیں تھے۔اپنی ہی سوچوں میں گم رشنا کو معلوم ہی نہیں ہوا کب زویل نے آنکھیں کھول کے اسے اپنے

پاس دیکھا اور اب الجھی ہوئی نگاہوں سے اسے مسلسل تک رہا تھا۔

''اے او بی بی۔'' بالآخر زویل نے رشنا کو پکارا، جو بری طرح چونکی۔

''ہاں۔ آں۔'' رشنا شرمندہ ہوگئی۔ پتہ نہیں کیا سوچتا ہوگا یہ میرے بارے میں۔ اب اسے اپنے امیج کی فکر لاحق ہوئی۔

''اپنے نوکر کو بلاؤ، ام کو باتھ روم جانا اے۔'' زویل نے جھجک کر کہا۔ ''لگتا ہے، کچھ بخار وخار ہو گیا اے۔''

''وہ وہ۔ وہ نزاکت خان تو نہیں ہے۔'' رشنا نے جھکی نظروں سے اسے بتایا۔ ''اس کے بیٹے کی طبیعت خراب تھی وہیں گیا ہے۔ اگر کچھ دیر رک جاؤ تو شاید آ ہی جائے۔''

زویل نے سر ہلا کر ہونٹ بھینچ لیے۔ اس کے علاوہ چارہ ہی کیا تھا۔

''کوئی میڈیسن اے تو دو۔'' زویل نے چکراتے ذہن کے ساتھ آنکھیں موندیں۔ ''پتہ نہیں میں کب جائے گا ادھر سے۔''

''پہلے کچھ کھالو پھر میڈیسن کھالینا۔'' رشنا نے نرمی سے اسے تاکید کی۔ ''خالی پیٹ نہیں لیتے دوائی۔''

''تو کچھ کھانے کو دو بی بی۔'' زویل نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن کمزوری سے اٹھا نہیں گیا۔ ''تو م ادھر بیٹھا رہے گا تو کیسے کھانا بنے گا۔''

بیماری کی حالت میں اس بندے کی زبان ایسے چلتی ہے، تو تندرست ہوتے ہوئے کیا تیر مارتا ہوگا یہ۔ رشنا منہ بناتی ہوئی کھڑی ہوئی۔ اسی کے ساتھ زویل کی کراہ سن کے ایک دم واپس پلٹی۔

''ارے کیا ہوا۔'' زویل کو لڑکھراتے ہوئے دیکھ کر پوچھے بنا نہیں رہ سکی۔ ''طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو لیٹے رہو، کیوں اٹھتے ہو بابا۔''

''کب تک لیٹا رہے گا ادھر۔'' زویل نے جھنجلا کے جواب دیا۔

''مجبوری ہے فی الحال تو برداشت کرو۔'' رشنا نے اپنی فطرت کے خلاف تحمل سے سمجھانے کی کوشش کی۔

''نزاکت خان آجائے تو میں.....'' ایک دم رشنا خاموش ہوگئی۔ موبائل کی آفر نہیں دے سکتی تھی ورنہ وہ اگلے ہی پل واپس چلا جاتا اور ایگریمنٹ کے تحت۔ اس سے آگے وہ کچھ نہیں سوچ پائی۔

''تو؟'' سوالیہ نظریں ابھی تک رشنا پر جمی ہوئی تھی، جواد ھوری بات چھوڑ کر گم صم کھڑی تھی۔ ''او بی بی، کیا ہوا تمہارے کو۔''

''کک کچھ نہیں۔ میں ناشتہ دیتی ہوں تمہیں تم آرام کرو۔'' رشنا نے تیزی سے کہا اور کچن میں گھس گئی۔

''اف۔ نزاکت خان! خدا کے لیے جلدی آؤ۔'' دل ہی دل میں التجا کرتی رشنا تیزی سے ہاتھ چلا رہی تھی لیکن وہ بھی جانتی تھی سوائے انڈے فرائی کرنے کے اسے کچھ نہیں آتا۔ بے دھیانی میں دو توس جل گئے، انڈا کچھ سخت رہ گیا۔ کافی میں چینی کی مقدار بھی ضرورت سے زیادہ ہوگئی۔ لیکن رشنا اس قدر غائب دماغ ہو چکی تھی کہ اس نے ان باتوں پر دھیان نہیں دیا۔ تیزی سے کام ختم کرتے ٹرے سجائی اور لاؤنج میں آنے کی تگ و دو کی۔

''ارے ے ے ے۔ یہ کیا کر رہے ہو۔'' زویل صوفے کے سہارے کھڑا جھوم رہا تھا۔ لمحہ ہی لگتا وہ گر جاتا۔ رشنا نے تیزی سے ہاتھ میں پکڑی ٹرے میز پر رکھی۔ زویل کو تھاما اسے پل زویل چکراتے ذہن کے ساتھ رشنا کو لیتے ہوئے صوفے پر گر گیا۔

''آہ۔'' زویل کے منہ سے بے ساختہ کراہ ابھری۔ اس کا ہاتھ رشنا کے نیچے دب گیا تھا جبکہ وہ خود زویل کے پہلو میں گری ہوئی تھی۔ رشنا کے لیے یہ پل اس کی زندگی پر محیط ہوگیا۔ نیم بے ہوش زویل یقیناً باتھ روم جانے کے لیے کھڑا ہوا تھا لیکن کمزوری اور بخار کی بدولت یہ حال ہوگیا۔

''کہا تھا صبر کرلو لیکن نہیں.....'' رشنا نے اپنی جھینپ مٹائی۔ ''اب ذرا سائیڈ پر ہو جاؤ تاکہ میں اٹھ جاؤں۔''

زویل نے نیم وا آنکھوں کے ساتھ اپنا ہاتھ رشنا کے اوپر سے ہٹایا، جو لاشعوری طور پر خود گرنے سے بچنے کی خاطر رشنا کو تھام لیا تھا لیکن بخار کی بدولت چکر کھا کر اپنے ساتھ اسے بھی گرا گیا۔ ایک ہاتھ اس کے نیچے دوسرا اس کے اوپر۔ کافی غیر متوقع صورتحال کا سامنا تھا دونوں کو۔

اسی وقت کاٹیج کے دروازے پر کسی نے دستک دی۔ رشنا نے چونک کے زویل کو دیکھا۔ جو اپنی آنکھوں سے اسے کوئی اشارہ کر رہا تھا لیکن تھوڑی دیر کی قربت سے رشنا اتنا بوکھلا گئی تھی وہ زویل کی طرف دیکھنے سے گریزاں تھی۔ زویل نے اپنے مضبوط ہاتھوں سے اسے پکڑ لیا۔

''کک کیا کر رہے ہو۔'' پھیلی ہوئی آنکھوں کے ساتھ رشنا نے زویل کو پیچھے دھکیلا۔ ''چھوڑو مجھے۔''

''دشمن نہ ہو۔'' زویل نے سرگوشی کی۔

''ددد شمن ن ن۔'' رشنا ہکلائی۔

''ہاں وہی جس نے کل فائرنگ کیا تھا۔'' زویل نے خشک ہوتے گلے کے ساتھ اپنی بات رشنا کو سمجھائی۔ ''ام تمہارا کوئی مدد نہیں کر سکتا۔''

''او کے۔ میں دیکھتی ہوئی۔'' رشنا کی جان میں جان آئی۔ وہ جانتی تھی فائرنگ زویل کے آدمیوں نے ہی کی تھی۔ نرمی سے اپنا ہاتھ زویل کے ہاتھوں سے چھڑاتی ہوئی رشنا نے دروازہ کھولا۔ سامنے ہی ایک پٹھان بچہ کھڑا تھا

''کیا ہوا؟''

''تو م رشنا بی بی او۔''

''ہاں۔'' رشنا نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کندھے اچکائے اور مڑ کے زویل کے پریشان چہرے کو دیکھ کر تسلی دی۔

''ام کو نزاکت چاچا نے بھیجا اے۔ اس کا بیٹا ہسپتال میں داخل ہو گیا ہے وہ شام تک آئیں گا۔'' بچے نے گلابی اردو میں اپنے چاچا کا پیغام دیا۔

''اوہ۔۔ اور گل جاناں۔''

''او ماڑا۔ وہ ساتھ ہے نا چاچا کے۔'' بچے نے جیسے شہری بی بی کی عقل پر ماتم کیا۔ ''کیسے آسکتا اے او بھی۔ کوئی کام وام ہے تو میرے کو بولو، ابھی کر دیگا۔''

''او کے۔'' ہونٹ بھینچتی ہوئی رشنا کے لیے یہ چیز بالکل ہی غیر متوقع تھی۔ ''نہیں۔ کوئی کام تو نہیں ہے ابھی۔''

''چاچا نے کہا اے۔ بڑے صاحب کو نہ ہی بتانا ورنہ وہ سزا دیگی۔'' قدرے ہلکی آواز میں کہتا ہوا وہ بچہ واپس پلٹ گیا۔

''اوہ مائی گاڈ۔'' رشنا پورے دن زویل کے ساتھ اکیلے رہنے کا سوچ کر ہی لرز گئی۔ لمحہ بھر پہلے کی قربت اس کو ہلا گئی تھی۔

''کون اے۔'' زویل نے گم صم کھڑی رشنا سے سوال پوچھا۔

''نزاکت خان نے پیغام دیا ہے وہ نہیں آسکے گا جلدی۔''

''اب۔'' زویل کو اپنی فکر لاحق ہوئی۔ رشنا نے بے بسی سے اسے دیکھا اور آگے بڑھ کر سہارا دینے کے لیے خود کو تیار کرنے لگی۔

''تو م جائے گا۔'' دھان پان سے رشنا کو دیکھ کے زویل نے ایک بار پھر خود کو کوسا۔ ''وہ کیوں اتنا لاچار ہوگیا جو چھٹانک بھر کی لڑکی کی مدد لینے کے لیے بیٹھا ہے۔''

''مجبوری ہے۔ آجاؤ کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں۔'' رشنا نے بہادر بننے کی کوشش کی۔ یہ الگ بات تھی وہ زویل کے پاس آنے کا سوچ کر ہی اپنے دل کی بغاوت سے ڈر رہی تھی۔ ایسے تو کبھی جبرائیل کی قربت سے بھی وحشت نہیں ہوئی جتنا اس سے۔

زویل نے کھڑے ہونے کی کوشش۔

''ام تو کھڑا بھی نہیں ہو پارہا بی۔ چلے گا کیسے۔''

رشنا نے گہری سانس لی اور جھک کر اس کو سہارا دیا۔

''میرے کندھے پر ہاتھ رکھ لو۔ ہاں ہاں ایسے، کوشش کرو اٹھنے کی۔'' زویل نے ایک ہاتھ رشنا کے کندھے پر رکھا، اٹھنے کے لیے ٹانگ سیدھی کی لیکن۔ کراہ نکل گئی۔

''کوشش کرو شاباش، شاباش۔ تم ایک بہادر اور اسٹرونگ بندے ہو۔'' رشنا نے اس کے چہرے پر جھجک دیکھی۔ وہ اپنا بوجھ کیسے ایک نازک لڑکی پر ڈال سکتا تھا۔

''تم سمجھو میں نزاکت خان ہوں۔'' دھیرے سے ہنستی ہوئی رشنا نے زویل کا حوصلہ بڑھایا۔ یہ الگ بات تھی وہ اتنے قریب سے آنکھ کا تل دیکھ کر کسی کی یاد میں گم ہونے لگا تھا۔

''ہیلوو۔ اٹھو بھی۔'' رشنا نے بیٹھے ہوئے زویل کا کندھا تھپتھپایا۔ ''دیکھو اس کے علاوہ اور کوئی آپشن نہیں۔ جتنی دیر کرو گے اتنی ہی تکلیف اٹھاؤ گے۔ شاباش اٹھو۔''

خود پر جبر کرتا ہوا زویل اس بار بچی کھچی ہمت جمع کرتا ہوا کھڑا ہو ہی گیا۔ ایک ٹانگ کے سہارے، ایک

ہاتھ رشنا کے کندھے پر رکھ کر وہ بمشکل باتھ روم کے گیٹ تک آیا۔

"تم جاؤ ام کھود دیکھ لے گا آگے۔" زویل نے نظریں نیچے کرتے ہوئے رشنا کو جانے کا عندیہ دیا۔

"تم گر نہ جاؤ کہیں۔" اسے بے چینی لاحق ہوئی۔

"بی بی جاؤ۔ ایسا بھی کمزور نہیں اے زویل۔" وہ چڑا۔

"نہیں۔ میں ادھر ہی کھڑی ہوں۔" مضبوط لہجے میں بولتی ہوئی رشنا نے زویل کو اشارے سے باتھ روم کے اندر جانے کا کہا۔ "جاؤ جلدی فارغ ہو، ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے، مجھے بھی بھوک لگی ہے ابھی تک کچھ نہیں کھایا۔"

زویل بھانپ گیا تھا وہ اب نہیں سنے گی، خود پر جبر کرتے ہوئے اس نے ایک پاؤں کو گھسیٹا اور باتھ روم کے اندر داخل ہوا۔ پتہ نہیں کس طرح فراغت حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ لڑکھڑاتے قدموں سے واپسی کا سفر طے کیا اور بے اختیار ہی باتھ روم کے دروازے پر کھڑی رشنا کا سہارا لیا۔ رشنا نے بھی پھرتی سے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے کندھے پر رکھا۔ دونوں ہی جھینپے ہوئے تھے لیکن کوئی اور چارہ نہیں تھا۔ بمشکل دس قدم کا سفر طے ہوا۔ زویل نے جھکی نگاہوں سے خود کو صوفے کے سپرد کیا۔

"میں چائے گرم کرتی ہوں بالکل ہی ٹھنڈا ہو گئی ہے۔" سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ رشنا نے تیزی سے قدم کچن کی سمت بڑھائے۔ جتنا جلدی اس جگہ سے دور ہوا اتنا ہی جلدی وہ اپنا سنساتا ہوا چہرہ نارمل کر سکتی تھی۔

"یا اللہ، یہ تو بہت مشکل کام ہے۔ کیسے گزریں گے باقی دن۔"

ابھی تک بھاری ہاتھ کا دباؤ اسے اپنے کندھے پر محسوس ہو رہا تھا۔ چہرے کی تپش سی اٹھتی لگ رہی تھی۔ ایک جھرجھری لیتی ہوئی اس نے دودھ گرم کیا اور دھڑکتے دل کے ساتھ باہر نکلی۔

"کک کیا ہوا۔ اے سنو آنکھیں کھولو۔" سامنے ہی زویل آنکھیں بند کیے گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ رشنا کی جان پر بن آئی۔ "لو اسے پی لو۔" نیم گرم دودھ اس کے ہونٹوں سے لگا کر زویل کو ہشکارہ۔ "سنو اسے پی لو۔"

زویل تقریباً نیم بے ہوش چکا تھا۔

"کدھر پھنس گئی ہوں۔" رشنا نے خود کو صلواتیں سنائیں۔ "اسی لیے کہتے ہیں لالچ کا برا انجام۔"

رشنا نے زویل کے سر کے نیچے اپنا ہاتھ پھنسایا اور دھیرے سے سر اٹھایا۔

''تھوڑا سا پانی لو تاکہ میڈیسن لے لو۔''

لیکن میڈیسن تھی کدھر۔ رشنا نے بے ساختہ بے یقینی سے سوچا۔ اتنی اہم بات کیسے بھول گئے سب۔ گھونٹ گھونٹ دودھ پیتے ہوئے زویل کے پاس سے اٹھتی ہوئی مہک رشنا پر چھا رہی تھی۔ دودھ پیتے ہی زویل پر مدہوشی طاری ہوگئی۔ اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ رشنا نے زیر لب خود کو کوستے ہوئے کمبل اس کے اردگرد اچھی طرح لپیٹا اور وہ قدرے دور ہوگئی۔ دوپہر تک زویل کا بخار اچھا خاصا تیز ہو چکا تھا۔ گھبرائی ہوئی رشنا نے گیلی پٹیاں رکھنا شروع کر دیں۔ شام ڈھلے جہاں زویل کا بخار اترا وہیں اس نے چپکے سے موبائل کے ذریعے اسفندیار کو تازہ اپ ڈیٹ دی اور اس کی میڈیسن منگوائی۔ نیم وا آنکھوں سے زویل محسوس کر رہا تھا، رشنا کس طرح اس کی پٹی سے لگی بیٹھی ہے۔ اس کے دل میں انجان لڑکی کی خدمت نے جگہ پیدا کر دی تھی۔ اس کے چہرے پر چھائی ہوئی پریشانی زویل کو نرم کر رہی تھی۔ عرصہ پرانی برف پگھل رہی تھی جو کسی کی جدائی میں بنجر ہو گیا تھا وہ پھر سے نئی کونپلیں اپنے اندر پھوٹتے ہوئے محسوس کر رہا تھا۔

✿.....✿.....✿

پہاڑوں پر جہاں تیزی سے شام اترتی تھی وہیں لمبی رات بھی اپنی مثال آپ تھی۔ ابھی تک نزاکت خان اور گل جاناں کا کوئی اتہ پتہ نہیں تھا۔ اکیلے انجان مرد کے ساتھ رات گزارنے کا خیال ہی رشنا کو گھبرانے کے لیے کافی تھا۔ کاش وہ بچہ ہی آجائے نزاکت خان کا کوئی میسج دینے تو اسے روک لونگی۔ دل ہی دل میں پروگرام بناتی رشنا بھول گئی کہ کچھ لوگ اپنے آپ کو جان بوجھ کے مشکلات کے سپرد کرتے ہیں، انہی میں سے ایک رشنا بھی تھی۔

جیسے جیسے تاریکی اپنا سحر بڑھا رہی تھی ویسے ویسے زویل کی حالت بگڑ رہی تھی۔ رشنا نے بار بار موبائل سے اسفند سے رابطہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ہر بار ہی سگنلز اسے دغا رہے تھے۔ اس کے ہاتھ پاؤں پھول چکے تھے۔

''اگر یہ مر گیا تو.....'' رشنا نے بوکھلا کے زویل کو دیکھا جو بخار کی شدت سے سوکھے ہونٹ کے ساتھ کراہ رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے سر پٹخنا شروع کر دیا۔

''کیا ہو رہا ہے اسے۔ سنو کیا ہوا تمہیں؟'' رشنا نے گھبراتے ہوئے اس کے نزدیک جاتے سوال پوچھا۔

''لو پانی پی لو۔''

پاس رکھے گلاس سے چمچے کے ذریعے کچھ بوندیں اس نے زویل کے پپڑی زدہ ہونٹوں پر گرائیں، جسے بے تابی سے اس نے پی لیا۔ ''یا اللہ، مدد کردیں، یہ تو میرے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا۔''

''کیوں نہیں تھا رشنا بی بی۔ بیمار بندہ مزید بیمار نہیں ہوگا تو کیا ہوگا۔ تمہیں معلوم تھا وہ ابھی ہسپتال سے ڈس چارج ہوا ہے تو لازمی بیمار ہوگا۔''

کوئی تھا جو اندر ہی اندر اسے شرمندہ کرنے کی ٹھان چکا تھا۔

''ہر چیز تمہیں معلوم تھی اگر یہ سب آسان ہوتا تو اس کا باپ لاکھوں روپے کیوں دیتا۔''

''لل۔ لیکن۔ میرا کیا قصور.....'' رشنا نے منمناتے ہوئے اپنی صفائی دی۔

''تم نے اس کی ذمہ داری اٹھائی ہے۔ جواب دہی تو ہوگی تم سے بھی۔'' ضمیر نے اچھی طرح لتاڑا۔

''اس کے باپ اور چاچا کا قصور ہے سارا۔ میرا نہیں۔'' رشنا نے ہٹ دھرمی دکھائی۔

''پولیس تم سے بھی پوچھ گچھ کرے گی۔'' کوئی طنزیہ انداز میں ہنسا۔ ''اور ہماری پولیس تو بکری کو بھی اونٹ بنانے پر قادر ہے۔ تم تو پھر لڑکی ذات ہو جس کا بیک گراؤنڈ کیا ہے، وہ تم اچھی طرح جانتی ہو۔''

''پپ۔ پپ۔ پولیس.....'' رشنا فق رہ گئی۔

''اگر پولیس کچھ نہ کرسکی تو باقی کسر اس کا باپ پوری کردے گا۔ سیاست دان ہے وہ، چھوڑے گا نہیں اگر اس کے بیٹے کو کچھ ہوا تو۔ اخباروں میں تمہاری پوری کہانی چھپے گی، باقاعدہ تصویر کے ساتھ۔ جبرائیل کے گھر والے پہلے ہی تم سے راضی نہیں پھر کیا کروگی۔ اتنی بدنامی کے بعد جبرائیل بھی شاید اپنا دامن چھڑالے گا۔ پھر.....''

''اوہ مائے گاڈ۔'' رشنا کو اب صحیح معنوں میں احساس ہورہا تھا، چند پیسوں کی خاطر اس نے کیا کردیا لیکن۔ جبرائیل نے بھی نہیں روکا۔ ایک دم اسے جبرائیل کا خیال آیا۔ تیزی سے بھاگتے ہوئے اس نے اپنے کمرے کا سفر طے کیا۔

''ہاں جبرائیل سے بات کرنی چاہیے یقیناً وہ کوئی راستہ دکھا سکتا ہے۔ وہ میرے ساتھ ہے ہر جگہ، اس نے

جینے مرنے کی قسمیں کھائی ہیں میرے ساتھ۔ یقیناً وہ کچھ نہ کچھ کرے گا۔"

لیکن اسے نہیں معلوم تھا، ابھی اذیت کا سفر باقی ہے۔

بیل جاتی رہی لیکن جبرائیل نے فون نہیں اٹھایا۔ اس نے میسج کے ذریعے پیغام دینے کی کوشش کی لیکن شاید ایک بار پھر سگنلز ایشو تھا۔ رشنا نے بے بسی سے خود کو آئینے میں دیکھا۔

"اب کیا کروں"۔ یہ وہ سوال تھا جو ان گنت بار خود سے کر چکی تھی۔ کراہوں کی آواز سناٹے میں گونجی۔ رشنا بری طرح چونک گئی۔ اسے ہوش آ رہا تھا۔ دوڑتے بھاگتے ہوئے وہ سیڑھیاں اتری اور پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ نیم بے ہوش لیٹے زویل کو دیکھا۔ جو نیم وا آنکھوں سے اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"ام کہاں اے۔"

"تم میرے پاس ہو۔" رشنا نے بے تابی سے اس کا ہاتھ تھاما۔ "دیکھو گھبراؤ نہیں، میں ہوں ادھر۔"

"پیاس لگی اے۔"

"اچھا رکو ایک منٹ۔" رشنا نے پاس رکھے ہوئے گلاس سے ایک بار پھر چمچے سے پانی پلایا۔ چند گھونٹ پی کر یقیناً زویل کے ہوش ٹھکانے آئے۔

"ام ابھی تک تمہارے کاٹیج میں اے۔" زویل نے دائیں بائیں آنکھیں گھمائیں۔ "گیانا ہی ادھر سے۔"

"ہاں، کوئی نہیں آیا تمہیں لینے۔" خود کو مصروف ظاہر کرتی رشنا نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ لیکن اندر سے اس کی حالت کافی پتلی تھی۔

"او ملازم کہاں اے؟" حیران ہوتے ہوئے زویل نے سوال پوچھا۔ "او بھی چھوڑ گیا۔"

"اس کا بیٹا بیمار ہے، وہ ہسپتال میں پھنس گیا ہے شاید ورنہ ابھی تک تو آجانا چاہیے تھا اسے بھی۔"

"اور اس کا بی بی لوگ بھی نا ہی ہے؟" زویل نے فوراً پوچھا۔

"ظاہر ہے وہ میاں بیوی ہیں۔ دونوں ہی بچے کو لے گئے ہیں۔" رشنا دھیرے سے جواب دیا۔

"اوہ۔ ایسا کرو تو م جاؤ اوپر۔ ام ٹھیک اے اب۔" زویل کو اچانک اپنی اور رشنا کی پوزیشن کا احساس ہوا۔ اتنا بول کر زویل کو نقاہت ہو چکی تھی۔ اس کی سانس پھولنے لگی تھی۔

''کھانا تو کھالو۔'' رشنا نے بے بسی سے کہا۔ ''تمہاری کوئی دوائی بھی نہیں ہے اگر طبیعت زیادہ خراب ہوگئی تو.....''

''کوئی پین کلر اے تو دے دو۔ ایسا کرو۔'' زویل نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ''کھانا مانا ادھر رکھ دو۔ جب ام کو چاہیے ہوگا لے گا۔ تو م اماری فکر نا ہی کرو۔''

''اور باتھ روم۔'' رشنا جھجکی۔

''وہ کرسی ادھر رکھ دو۔'' زویل نے ڈائنگ ٹیبل کی کرسی کی طرف دیکھا۔ ''اس کے سہارے چلا جائے گا۔'' زویل نے دھیرے دھیرے اپنی بات پوری کی۔ نقاہت سے وہ بمشکل بول رہا تھا۔

''لل لیکن.....'' رشنا حیران ہوگئی۔ ''تم کیسے جاؤ گے، تمہاری حالت ٹھیک نہیں ہے اور مجھے تو لگ رہا ہے تمہیں ٹمپریچر ہو۔'' رشنا نے اس بار دھیان سے زویل کی سرخ ہوتی آنکھیں دیکھیں اور.....اور اپنے دل پہلو سی نکلتی محسوس کی۔

''اف یہ پٹھان اتنے خوبصورت کیوں ہوتے ہیں۔''

''او بی بی، ام دیکھ لے گا۔ تم ایسے اکیلے، سمجھتی کیوں نا ہی تو م۔'' زویل کا لہجہ کچھ بلند ہوا۔ ''جاؤ اپنے کمرے میں۔'' اس نے چڑتے ہوئے اسے دیکھا۔

''او کے۔'' رشنا جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔ ''اگر کوئی مسئلہ ہو تو آواز دے دینا۔ رشنا نام ہے میرا۔''

''جیاؤ جیاؤ۔'' زویل نے ہاتھ کے اشارے سے اسے جانے کا کہا۔

''ولی جینکی داسی اوگدہ زبی لری؟'' (لڑکیوں کی زبان اتنی لمبی کیوں ہوتی ہے)

''کیا سمجھتا ہے خود کو؟'' رشنا کو بے حد غصہ آیا۔ کچن سے پانی کی بوتل اور کھانے کا سامان ایک ٹرے میں رکھا۔ ''حور پرا ہے جو میں ریجھ گئی ہوں اس پر۔'' پین کلر کا پتہ بھی ٹرے میں رکھا۔ ''ابھی اسے جبرائیل کا معلوم ہوگا تو پتہ چلے گا۔''

تھرمامیٹر کے ساتھ کچھ ٹشو بھی رکھے۔

''پیسے کے لیے بھی کیسے کیسے ذلیل ہونا پڑتا ہے۔'' ہر چیز ٹرے میں رکھ کر ایک طائرانہ نظر ڈالی اور منہ بناتی

ہوئی کچن سے باہر نکلی۔لیکن باہر.....

زویل کرسی کے سہارے کھڑا، چھوٹے چھوٹے قدم اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔رشنا کچھ دیر اسے دیکھتی رہی۔دو چار قدم چل کر ہی اسکے قدم لڑکھڑانے لگے تھے۔ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کے ساتھ وہ کتنا چل سکتا تھا۔

''آؤ میرا سہارا لے لو۔''رشنا نے اس کے پاس جا کر ہاتھ بڑھایا۔

''نا ہی ام کو کوشش کرنے دو۔''زویل نے ضدی لہجے میں جواب دیا اور مزید آگے بڑھا۔

''دیکھو اگر گر گئے تو مسئلہ ہو جائے گا۔میرے پاس گاڑی نہیں ہے نہ ہی موبائل جو کوئی مدد کے لیے آئے گا۔''رشنا نے مجبوراً مزید آفر دی۔''رات گئے کہاں بھاگو گی تم کو لے کر۔''

زویل نے کچھ پل سوچا اور مجبوراً کرسی سے ہاتھ اٹھا کر رشنا کے بڑھے ہوئے ہاتھوں میں رکھ دیا۔دل ہی دل میں خود کو برا بھلا بولتے زویل نے رشنا کے سہارے چلنا شروع کیا۔دونوں ایک دوسرے کے انتہائی قریب تھے۔تنہائی تھی، خاموشی تھی، رات تھی، جوان قربت تھی۔زویل رشنا کی آنکھ کا تل دیکھ سکتا تھا، رشنا زویل کی قربت سے وحشت زدہ ہو رہی تھی۔دونوں اپنی اپنی جگہ چور سے تھے۔لیکن مجبور بھی تھے۔

✿.....✿.....✿

''ٹھیک ہے اب تم جیاؤ بی بی۔''زویل نے جھکی ہوئی نگاہوں سے سرخ چہرے کے ساتھ رشنا کو جانے کو کہا۔رشنا جو ابھی تک زویل کی قربت سے گم صم تھی وہ ایک ٹک اسے دیکھتی رہی، کھڑی رہی۔

''سنا نہیں بی بی۔جیاؤ۔''

''اوہ یس۔اوکے اوکے۔''رشنا ایک بوکھلا گئی۔''اف۔کیا سوچتا ہوگا یہ پٹھان بھی۔کیسے کمزور کردار کی ہوں میں۔''رشنا نے شرمندہ ہوتے ہوئے سوچا۔

''تم چاہو تو میں نیچے میٹریس بچھا دوں کیا۔''رشنا نے زویل کا اونچا لمبا وجود دیکھا جو بمشکل صوفے پر ٹکا ہوا تھا۔''ایک ایکسٹرا ہے میرے پاس، اوپر رکھا ہوا ہے۔

سر ہلاتا ہوا پٹھان کسی کے آنکھ کے تل سے نظریں چرائے بیٹھا تھا۔وہ جانتا تھا، دو انجان لڑکے لڑکی کے بیچ تیسرا شیطان ہے۔وہ لمحہ لمحہ اس کو ورغلا رہا ہے۔زویل نے خود کو سمجھایا۔وہ ساری عمر لمحہ بھر کی غلطی کی سزا نہیں

بھگت سکتا تھا۔

''او کے جسٹ ون منٹ میں ابھی لاتی ہوں۔''

چوکس ہرنی کی طرح زقند بھرتی رشنا پھرتی سے اوپر کی سمت بڑھی۔لیکن یہ کیا.....جیسے ہی آئینے کے سامنے سے گزری بے اختیار ہیئر برش کرنے کے لیے ہاتھ بڑھ گیا۔رشنا بری طرح بوکھلا گئی۔چہرے سے بھاپ نکلتی ہوئی محسوس ہورہی تھی۔دل ہی دل میں جبرائیل سے معافی مانگتی رشنا نے خود کو سمجھایا۔

''نہیں وہ کسی اور کی امانت ہے،ایسے کسی کی طرف راغب ہونا گناہ ہے۔''رشنا نے گہری نگاہوں سے خود کو دیکھا۔نظریں جھکا کے آئینے کے سامنے سے ہٹ گئی۔کمرے کے کونے میں رکھا ہوا سنگل میٹریس اٹھا کر سکون سے نیچے کی سمت قدم بڑھائے۔کمزور لمحہ گزر چکا تھا۔

✿.....✿.....✿

صبح کی دلکش سرد ہوا کمرے میں بھر رہی تھی۔آتشدان میں سلگتی ہوئی آگ کب کی ٹھنڈی ہوگئی تھی۔رات گئے کروٹیں بدلتے نجانے کب اس کی آنکھ لگی تھی،اسی لیے وقت پر جاگنا مشکل تھا۔بھرپور انگڑائی لیتے ہوئے رشنا نے اپنا جسم کھولا۔ایک پرسکون مسکراہٹ اس کے چہرے پر پھیل گئی۔گرد و دھوئیں سے پاک ہوا،جسم و جان تازہ کردیتی ہے۔رشنا نے گرم کمبل تہہ کر کے سائیڈ میں رکھا،بے اختیار ہی ٹیرس کا دروازہ کھول دیا۔جھرجھری لیتی ہوئی وہ کانپ گئی۔سرد ہوا اس سے ٹکرا کر احساس دلا گئی وہ ابھی عادی نہیں ہے اس موسم کی۔بیڈ کے ساتھ رکھی ہوئی گرم شال خود پر لپیٹ کر اس نے آنکھیں موند کر چہرہ کچھ اوپر کیا۔ہوا میں موجود نمی نے رہی سہی کسلمندی دور کردی۔

فریش ماحول،تازہ ہوا،تاحد نگاہ پھیلا ہوا سبزہ،اونچے نیچے پہاڑ،کچھ ہی دور بہتی نہر۔رشنا کی آنکھوں میں اللہ کی بنائی ہوئی خوبصورتی دیکھ کر نمی آگئی۔

''کاش میں ہمیشہ اس جگہ رہ سکتی۔''

''ٹھک ٹھک۔ٹھک ٹھک ٹھک۔''انجانی آواز سن کے رشنا چونک گئی،بے ساختہ وہ پلٹی اور تیزی سے کمرے کا دروازہ کھولا۔ٹھک ٹھک قریب سے قریب تر ہوتی گئی۔اوہ۔اسے اچانک یاد آیا۔ایک بیمار اور لاچار انسان

اس کی راہ دیکھ رہا ہوگا۔گل جاناں اور نزاکت خان رات گئے آتے۔

''اوہ آئی۔سوری۔'' رشنا نے تیزی سے سیڑھیاں اتری۔سامنے ہی زویل سرخ چہرہ لیے سردائیں بائیں پٹخ رہا تھا۔سوکھے ہونٹ،بکھرے بال،کانپتا جسم رشنا کو سمجھا گیا بخار کی حدت تیز ہے۔

''کک کیا ہوا۔اے خان۔تم ٹھیک ہو۔''

زویل نے نیم وا آنکھیں کھول کو رشنا کو دیکھا۔واضح طور پر اس کے چہرے پر سکون پھیل گیا۔اس کے ہاتھ سے اسٹیل کا گلاس گر گیا،جو یقیناً وہ رشنا کو متوجہ کرنے کے لیے لکڑی کے فرش پر مار رہا تھا۔

''تت۔تم کو تو بہت تیز بخار ہے بابا۔'' رشنا نے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر دیکھا۔''رکو میں کچھ کرتی ہوں۔''

کچن سے پانی لا کے پٹیاں رکھتے ہوئے رشنا،زویل کے لیے اداس تھی۔چمچے کی مدد سے کچھ انڈا ملا گرم دودھ پی کر زویل کے جسم میں گرمی پہنچی تو اس کا کانپنا بند ہوا۔کراہوں کا سلسلہ بند ہوا تو رشنا کو اندازہ ہوتا،وہ کس قدر تکلیف میں تھا۔اور نجانے کب سے تھا۔

''حق باہ۔ایسی بھرپور جوانی مٹی میں رلنے کے لیے کیوں بے تاب تھی بھلا۔بیوی ہی مری تھی نا کوئی بات نہیں،اللہ اس کے بدلے بہترین صلہ دے دیتا۔کچھ تو صبر کرتا بندہ۔'' سوچوں میں گم رشنا کو احساس نہیں ہوا وہ کب سے ایک ٹک زویل کو دیکھے جا رہی تھی۔نیم بے ہوشی سے گہری نیند کا سفر طے کرتا زویل،رشنا کی گہری نگاہیں محسوس کرتا ہوا سو گیا۔

کاش ان کو اندازہ ہوتا۔قدرت ہر کسی پر اس کی ہمت کے مطابق ہی بوجھ ڈالتی ہے۔اور جب قسمت کچھ چھین لیتی ہے تو اس سے کہیں بہترین چیز ہماری راہ دیکھ رہی ہوتی ہے۔

✿.....✿.....✿

''معافی دے دو۔دیر ہوگئی۔'' گل جاناں تھکے ہوئے چہرے کے ساتھ رشنا سے معافی مانگ رہی تھی۔

''بچہ کیسا ہے اب؟''

''ٹیک ناہی ہے۔'' گل جاناں کی آنکھیں بھیگ گئیں۔''ڈاکٹرنی بولتی ہے ابھی کچھ دن اور رکھے گا ہسپتال

میں۔"

"تو تم کیوں آ گئیں۔" رشنا نے حیرت سے سوال پوچھا۔

"تو م ہماری شکایت کر دیتا تو بڑے خان صاحب....." گل جاناں کی ادھوری بات سن کر رشنا شرمندگی سے خاموش ہو گئی۔ "ام کو بوہت پیسہ چاہیے بی بی۔ ورنہ ہمارا بچہ ہم کو چھوڑ جائے گی۔"

"کتنے دن رکنے کا کہا ہے ڈاکٹر نے۔" رشنا نے کچھ سوچتے ہوئے سوال پوچھا۔

"تین دن۔ پانچ ہزار بھی جمع کرنے کو بولتا اے۔ ابی امارے پاس کہاں اتنے پیسے۔"

"تو اب کیا کرو گی۔ کچھ تو سوچا ہو گا نا۔"

"بڑے صیب سے۔" مایوسی سے کہتی گل جاناں نے رشنا کو دیکھا۔ رشنا اس کی آنکھوں میں ہی بڑے صیب کی طرف سے انکار دیکھ سکتی تھی۔ لیکن وہ ماں تھی، کیسے امید چھوڑ دیتی۔

"اچھا تم ایسا کرو۔" رشنا نے اپنے پرس سے پانچ پانچ ہزار کے دو نوٹ نکالے۔ "تم یہ رکھو اور خاموشی سے رات کو چلی جاؤ۔"

"پر بی بی۔" گل جاناں کے چہرے پر حیرت لیکن آنکھوں میں خوشی تھی۔ لب مسکرا رہے تھے، آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔ رشنا نے اتنا خوبصورت منظر شاید پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ "تو م چھوٹے صاحب کے ساتھ اکیلا۔ وہ بوہت غصے والا اے، کچھ کہہ دیا تو....."

"کوئی بات نہیں۔" رشنا نے پھیکی مسکراہٹ سے جواب دیا۔

"مجھے بھی پیسوں کی ضرورت ہے تمہیں بھی۔ ہم دونوں ہی نوکری کر رہے ہیں، تمہاری مجبوری کم پیسوں کی ہے میری بہت زیادہ پیسوں کی۔ لیکن ہم دونوں ہی اپنے دائرے میں مجبور ہیں۔ اب نوکری میں برداشت تو کرنا ہی پڑتا ہے نا۔ کریں گے۔"

"بی بی۔ او بی بی۔" گل جاناں نے خاموش بیٹھی رشنا کا کندھا ہلایا۔

"ہاں ہاں۔ کیا ہوا۔" رشنا چونکی۔

"چائے وائے بنا دوں۔" گل جاناں کے احساسات رشنا کے لیے یکسر بدل گئے تھے۔ پیسوں میں بہت

کشش ہوتی ہے۔

''بنادو۔اور اپنے چھوٹے خان سے بھی پوچھ لو۔آج اس کا بخار کچھ کم ہے۔کل تو بیچارہ پورا دن بستر پر ہی پڑا رہا تھا۔''

''یہ ام اس کے لیے کچھ دوادارو بھی لایا ہے بی بی۔'' گل جاناں نے فوراً دوپٹے کے پلو سے باندھی ہوئی گرہ کھولی۔''اس میں درد کو کم کرنے کی دوا اے۔ام پوچھ کے لایا اے۔''

رشنا نے حیرت سے گل جاناں کی محبت دیکھی اپنے چھوٹے صاحب کے لیے۔اسے معلوم تھا وہ اپنی دوائیاں نہیں لایا نہ ہی رشنا نے کچھ بندوبست کیا ہوا ہے۔

''یہ بخار کے لیے اور یہ درد کے لیے بی بی۔اور امارے کو مولوم نہیں۔تم لکھ کر دے دو۔ہم بھیج دے گا۔اور یہ کافی بھی لایا ہے ام، چھوٹے خان کو بوہت پسند ہے۔'' شرمائی ہوئی گل جاناں کے ہر ایک انداز سے عقیدت اور محبت چھلک رہی تھی۔''قسمت سے یہ وقت ملا ہے ام اپنے صیب کی کھدمت کر سکے۔ہمارے لیے بوہت کام کرتا صیب۔''

''کون ہے یہ۔'' رشنا کے لیے اپنے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ حیران کن تھے۔''اس کی بیوی کو کیا ہوا تھا جو یہ۔آئی مین۔''

''تمہارے کو نا ہی مولوم؟'' گل جاناں نے حیرت سے سوال پوچھا۔نفی میں سر ہلاتی رشنا نے کن انکھیوں سے لاؤنج کی طرف دیکھا، جہاں زمین پر پڑے ہوئے میٹرس پر زویل چت لیٹا ہوا تھا۔سانس لیتا سینہ مسلسل اونچا نیچا ہو رہا تھا۔جو بتا رہا تھا اس وقت وہ گہری نیند میں ہے۔سرگوشیوں میں بات کرتی رشنا اور گل جاناں نے چائے کا سپ لیا اور زویل کی زندگی کھولی۔

جہاں ایک خوبصورت اور من چاہی بیوی کو کھونے کے بعد زویل نے دنیا سے ناراض ہو کر اپنی زندگی بھی ختم کرنے کی دو بار کوشش کی لیکن ہر بار زریاب خان نے بروقت اسے دیکھ لیا اور ہر ممکن طریقے سے کیس دبا کر اپنے بیٹے کو زندگی کی سمت واپس لانے کی راہ اپنائی۔

زویل خان جو اپنے علاقے کا ہر دل عزیز تھا۔اس کی بیوی کشمالہ بھی اس کے ساتھ شانہ بہ شانہ علاقے کی

عورتوں کے لیے کام کرتی تھی۔ بچپن سے لگا ہوا رشتہ بے شک عمر میں آٹھ سال کا فرق لیا ہوا تھا۔ لیکن نازک کشمالہ، زویل کے سامنے ہمیشہ ہی چھوٹی لگتی تھی۔ بمشکل تین جماعت پڑھی ہوئی کشمالہ، شہر سے ڈگری لانے والے زویل خان کی ہمیشہ پہلی محبت رہی۔ ماں باپ کے بچپن کے کیے فیصلے پر سر جھکائے دونوں نے ایک دوسرے کی عزت کی اور نکاح کے دو بول پڑھے جانے کے بعد زویل، کشمالہ کے عشق میں مزید گرفتار ہو گیا۔

جہاں زویل کی ایک چھینک کشمالہ کی رات کی نیند حرام کر دیتی تھی تو کشمالہ کے منہ سے نکلی ہوئی ہر بات کو پورا کرنا زویل نے خود پر فرض کر لیا تھا۔ لیکن قسمت کو بھی ایسے متوالے اور ایک دوسرے پر جان چھڑکنے والوں کا امتحان کافی مرغوب رہا ہے شروع سے۔ دو مس کیریج ہونے کے بعد تیسری بار ماں بننے والی کشمالہ کو زویل نے ہاتھ کا چھالہ بنا رکھا تھا۔ لیکن ہونے والی بات ہو کر ہی رہتی ہے۔

برسوں پرانے بابا پیر کے بنے ہوئے مزار پر منت مانگنے والی کشمالہ۔ اپنی اولاد کو بچانے کی دعا مانگنے کے بعد خود کی جان کھائی کی نذر کر گئی۔ نجانے کیسے گاڑی کا بریک فیل ہوا اور ڈرائیور سمیت گاڑی بھی گہرے کھڈ میں گر گئی۔ جہاں سے کشمالہ کی نعش بھی نہیں نکالی جا سکی۔ شاید اس کا آخری دیدار زویل کو حوصلہ دے دیتا لیکن وہ مہینوں تک اس بات پر یقین نہیں کر سکا کہ کشمالہ اسے چھوڑ کر جا چکی ہے۔

عرصے بعد جب اسے یہ باور کرا دیا گیا کہ اب کشمالہ، اس کی پہنچ سے دور جا چکی ہے اسکی اولاد کے ہمراہ تو۔ یقین کرنے ساتھ، صبر کرنا بھی مشکل ہو گیا۔ جب جب زویل کو اس کی یاد، اسکی خوبصورت آنکھ کا تل اور کوکھ میں پلنے والی اولاد کی یاد بری طرح ستاتی وہ اپنی جان کے درپے ہو جاتا۔ وہ کیوں زندہ ہے جب جینے مرنے کی ساتھ قسم کھائی تھی۔ وہ کیوں ابھی تک اس فضاء میں سانس لے رہا ہے جہاں اس کی کشمالہ موجود نہیں۔ لیکن زریاب خان کے اکلوتے بیٹے کی جان اتنی ارزاں تو نہیں تھی جو ایسے ختم کی جا سکتی۔ زریاب خان نے اپنے بیٹے کی جان بچانے کے لیے پیسہ پانی کی طرح بہایا اور ہر طرف سے لوگوں کو خرید کر بیٹے کو قابل ڈاکٹر کے ساتھ نتھی کر دیا۔ یہ جانے بغیر کہ وہ بھی قدرت کے بچھائے ہوئے کھیل کا ادنیٰ سا کھلاڑی ہے۔

رشنا کو اپنی سماعت پر یقین کرنا مشکل ہو گیا، آج کے جدید زمانے میں بھی کوئی انسان اپنی ان پڑھ بیوی کے لیے اتنا جذباتی ہو سکتا ہے۔ اس نے نم آنکھوں سے بے خبر سوئے ہوئے زویل کو دیکھا۔ جس کی قدر اس کے دل

میں بڑھ گئی تھی۔

''میں تمہیں زندگی کی طرف لانے کے لیے ہر ممکن کوشش کرونگی زویل خان۔ بے شک میں پیسوں کی خاطر اس کام کے لیے تیار ہوئی تھی لیکن اب اس چیز کے لیے میں دل و جان سے راضی ہوں۔ خوش قسمت تھی تمہاری بیوی جو اسے اتنا چاہنے والا شوہر ملا تھا۔'' رشنا کو نا چاہتے ہوئے بھی جبرائیل یاد آ گیا جس نے اتنے دنوں کے بعد بھی ایک میسج پر اس کی خیریت نہیں پوچھی تھی۔ رشنا نے دل ہی دل میں جبرائیل سے خاموشی سے شکایت کرنے کے بعد زویل کو زندگی کی طرف لانے کا تہیہ کیا اور ایک نئے عزم کے ساتھ خود کو تیار کیا۔ لیکن اسے معلوم نہیں تھا، تقدیر نے اس کے لیے کچھ اور ہی سوچ رکھا ہے۔

✿.....✿.....✿

''بی بی۔ تو م نیچے کب جائے گا۔'' زویل نے پرسکون انداز میں صوفے سے ٹیک لگائی۔

''کیا کام ہے۔'' رشنا نے اپنائیت سے سوال پوچھا۔ ''تم بتا دو میں چلی جاؤنگی۔''

''دیکھو بی بی.....''

''ایک تو میرا نام رشنا ہے۔ یہ بی بی۔ بی بی کا کلمہ کم کر دو پلیز۔''

''او کے رشنا بی بی۔ تو م نیچے جاؤ اور میرے بندوں سے رابطہ شابطہ کرو۔ ام کیسے کب تک انجان جگہ پڑا رہیگا۔''

رشنا نے ایک بار پھر بی بی سن کر گہری سانس لی۔

''او کے اور کچھ؟''

''ناہی۔ ام تیرا شکر گزار رہے بی بی، تو م نے کافی کھدمت کی اماری۔ ام بابا جان سے کہہ دے تو م کو.....''

''پیسے دلا دو گے یا کوئی اچھی نگڑی سے سفارش کراؤ گے۔'' رشنا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تمہارا خیال ہے پیسے میرے اس وقت اور تیمارداری کا صلہ ہیں؟''

زویل بے ساختہ چپ ہو گیا۔

''ان دو راتوں کے جاگنے کا کیا قیمت لگاؤ گے؟ ایک دو لاکھ یعنی پر رات ایک لاکھ۔ تو ایسا کرو تم دو تین

رات اور رک جاؤ ادھر۔ تاکہ میرا بینک بیلنس بڑھ جائے۔"

"امارا اے مطلب نا ہی تھا۔" زویل نے دھیرے سے کہا۔ ایک نظر سامنے بیٹھی ہوئی لڑکی کی آنکھ کے تل پر ڈالی جو اسے کسی کی یاد دلاتی تھی۔

"تمہارا یہ ہی مطلب تھا خان۔ ہر چیز پیسوں سے تولنے والی نہیں ہوتی۔ تمہاری جگہ کوئی بھی ہوتا۔ تو میں یہ ہی کرتی۔ یہ میرا فرض تھا اور میرا خیال ہے تم کچھ دن رک جاؤ تاکہ کم از کم یہ ٹانگ ٹھیک ہو جائے۔ برف باری نے راستے بند کر دیئے ہیں۔ تم کہیں نہیں جا سکتے اسی لیے سکون سے رہو اور ہاں۔ یہ میں نے گھنٹی رکھ دی ہے ادھر۔ جب میری ضرورت ہو اسے بجا کر بلا لینا۔ میں آ جاؤں گی۔" رشنا نے اپنی بات مکمل کی اور مسکراتے ہوئے کھڑی ہوئی۔ "کافی پینے کا موڈ ہو تو بتاؤ میں بنانے والی ہوں۔"

زویل کے بے ساختہ ہلتے ہوئے سر کو دیکھ کے رشنا ہنس گئی۔

"دیٹس لائیک گڈ بوائے۔ ایسے ہی رہو۔ میرے تمہارے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے۔ جیسے ہی راستہ کھلے گا میں خود جا کر تمہارے بندوں کو فون کر دونگی۔ وہ آ جائیں گے اور تم چلے جانا۔ چلے جانا....." رشنا دہراتی ہوئی کچن کی سمت بڑھ گئی۔

"چلے جانا۔ ہاں واقعی تم جانے کے لیے ہی تو آئے تھے۔ لیکن اس دل میں پھیلا ہوا سناٹا نجانے کیوں مجھے ڈرا رہا ہے۔" دل ہی دل میں کہتی ہوئی رشنا کافی پھینٹنے میں مصروف تھی۔ "کیا یہ دل بے وفائی پر اتر آیا ہے۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ میں کسی اور کی بیوی ہوں اور جبرائیل۔ ہاں اس نے فون بھی نہیں کیا نہ ہی ایک میسج۔ پتہ نہیں کہاں مصروف ہے۔ ایسا تو پہلے کبھی نہیں ہوا۔" رشنا کی ذہنی رو بھٹک بھٹک کر ادھر سے ادھر جا رہی تھی۔ "نہ ہی سارہ نے فون کیا۔ اسے تو سب معلوم ہے، کم از کم ایک فون یا میسج کر کے میری خیریت ہی پوچھ لیتی۔ پتہ نہیں کہاں بزی ہیں سارے کے سارے۔"

"آہ....."

مردانہ چیخ سن کر رشنا فوراً ہی لاؤنج کی طرف دوڑ گئی۔ "اوہ مائے گاڈ۔"

سامنے ہی کرسی الٹی پڑی ہوئی تھی۔ زویل لڑکھڑاتا ہوا خود کو نیچے گرنے سے روک رہا تھا۔

''تم باز کیوں نہیں آتے۔'' رشنا نے تلخی سے کہتے ہوئے فوراً اسے گرنے سے بچایا۔ ''مجھے آواز دے دیتے۔ کیوں اپنی جان کے دشمن ہوئے ہو۔ بچی کچی ٹانگ بھی ٹوٹ جائے گی تو میں کہاں لے جاؤنگی تمہیں۔ ابھی بتایا ہے راستے بند ہیں۔ تمہیں سمجھ کیوں نہیں آتی ایک بات۔''

''آئی ایم سوری۔'' زویل نے شرمندگی سے رشنا کو دیکھا۔ جو اسے گرنے سے روک چکی تھی۔

''نہیں سوری کا کیا مطلب ہے۔ میں پاگل ہوں جو تمہاری وجہ سے دن رات تکلیف اٹھا رہی ہوں۔ مرنا چاہتے ہو۔ جاؤ باہر نکلو اور چند گھنٹے بعد فریز ہو کر سکون سے مر جاؤ۔ کس نے روکا ہے تمہیں۔'' رشنا بھڑک اٹھی تھی۔

''میں۔ وہ باتھ روم۔'' زویل ہکلایا۔

''کیا باتھ روم۔ اس سے پہلے میرا سہارا نہیں لیا تم نے۔ کیا میں نے کسی کام سے منع کیا ہے۔ پھر یہ ڈرامہ کیوں کر رہے ہو۔ بولو۔ بولتے کیوں نہیں۔'' بھرائی ہوئی آواز میں بولتی رشنا زویل کو حیران کر رہی تھی۔ ''میں اپنے سارے کام چھوڑ چھاڑ کر تمہاری دیکھ بھال کر رہی ہوں۔ آج تک اپنے لیے کھانا نہیں بنایا دو دن سے تمہارے لیے بنا رہی ہوں۔ دن ہو یا رات چائے، کافی، جوس کسی ویٹر کی طرح لیے حاضر ہوں اور بدلے میں.....''

''پلیز۔ آئی ایم سوری۔'' زویل شرمندگی سے آنسوؤں سے بھری آنکھوں کو دیکھ رہا تھا۔ کسی کی یاد دلاتا وہ تل، اس وقت آنسوؤں کے ساتھ زویل کے وجود کو بھی ڈوبتے ابھرتے ہچکولے کھا رہا تھا۔

''تمہیں میرا کوئی احساس نہیں۔''

''ام کو معاف کر دو۔ آئندہ ایسا نہیں کریگا۔'' زویل بے ساختہ رشنا کے گرد اپنی بانہوں کا حلقہ بنا گیا۔ ''ام کھیال رکھے گا، تم کو تکلیف نا ہو.....''

مسلسل بولتی ہوئی رشنا کی بولتی بند ہو گئی۔ بے حد قریب سے آتی مردانہ مہک نے اسے احساس دلایا وہ کس پوزیشن میں کھڑی ہے اس وقت۔

''ام تمہارا کھیال رکھے گا ہمیشہ۔ کشمالہ تم ہمیں چھوڑ کر نہ ہی جانا۔ ام تم کو بوہت یاد کرتا۔ آئی لو یو۔ آئی رئیلی لو یو۔''

رشنا سٹپٹائی ہوئی زویل کی مضبوط بانہوں میں مچل کے رہ گئی۔لیکن زویل تو اس وقت کشمالہ سے اعتراف محبت کرتا ہوا دیوانگی کی حد کو چھو رہا تھا۔

''ام نے تم کو بوہت یاد کیا کشمے۔اب تم کبھی چھوڑ کر نہ ہی جانا ام کو۔ام جانے ہی نہ ہی دے گا تمہارے کو۔''لمحہ بہ لمحہ مضبوط ہوتی گرفت رشنا کو بدحواس کر رہی تھی۔''اب تم کو بوہت مس کیا ظالم۔''

''چھوڑو مجھے۔اے چھوڑو۔''رشنا نے جز بز ہوتے مچلتے ہوئے زویل کی بانہوں سے نکلنے کی جستجو کی۔

''نہ ہی ام نہیں چھوڑے گا۔تم پھر ام کو اکیلا چھوڑ جائے گا۔اب تو م امارے ساتھ رہے گا بس۔''زویل نے رشنا کو سختی سے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔''ام تمہارے کو نہ ہی جانے دے گا۔''

''میں تمہاری کشمالہ نہیں ہوں۔چھوڑو مجھے۔''رشنا نے اپنی آواز بلند کی۔

''ام کچھ نہ ہی سنے گا بس۔''زویل نے ایک دم رشنا کو اپنے سینے سے لگا لیا۔دونوں ہاتھوں سے اس کے گرد حلقہ بنا کے خود میں بھینچ لیا۔''ام تو م کو بوہت یاد کیا ہے کشمے۔''

ریشمی بالوں میں اپنا چہرہ چھپائے زویل اس وقت مکمل طور پر اپنے حواس گم کر چکا تھا۔اور رشنا کے اوسان خطا کر رہا تھا۔''بابا کہتا تھا، وہ تو م کو واپس لے آئے گا۔دیکھو تم آ گیا۔اب میں تیرے کو کہیں نہ ہی جانے دے گا۔''

''او کے او کے۔لسن۔میں ادھر ہی ہوں۔لیکن۔پہلے مجھے چھوڑو تو۔''رشنا نے تیزی سے خود کو سنبھالا۔

''نہ ہی تم چلی جاؤ گی۔''ضدی لہجے میں بولتا ہوا زویل، ایک بار پھر رشنا کو خود میں سما رہا تھا۔الجھی ہوئی سانسوں کے ساتھ رشنا بمشکل خود پر قابو پا رہی تھی۔

''میں وعدہ کرتی ہوں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤ نگی۔''

''قسم کھاؤ۔''

''ہاں ہاں تمہاری قسم۔مجھے چھوڑو تو پہلے۔دیکھو میں ادھر ہی ہوں۔تمہارے پاس۔بالکل پاس۔کہیں نہیں جا رہی۔''

''اچا۔''زویل نے دھیرے دھیرے اپنی گرفت ہلکی کرنی شروع کی۔''تو م پکا بات کرتی ہے نا۔ام کو چھوڑ

کے نہ ہی جائے گا۔'' زویل نے رشنا کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے ہالے میں لیا۔اس کی گرم سانسیں رشنا کے چہرے پر پھیل رہی تھیں۔''ہم تم سے بوہت محبت کرتا اے۔تو م کو معلوم اے نا۔'' سرہلاتی ہوئی رشنا نے کشمالہ پر رشک کیا۔''آئی لو یو۔''

''آئی لو یو ٹو۔'' رشنا نے دھیرے سے کہا۔جسے سن کر زویل کے تناؤ بھرے چہرے پر بے ساختہ نمایاں کمی ہوئی۔

''میں تمہیں چھوڑ کر کبھی بھی نہیں جاؤ نگی۔ہمیشہ تمہارے پاس ہی رہونگی۔میرا یقین کرو زویل۔'' رشنا نے تیزی سے دھڑکتے دل کے ساتھ خود سے اعتراف کیا۔''ہاں میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤ نگی۔میرا یقین کرو۔''

رشنا مسحور کن، زویل کی مردانہ قربت کا شکار ہوگئی تھی، ماحول کی خوبصورتی بالآخر اس پر اثر انداز ہو رہی تھی۔ دھیرے دھیرے بند ہوتی آنکھیں، بھاری ہوتی آواز رشنا کے حواس ساتھ چھوڑ رہے تھے۔دوسری طرف زویل، جو رشنا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس سے چاہے جانے کا یقین چاہ رہا تھا، بند پلکوں نے ایک جھٹکے سے حقیقت کی دنیا میں واپس لانے میں مدد کی۔غائب ہوتا وہ تل زویل کو دیوانگی کی حد کو چھو کر ہوش کی طرف واپس آرہا تھا۔اس نے الجھی ہوئی نگاہوں سے رشنا کو دیکھا، اس کی گرفت ایک دم ڈھیلی ہوئی، جسے محسوس کر کے رشنا نے اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس کیا۔کچھ دیر پہلے چھایا ہوا فسوں ختم ہو گیا تھا۔

زویل کے چہرے پر لحہ لحہ بڑھتی ہوئی شرمندگی بتا رہی تھی وہ کیا محسوس کر رہا ہے۔وہ اپنی بڑھتی ہوئی دیوانگی کے ہاتھوں اتنا شرمندہ کبھی نہیں ہوا تھا جیسے اس وقت ہو چکا تھا۔جبکہ رشنا کے دل سے اٹھتی خواہش تھی، کاش یہ پل کبھی ختم نہ ہو۔کاش وہ ہمیشہ کے لیے زویل کی بانہوں میں رہ جائے۔وہ وہ زویل کے سنگ رہ سکتی۔وہ خود بھی حیران تھی، پشیمان تھی اپنے دل کی چاہ پر، اپنے بدلتے جذبات پر شرمندہ تھی۔

لیکن وہ نہیں جانتی تھی قدرت اسے ایک بہت بڑے دھچکے سے پہلے ہی روشناس کروا رہی ہے۔وہ نہیں جانتی تھی۔جب دل کی بستی اجڑتی ہے تو کوئی پہلے ہی اس ویران بستی کو آباد کرنے اس کی طرف چل پڑتا ہے۔ قدرت کسی کو اکیلا نہیں چھوڑتی۔اکیلی رہنے والی ذات صرف ایک ہے جو اوپر بیٹھی ہر ایک کے لیے بہترین فیصلے کرتی ہے۔رشنا کے لیے اس بھری دنیا میں جبرائیل نہیں کوئی اور تھا جو اس کے سارے دکھ اپنے ہاتھوں سے چننے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ہاں وہ زویل خان تھا جو رشنا صدیقی کی اجڑنے والی زندگی کو اپنے بچھڑے پیار کی خاطر

بسانے والا تھا۔ دونوں اپنی پرانی زندگی کے دکھ بھلانے والے تھے۔ ہاں یہ دونوں ہی اپنی اپنی ادھوری محبت ایک دوسرے کے ساتھ میں پانے والے تھے۔ لیکن دونوں انجان تھے قسمت کی اس بازی سے۔

تبسم کافی دنوں سے سارہ کی خاموشی محسوس کر رہی تھی۔ وہ صاف دیکھ رہی تھیں، سارہ کسی الجھن کا شکار ہے۔ انہوں نے ڈھکے چھپے الفاظ میں سارہ سے پوچھنا چاہا لیکن جیسے ہی سارہ نے دیکھا تبسم اس کی طرف متوجہ ہو رہی ہیں اس نے فوراً خود پر ایک خول چڑھا لیا۔ لیکن سارہ بھول گئی، ماں سے کوئی بات کب چھپی رہ سکتی ہے۔ وہ ماں جو اپنی اولاد کو نو ماہ کوکھ میں پالتی ہے وہ ماں جو پاؤں پاؤں چلنا سکھاتی ہے وہ کیسے انجان رہ سکتی ہے اولاد کے بھٹکے ہوئے قدموں سے۔

تبسم جانتی تھیں، کوئی کھچڑی پک رہی ہے لیکن وہ بھی ہر چیز کو آخری گھر تک لے جانا چاہتی تھیں تاکہ سارہ کے پاس بھاگنے کا کوئی جواز باقی نہ رہے۔ ان کی پریشانی کا ایک سرا رشنا کے پاس بھی جا ملتا تھا۔ جس سے کافی دنوں سے بات نہیں ہو پائی تھی اور آج صبح سے ان کا دل بری طرح رشنا کو یاد کر رہا تھا۔ انہوں نے نماز میں خصوصی دعا مانگی اور اپنی بے سکونی کے ساتھ ہر چیز اوپر والے پر چھوڑ دی۔

چھوٹے سے کاٹیج میں بلا کی خاموشی تھی۔ رشنا ایک زاویے سے بیٹھے بیٹھے تھک گئی تھی لیکن اس میں ہمت نہیں تھی وہ پلٹ کے سامنے آئینے میں اپنا آپ دیکھ سکے۔ وہ کیسے کسی انسان کے نکاح میں ہوتی ہوئی دوسرے غیر، انجان شخص کے اتنے قریب ہو سکتی تھی، وہ کیوں بھول گئی اس نے واپس بھی جانا ہے۔ کیسے زویل کے ساتھ اتنے دن ایک ہی چھت کے نیچے گزار سکتی ہے۔ یعنی جبرائیل کے سنگ رہنے کا خواب اب ہمیشہ کے لیے ادھورا ہو گیا۔ وہ ناکام ہو گئی اپنی پہلی ہی جاب پر۔ اتنا ہینڈسم اماؤنٹ اب کون زندگی میں آفر دے گا۔

''اف۔ یہ دن دیکھنے سے پہلے میں مر کیوں نہیں گئی۔ میرا نفس اتنا کمزور تھا۔ کاش میں جان سکتی۔'' رشنا بڑبڑاتی ہوئی خود کو کوس رہی تھی۔ ''خالہ کو معلوم ہو گا تو وہ کیا سوچیں گی میرے بارے میں۔''

رشنا نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔ ''سارہ نے کس یقین سے مجھے اس جگہ بھیجا تھا۔ اس کے سر کیا

رائے قائم کریں گے اب ہمارے خاندان کے بارے میں۔کیا عزت رہ جائے گی میری۔" رشنا کے اب اصل میں چودہ طبق روشن ہوئے۔"میں کیوں بھول گئی کہ میں اکیلی نہیں ہوں، سارہ جبرائیل تبسم خالہ اور ابراہیم بھی تو.....کس کس کو منہ دکھاؤنگی۔نہیں میں واپس نہیں جاسکتی۔یہ آدمی ہر کسی کو بتادے گا۔میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی۔"

ٹھک ٹھک۔ٹھک ٹھک۔دھیرے سے ہوتی ہوئی دستک بتدریج بلند ہورہی تھی۔رشنا اپنے ہی خیالات میں گم سنی ان سنی کرگئی۔

"زویل کو اپنی جان لینے سے کیا روکونگی میرا خیال ہے اب مجھے عزت کے ساتھ خود ہی موت کو گلے لگالینا چاہیے۔" رشنا اپنے جسم پر زویل کی گرفت محسوس کررہی تھی۔لاشعوری طور پر وہ دھیرے دھیرے خود کو اپنی ہی بانہوں میں سمیٹ چکی تھی۔

ٹھک ٹھک۔ٹھک ٹھک۔

"او بی بی۔بی بی رشنا۔" گل جاناں کی تیز آواز سن کر رشنا ایک دم چونکی۔

"گل جاناں آگئی۔اف۔وہ بندہ اسے بھی بتادے گا۔یہ کیا سوچے گی میرے بارے میں۔" رشنا نے دونوں ہاتھوں سے کان بند کرلیے۔

"بی بی۔دروازہ کھولو۔او بی بی۔میں گل جاناں اے۔کھولو بی بی باہر بوہت سردی اے۔"

کانپتی ہوئی آواز سن کر رشنا بے دلی سے اٹھی۔کھلے ہوئے ٹیرس کے دروازے سے ایک نظر نیچے ڈالی جہاں گل جاناں سرخ چہرے کے ساتھ اوپر دیکھ رہی تھی۔قسمت تھی جو دروازہ کھلا رہ گیا۔ورنہ زویل اس قابل کہاں تھا جو گیٹ کھول سکتا۔زویل کا تصور کرتے ہی اس نے جھرجھری لیتے ہوئے خود کو مزید کوسا لیکن دھیرے دھیرے نیچے کی سمت قدم بڑھادیئے۔سامنا تو کرنا ہی تھا،اب کیسے،وہ کسی کو کیا معلوم۔

✿.....✿.....✿

"او خدایا تیرا شکر ہے۔چھوٹے صیب ابھی زندہ مندہ اے۔" گل جاناں نے تیزی سے ناشتہ بناتے ہوئے اپنی آپ بیتی سنائی اور فوراً ہی حالات حاضرہ کی جانب لوٹی۔"تم کو زیادہ تنگ تو نہ ہی کیا امارے صیب

نے بی بی۔ام تو بوہت پریشان ہوگیا تھا قسم سے۔لو کافی پیو ام چھوٹے صیب کو ناشتہ دے کر آیا ابی۔"

گل جاناں نے گم صم بیٹھی ہوئی رشنا کے سامنے کافی کا مگ رکھا خود تیزی سے ٹرے میں دوائیاں اور کافی کے ساتھ ٹوسٹ رکھ کر کچن سے باہر نکلی۔گل جاناں کے بعد رشنا نے آہستگی سے بوائل انڈے پر کالی مرچ چھڑکی، دھیرے دھیرے کھاتے ہوئے اس نے ایک بار پھر خود کو تف بھیجی۔

"ایسی بھی کیا بے اختیاری رشنا بیگم۔جہاں میں ایک سے بڑھ کر ایک اسمارٹ اور خوبرو لڑکے بھرے پڑے ہیں، جبرائیل کونسا کم ہے۔لیکن تم نے بھی۔" دھیان بٹتے ہی اس نے گرما گرم کافی کا سپ لیا اور فوراً ہی سی سی کرتی ہوئی کپ رکھ گئی۔"یا اللہ کیا ہوگیا ہے مجھے، ایسا تو کبھی کوایجوکیشن میں پڑھتے ہوئے بھی ذہن نہیں بھٹکا۔تو اب۔اف۔" سلگتے ہوئے ہونٹ کافی کے ذائقے سے آشنا تھے لیکن اس وقت دل و دماغ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

گل جاناں کی آواز سن کر زویل نے بے ساختہ سیڑھیوں کی جانب دیکھا۔جہاں اڑتا ہوا پیراہن رشنا کے آنے کی نوید دے رہا تھا۔شرمندگی سے جھکی ہوئی نگاہوں کے ساتھ اس نے فوراً ہی اپنی کھلی آنکھوں پر دایاں ہاتھ موڑ کر رکھ دیا۔کچھ ایسا پوز ہوا جیسے وہ سو رہا ہے۔جبکہ سیڑھیوں سے اترتے رشنا دیکھ چکی تھی اس کی حرکت۔اس نے بھی دل ہی دل میں شکر ادا کرتے فوراً گیٹ کھولا اور خود کچن کی راہ لی۔جہاں مزید انکشافات اس کے لیے منتظر تھے۔

"لو صیب ناشتہ کرلو۔" گل جاناں نے زویل کے سامنے ناشتے کی ٹرے رکھی خود احتیاط سے چھوٹی میز اس کے طرف بڑھائی۔

"نہ ہی اس کی ضرورت نہیں۔"

زویل نے فوراً ہی ہاتھ بڑھا کر اسے روک دیا۔گل جاناں نے خاموشی سے کافی کے کپ میں چینی ملائی اور خود کچن کی طرف پلٹ گئی۔اپنی ہی سوچوں میں گم زویل یہ سوچ بھی نہ سکا، گل جاناں کو کس نے بتایا وہ کتنے چمچے

چینی لیتا ہے کافی میں۔

''ابراہیم۔'' سارہ نے اپنے نئے کلینک کی فائل پر سائن کر کے ابراہیم کو دیکھا جو پرجوش ہو کے اسٹیٹ ایجنٹ کو دیکھ رہا تھا۔

''ہوں۔''

''ہم نے کچھ غلط تو نہیں کیا نا۔'' ابراہیم جو مسکراتے ہوئے اسٹیٹ ایجنٹ کو پیسے گنتے دیکھ رہا تھا ایک دم سٹپٹا گیا۔ ''ہم ٹھیک ہیں نا؟''

''سارہ۔'' ابراہیم نے اپنے گلے میں کچھ پھنستا ہوا محسوس کیا۔

''مجھے کل سے وہ بہت یاد آ رہی ہے ابراہیم۔ کہیں اس کے ساتھ کوئی مس ہیپ ہوا تو..... ہم بھی تو قصوروار ہونگے نا۔'' سارہ نے ہاتھ مسلتے ہوئے جھکی ہوئی نگاہوں سے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کیا۔ ''اگر ہم اسے حقیقت بتا دیتے تو شاید.....''

''اس نے اپنی مرضی سے فیصلہ لیا ہے سارہ۔'' ابراہیم نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔ یہ بات الگ ہے کہ کسی کی روشن مسکراہٹ اس کے ذہن میں ابھر ضرور گئی تھی۔

''پھر بھی۔ اگر ہم اسے..... ہم نے ٹھیک کیا ہے نا؟'' سارہ شاید جان کر انجان بن رہی تھی۔

''میرا خیال ہے سائٹ چلو تا کہ کلینک کی جگہ دیکھ لو۔ ہاتھ کے ہاتھ کنسٹرکشن کا بھی ٹھیکہ دے دو۔ سر نے یقین دلایا ہے دو ماہ کے اندر کلینک اسٹارٹ ہو جائے گا۔'' ابراہیم نے موضوع بدلنے کی اپنی سی کوشش کی۔ سارہ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔ سرد ہاتھ کا لمس پاتے ہی ابراہیم خاموش ہو گیا۔

''ابھی بھی وقت ہمارے ہاتھ ہے سارہ۔ یہ لو فائل اور فیصلہ کرو۔ میں ہر قسم کے فیصلے میں تمہارے ساتھ ہوں۔'' ابراہیم نے گہری سانس لیتے ہوئے سارے طوق سارہ کے گلے میں پھنسا دیئے۔ ''بعد میں تم مجھے قصوروار مت ٹھہرانا۔ اگر تم ان کاغذات کو واپس کرنا چاہتی ہو تو..... میں اس پر بھی راضی ہوں اور اگر نہیں تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ لیکن فیصلہ تم خود لو گی، ہر قسم کی ذمہ داری بھی تمہاری اپنی ہو گی۔''

سارہ بے بسی سے اپنے ہونے والے شوہر کو دیکھتی رہ گئی۔ جس نے بڑی خوبصورتی سے ضمیر کے تلخ لیکن سچی عدالت کے سامنے اس کو اکیلا چھوڑ دیا تھا۔ سامنے پڑی ہوئی فائل لحہ بہ لحہ دھندلا رہی تھی۔ سارہ نے ہونٹ بھینچ کر اپنے روشن مستقبل کو دیکھا۔ ایک نظر منتظر نگاہوں کے مالک ابراہیم کو دیکھا اور.....اس نے فیصلہ کرتے ہوئے فائل کی جانب ہاتھ بڑھا دیئے، گہری سانس لیتے ہوئے ابراہیم کو دیکھا جس کے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ دوڑ گئی۔

''میں تمہارے اس فیصلے پر تمہارے ساتھ ہوں۔ اور یقین کرو ہم خوش رہیں گے سارہ۔''

✿.....✿.....✿

''تو تم نے فیصلہ کرلیا ہے۔'' اسفند نے رشنا کی کال سن کر تحمل سے سوال پوچھا۔

''جی میں واپس جانا چاہتی ہوں۔ اپنے سر سے کہیں بے شک سارے پیسے واپس لے لیں اور چاہیں تو.....جرمانہ بھی لے لیں۔ لیکن میں جرمانہ ایک ساتھ نہیں بھر سکتی، اس کے لیے کچھ رعایت چاہیے۔''

''ہاں یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں۔ باقاعدہ ایک معاہدہ سائن ہوا تھا۔ ایسے تم چلی گئی تو خان جی تم پر کیس کر سکتے ہیں۔''

''معاہدہ۔'' رشنا نے حیرت سے دہرایا۔ ''کیسا معاہدہ، مجھے نہیں یاد ایسی کوئی بات ہوئی تھی کبھی۔''

''تم سے نہیں رشنے۔ تمہاری خالہ اور تمہاری کزن سے۔'' اسفند یار نے سکون سے رشنا کے پیروں تلے زمین کھینچی۔ ''ہمارے پاس پورے لیگل ڈاکومینٹ موجود ہیں، تم اس کے تحت مجبور ہو ادھر رہ کر زویل کے علاج کرنے کی اور اگر ہار مان چکی ہو تو بات الگ ہے۔''

''کیسا ایگری منٹ۔ خالہ کیسے انوالو ہو گئیں اس میں۔'' رشنا بڑبڑاتی ہوئی اپنے لیے آگہی کا عذاب مول لے رہی تھی۔

''ان ساری باتوں کا جواب میں تمہیں اس وقت دونگا جب تم سوچ سمجھ کر فیصلہ لوگی۔ دیکھو رشنے میرے بچے، میں نے جو تم سے عہد کیا تھا وہ اپنی جگہ موجود ہے۔ لیکن میری خاطر میرے بچے کو زندگی کی طرف لے آؤ۔ وہ بہت اکیلا ہے اور اس زندگی سے مایوس ہو چکا ہے۔ میں نہیں چاہتا تم اسے چھوڑ دو تو وہ ایک بار پھر.....''

''مم۔میں۔آپ بات سمجھنے کی کوشش کریں۔'' رشنا کی زبان لڑکھڑا گئی۔''میں شادی شدہ ہوں وہ بھی ایک بھرپور ازدواجی لائف جی چکا ہے۔ایسے کیسے ہم اکیلے رہ سکتے ہیں۔کچھ ہوگیا تو.....''

''اس کی تم فکر مت کرو۔''

''کیسے فکر نہیں کروں۔میرا شوہر ہے،اس کو معلوم ہوگیا تو۔نہیں میں یہ نہیں کرسکتی۔پلیز میری بات سمجھنے کی کوشش کریں۔''

''شوہر۔'' اسفندیار نے معنی خیز انداز میں دہرایا۔''اس جبرائیل کی بات تو نہیں کررہی تم۔''

جبرائیل کا نام سن کر رشنا سٹپٹا گئی۔اب اگر انہوں نے جبرائیل کو اس میں انوالو کردیا تو،شرمندگی سے رشنا لمحہ بھر کو خاموش ہوگئی۔

''جبرائیل آج کل کافی مصروف ہے تم بے فکر رہو وہ کچھ نہیں کہے گا۔دراصل اسے فرصت نہیں اپنا نیا کام اور گھر سیٹ کرنے میں مصروف ہے وہ۔''

''گھر۔نیا کام۔آپ یہ سب کیسے جانتے ہیں۔'' رشنا حیرت سے دنگ رہ گئی۔جبرائیل نے اتنی بڑی بات اس سے چھپائی۔

''میں تو اور بھی بہت کچھ جانتا ہوں۔لیکن نہیں چاہتا تم وہ سب معلوم کرو۔تمہیں تکلیف میں دیکھ کر مجھے اچھا نہیں لگے گا۔''

''آپ۔آپ کھل کر کہیں۔'' ناچاہتے ہوئے بھی رشنا اسفندیار سے سوال پر سوال کررہی تھی۔''ایسا کیا ہے جو مجھے نہیں معلوم۔''

''سوچ لو۔ایسا نہ ہو بعد میں شکایت کرو کہ میں نے.....''

''نہیں نہیں آپ کہیں۔میں جاننا چاہتی ہوں۔ایک انسان کی خاطر آپ نے کیسے میرے پورے خاندان کی جاسوسی کرنے میں کسر نہیں چھوڑی۔آخر ایسا کونسا خطرہ تھا آپ کو جو آپ نے میرے گھر کے ایک ایک انسان کے بارے میں معلومات جمع کی ہوئی ہیں۔'' ناگواری سے کہتی ہوئی رشنا کو معلوم نہیں تھا،اسفندیار کا اگلا جملہ اس کے پیروں تلے زمین نکال دے گا۔''آپ کو جب معلوم ہے میں شادی شدہ ہوں تو.....''

''تو م شادی شدہ تی۔ ہو نہ ہی۔'' اسفندیار نے رشنا کو پوری طرح چونکا دیا۔

''کک۔ کیا مطلب ہے اس بات کا۔'' رشنا بری طرح جھنجھلائی۔ ''آپ بڑے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں جو دل میں آئے گا وہ کہتے رہیں۔'' اسفندیار کے لہجے کا سکون رشنا کو طیش دلا رہا تھا۔ ''ایک تو میں آپ کے مریض کے لیے شہر سے دور ویرانے میں بیٹھی ہوئی ہوں اوپر سے آپ اس طرح کی باتیں کر کے.....''

''رشنے، میری بات سنو۔''

''نہیں مجھے کچھ نہی سننا۔ مجھے فوراً واپس جانا ہے۔'' رشنا نے ضدی لہجے میں کہا۔ ''آپ میری واپسی کی ٹکٹس بک کرائیں ورنہ میں خود بھی جا سکتی ہوں۔ اتنی گری پڑی نہیں ہوں۔''

''اچا اچا۔ ناراض مت ہو۔''

''آپ خود بھی تو دیکھیں کیسی باتیں کر رہے ہیں۔''

''جاتے جاتے میری ایک بات مانو گی۔''

نجانے کیوں رشنا سے انکار نہیں ہوا۔ اس کی خاموشی سے مطلب نکالتے ہوئے اسفند نے بات آگے بڑھائی۔

''یہ میں ایک نمبر دے رہا ہوں، اس پر کال کر کے پوچھنا۔ جبرائیل کہاں ہے۔''

''جبرائیل کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں آپ؟''

''پلیز دیکھو بس ایک یہ کام کر دو۔ اس کے بعد جو تم کہو گی وہ کریگا میں۔''

''او کے۔ لیکن جبرائیل کا نمبر میرے پاس ہے۔ آپ بھول رہے ہیں، موبائل میرے پاس بھی ہے۔'' رشنا نے تیکھے انداز میں اسفندیار کو جواب دیا۔ ''اس کا فون نہیں لگ رہا، میں ٹرائی کر چکی ہوں۔''

''اس کا فون نہیں لگ رہا کیونکہ۔ اس نے اپنا نمبر بدل لیا ہے۔''

''نہیں۔ آپ غلط بیانی سے کام مت لیں۔ اس جگہ سگنلز کا ایشو ہے۔'' رشنا نے تیزی سے اسفندیار کو جوابدیا۔ ''آپ مجھے جبرائیل سے بددل نہیں کر سکتے۔''

''چلو میدان میں جا کر فون ٹرائی کر لینا بی بی۔ ام ادھر ہی ہے تمہارے واسطے ہر قسم کی تسلی کرنے کے لیے بیٹھا اے۔ نیا نمبر لے لو تو اچا اے ورنہ جلد یا دیر تمہارے کو سچائی تو معلوم ہو جائے گا۔'' رشنا اسفندیار کے لہجے

سے جھلکتا اعتماد محسوس کر کے جز بز ہو رہی تھی۔ ''تم پہلے فون کر لو پھر بتانا کیا فیصلہ لیا ہے۔''

''گل۔گل جاناں۔اوگل جاناں۔مجھے میدان جانا ہے تم اپنے چھوٹے خان کا خیال رکھنا میں آتی ہوں ابھی۔'' رشنا نے تیزی سے نیچے اترتے ہوئے آواز لگائی۔ساتھ ہی کالی شیشوں والی چادر کو اچھی طرح اوڑھا۔زویل جو بے زار بیٹھا ہوا اپنی پلستر شدہ ٹانگ کو گھور رہا تھا ایک دم چونک گیا۔نظریں جو اٹھیں وہ جھکنے کو تیار نہ ہوئیں۔

''اچا بی بی۔'' گل جاناں نے کچن سے ہی جواب دے کر اپنی ذمہ داری پوری کر دی۔

''میں ابھی آجاؤنگی اچھا۔تم ادھر ہی رہنا۔''

''سنو اے۔اے لڑکی۔'' زویل بے اختیار اسے پکار بیٹھا۔رشنا جو اسفندیار کے فون سے ذہنی طور پر الجھ گئی تھی،زویل کی آواز سن کے ٹھٹھک سی گئی۔

''میرا نام رشنا ہے۔لڑکی نہیں۔'' تیز لہجے میں اپنا غصہ اور جھلاہٹ زویل پر نکالتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

''میرے بندوں کو بھی۔''

''لاؤ دو نمبر۔'' رشنا نے بے ساختہ اپنا فون نکالا۔زویل کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔''جلدی بولو میرے پاس وقت نہیں ہے۔''

''موبائل۔تمہارے پاس اے۔'' زویل کی حد درجہ کھلی آنکھیں رشنا کے ہاتھ میں سجے موبائل پر جمی ہوئی تھیں۔''تو م نے جھوٹ بولا کہ۔کیوں؟''

''یہ۔یہ۔وہ۔دراصل۔وہ۔''

رشنا کے سر پر جبرائیل سے بات کرنے کی دھن سوار تھی لیکن یہ صورتحال بھی اس کے گمان میں نہیں تھی۔حیرت میں ڈوبی دو آنکھیں رشنا کو ایک بار پھر اپنے سحر میں لے رہی تھیں۔

''واپس آکے بتاتی ہوں۔تم جلدی نمبر دو۔مجھے دیر ہو رہی ہے۔'' بوکھلائی ہوئی رشنا سے کوئی جواب نہیں بن پا رہا تھا۔زویل سے نمبر لے کر اس نے فوراً ہی تیز قدموں سے کاٹیج سے باہر نکلنے کی ٹھانی اور اپنی زندگی کے

بدترین سچ کو سننے کے لیے گھر سے نکل گئی۔

پہاڑوں میں شام ہوتے ہی اندھیرے چاروں طرف سے چھا جاتے ہیں۔زویل بے تابی سے انتظار کرتے کرتے اب پریشانی میں مبتلا ہو چکا تھا۔اب سے کہیں پہلے رشنا کو واپس آجانا چاہیے تھا۔لیکن اس کا کوئی اتہ پتہ نہیں تھا۔گل جاناں اپنی جگہ پریشان تھی۔رات سر پر تھی اور راستوں سے انجان مالکن ابھی تک واپس نہیں آئی تھی۔چھوٹے خان کو چھوڑ کر جا نہیں سکتی تھی اور آج رات اپنے بچے اور نزاکت خان کے ساتھ ہسپتال میں گزارنی تھی۔

''اگر بی بی نہ ہی آئی تو۔'' یہ سوچ کے ہی اس کی روح فنا ہو رہی تھی۔

''تو م جاؤ، دیکھو کہاں رہ گیا تمہارا بی بی۔'' زویل نے بے چینی سے بند کمرے میں بڑھتی ہوئی سردی محسوس کی۔ایک معمولی، پتلی چادر کے علاوہ شاید اس نے جاتے سمے کوئی موٹے کپڑے بھی نہیں پہنے ہوئے تھے۔

''ام جاتا اے۔'' گل جاناں کو اپنی فکر تھی۔وہ فوراً جانے کے لیے تیار ہو گئی۔

''پتہ نہیں او بی بی کہاں اے۔ابی ام کہاں کہاں دیکھے گا۔'' گل جاناں بڑبڑاتی ہوئی کاٹیج سے نکلی اور ٹھٹھک کر رہ گئی۔سامنے ہی سفید چہرہ لیے، نجانے کب سے رشنا بیٹھی ہوئی تھی۔سوجی ہوئی آنکھیں شاید رو رو کر تھک گئی تھیں۔ایک پاؤں بنا جوتے کے خراشوں سے بھرا ہوا تو بکھرے ہوئے بال، پھٹی ہوئی چادر کے ساتھ یہ وہ بی بی تو نہیں تھی جو گھر سے نکلی تھی۔یہ تو کوئی اپنا کارواں لٹ جانے پر ماتم کرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

گل جاناں بے اختیار آگے بڑھی۔

''کیا ہوا بی بی۔ام پریشان ہو گیا تھا تمہارے واسطے۔چلو اندر چلو۔''

پتھر آنکھوں میں زندگی کی کوئی رمق نہیں تھی۔گل جاناں نے فوراً اسے اپنے ساتھ لگایا۔

''بی بی اے بی بی۔کیا ہوا تو م کو۔'' سرد وجود گل جاناں کے ساتھ لگ کر اسے جھرجھری لینے پر مجبور کر گیا۔اس نے تیزی سے اپنی گرم شال اتار کر رشنا پر ڈالی۔سوئیٹر پر موجود شال کے باجود اسے سردی لگ رہی تھی جبکہ بی بی عام سی شرٹ اور ٹراؤزر میں نجانے کب سے بیٹھی برف ہو رہی تھی۔

''تو م اندر چلو، ایسے تو مر جائے گا۔'' گل جاناں نے شال سے اچھی طرح رشنا کو لپیٹا اور اسے لے کر اندر جانے کے لیے قدم بڑھائے۔ ایک زندہ لاش کی طرح رشنا گل جاناں کے ساتھ لگی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی۔ زویل نے دروازہ کھلنے کی آواز سن کر بے اختیار پلٹ کر دیکھا۔ سامنے ہی رشنا گل جاناں کے کندھے سے لگی ہوئی ڈول رہی تھی۔ اور گھر کے پرسکون گرم ماحول میں جاتے ہی وہ لڑکھڑا کر گری اور بے ہوش ہوگئی۔ شاید اس کی قوت ارادی نے ابھی تک اس کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا لیکن محفوظ چار دیواری میں جاتے ہی وہ اپنا آپ چھوڑ گئی۔

✿.....✿.....✿

نیم اندھیرے کمرے میں جہازی سائز بیڈ پر چت لیٹی ہوئی رشنا نجانے کس کھٹکے سے آنکھیں کھولنے پر مجبور ہوگئی تھی۔ اب وہ کافی دیر سے کھلی آنکھوں کے ساتھ چھت کو تک رہی تھی۔ خالی ذہن، ہلکا پھلکا جسم اور اردگرد چھایا ہوا گہرا سناٹا۔ سب مل کر رشنا کو گم صم کر رہے تھے۔

''شکر اے، تو م اٹھ گیا بی بی۔ ام تو پریشان ہو گیا تھا اب۔ یہ لو گرم گرم سوپ پیو۔ ام تمہارے واسطے کھاس بنایا اے۔''

مانوس آواز سن کر رشنا نے دائیں سمت دیکھا۔ جہاں ہشاش بشاش گل جاناں اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

''میں کس جگہ ہوں۔''

گل جاناں کے ہاتھوں میں موجود ٹرے، کمرے کا ماحول، بیڈ اور خود رشنا۔ ہر چیز وہی تھی، جانی پہچانی لیکن کچھ الگ تھا، اس نے الجھی ہوئی نگاہوں سے دائیں بائیں دیکھا۔ کچھ تو تھا جو اسے بے چین کر رہا ہے۔ اس نے گل جاناں کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ جو مسلسل مسکرائے جا رہی تھی۔

''تو م یہ پیئے گا تو دیکھنا کیسے گھوڑے کے مافق جان پکڑے گا۔''

''میں کہاں ہوں گل جاناں۔'' رشنا نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے اپنا سوال دہرایا۔ ''یہ وہ کاٹیج تو نہیں ہے نا؟''

''تو م چھوٹے خان کے گھر ہو بی بی۔'' گل جاناں نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے رشنا کے سوال کے جواب دیئے۔ ''وہ تمہارے کو ادھر لے کر آیا۔ تمہاری طبیعت.....''

''چھوٹے خان کے گھر۔کیوں۔'' رشنا نے گل جاناں کے الفاظ دہرائے۔''کیا مطلب۔اور۔مجھے۔آئی مین مجھے کیا ہوا، میں ایسے کیوں لیٹی ہوئی ہوں جیسے۔جیسے۔'' رشنا کے ذہن میں کچھ کلک ہوا۔کچھ تو ہوا تھا۔ذہن اسے یاد دلانے پر تیار نہیں تھا ابھی شاید۔''مجھے کیا ہوا تھا گل جاناں۔''

''باقی بات ام بتاتا اے۔تو م جاؤ گل جاناں۔امارے اور بی بی واسطے ناشتہ ماشتہ لاؤ۔'' مردانہ آواز جیسے ہی کمرے میں ابھری رشنا کو شدید جھٹکا سا لگا۔وہ بے اختیار اٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔

''نہ ہی نہ ہی۔تو م لیٹا رہو، ام تمہارے پاس آتا اے۔''

''تم.....میں.....ادھر۔''

''ہاں ام اور تو م۔'' دلکش چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ پھیلی۔ہاتھ میں پکڑی ہوئی اسٹک کے سہارے وہ دھیرے دھیرے چلتا ہوا رشنا کے پاس آیا۔بیڈ کے ساتھ رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ کر اس نے اپنی سحر آمیز نیلی نگاہیں رشنا پر جما دیں۔

''اف۔یہ پٹھان اتنے خوبصورت کیوں ہوتے ہیں۔''

✿.....✿.....✿

''اس نے مجھے بیچ دیا۔'' رشنا مسلسل ایک ہی بات دہرائے جا رہی تھی۔''میں اتنی رائیگاں تھی جو سب نے مل کر اپنی ضرورتوں کے مطابق میری بولی لگائی۔''

''پلیز مت رو۔'' ٹشو باکس کا آخری ٹشو نکالتے ہوئے زویل خان نے ہونٹ بھینچے۔''میرے کو تکلیف ہوتا اے۔''

''تکلیف کا مطلب بھی معلوم ہے تمہیں۔مجھ سے پوچھو جب سے ہوش سنبھالا ہے دوسروں کو خود سے کھیلتے ہی دیکھا ہے۔وہ سگا چاچا ہو یا سگی خالہ۔ہر ایک رشتے نے تاوان وصول کیا ہے مجھ سے۔کیوں میں انسان نہیں ہوں، کیا میں سانس نہیں لیتی یا مجھے تکلیف نہیں ہوتی۔'' گھٹی گھٹی ہچکیوں کے ساتھ رشنا ایک بار پھر اسی تکلیف سے گزر رہی تھی جس سے کچھ دن پہلے گزری تھی۔ہوش و حواس کی دنیا سے بے گانہ ہونے کے بعد اسے کچھ نہیں معلوم اس کے ساتھ کیا ہوا، اور اس کو چاہنے جانے کا دعویٰ کرنے والے کہاں گئے۔

''ام اپنی بات کرے گا۔دوسروں سے امارا کوئی تعلق نہ ہی اے۔''

''تم ہوتے کون ہو مجھے ایسے اپنے گھر لانے والے۔مجھے واپس بھیجو، میں جا کر پوچھونگی سب سے۔کیوں کیا ایسا میرے ساتھ۔میں ڈیزرو نہیں کرتی یہ سب کچھ۔''

''او کے کول ڈاؤن کول ڈاؤن۔ام ابی تمہارے واسطے گاڑی نکلواتا اے۔بس تو م یہ کھالو۔''زویل نے بے بسی سے سائڈ میں رکھی ہوئی ٹرے دیکھی جہاں چائے کے تیسرے کپ پر جھلی بن چکی تھی۔

''کچھ نہیں کھانا میں نے۔پہلے ان سب سے جواب لونگی پھر کچھ کھاؤنگی۔تم سنتے کیوں نہیں ہو۔''رشنا نے چیختے ہوئے کہا۔''کیوں میری جان کو چمٹ گئے ہو تم بھی۔کیا لینا ہے مجھ سے۔اب کچھ نہیں ہے میرے پاس۔ایک دم خالی ہاتھ ہوگئی ہوں۔''رشنا نے روتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں چہرے کے سامنے پھیلائیں۔''ان ہاتھوں کی طرح میری قسمت بھی خالی ہے۔سارے خواب بکھر گئے۔بچا کیا ہے میرے پاس زندہ رہنے کو۔''

زویل کو وہ بہتے آنسو تیزاب کی مانند محسوس ہو رہے تھے لیکن وہ مجبور تھا بے بس تھا۔سوائے خود پر جبر کرنے کے وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

''اب میں سمجھ سکتی ہوں تم کیوں اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی جان دینے پر تلے ہوئے تھے۔واقعی جب تک ہم اس کیفیت سے نہیں گزریں کوئی ہمارا دکھ نہیں سمجھ سکتا۔''

''ام سمجھتا۔ام سمجھتا۔''زویل نے بے ساختہ آگے بڑھ کر رشنا کے پھیلے ہوئے ہاتھ تھام لیے۔

''تم.....''رشنا نے بغور پاس بیٹھے ہوئے سرخ آنکھوں کے مالک کو دیکھا۔جسے زندہ رکھنے کے لیے وہ ہائر ہوئی تھی اور اب وہی مایوس انسان رشنا کو زندہ رہنے کے لیے اکسا رہا تھا۔

''ہاں ام۔ام سمجھ سکتا تو م کیا سوچ رہا اے۔پر امارا یقین کرو۔ام تمہارے ساتھ اے۔ہمیشہ ہمیشہ تمارا ساتھ دے گا۔کبھی نہیں چھوڑ گے گا تم کو۔''

''تم مجھے جانتے ہی کتنا ہو۔''ایک زخمی سی مسکراہٹ رشنا کے چہرے پر پھیلی۔''ابھی جب تمہیں معلوم ہوگا میں کون ہوں تو تم خود دھکے دے کر مجھے باہر نکال دو گے۔''

''ام سب جانتا اے۔تم کو امارے واسطے رکھا تھا۔ام سب معلوم کروالیا اے۔''

''پھر بھی تم چاہتے ہو۔'' رشنا نے حیرت سے زویل کی طرف دیکھا جہاں امڈتے جذبے اسے حیرت میں ڈال رہے تھے۔''تم جانتے ہو میں ادھر کیوں تھی اور جبرائیل کون تھا۔پھر بھی تم۔''

''آں پھر بھی ام تم کو ادھر رکھنا چاہتا اے۔تو م کہیں بھی نہ ہی جائے گا۔ام چاہتا اے تو م تو م۔'' زویل بے اختیار کہتے کہتے ایک دم رک گیا۔''اگر تو م راضی ہو تو ام تو م سے شادی کرنا چاہتا اے۔''

''میں طلاق یافتہ ہوں زویل۔'' رشنا نے خود پر جبر کرتے ہوئے اپنی آخری منزل دیکھی۔''میں پیسوں کی خاطر تمہارے علاج کے لیے آئی تھی اور انہی پیسوں کی خاطر طلاق جیسا دھبہ لگ گیا میرے اوپر۔''

''امارے کو سب مولوم اے بی بی۔تو م اماری پھکر نہ ہی کرو۔اپنا فیصلہ بتاؤ۔ہاں یا ناں۔''

''ایسے کیسے۔'' رشنا کو ایک دم احساس ہوا اس کے ہاتھ ابھی تک پٹھان کی گرفت میں تھے۔اس نے جز بز ہوتے ہوئے اپنے ہاتھ چھڑوانا چاہے۔

''امارے کو پہلے جواب دو پھر۔'' زویل نے دھیرے سے رشنا کے ہاتھوں پر اپنی گرفت مضبوط کی۔''ام اس ہاتھ کو کبھی نہیں چھوڑیگا۔تو م بھی جانتا اے ام اپنی بیوی سے کتنی موحوبت کرتا اے۔لیکن وہ چلا گیا ام کو چھوڑ کر۔اب تو م آیا ہے۔اب تو م کو کہیں بھی نہ ہی جانے دے گا۔''

''لیکن.....''

''کوئی لیکن میکن نہ ہی۔ام سب کو دیکھ لے گا۔وہ چاچا ناک کے بل آئیں گا ادھر تو م سے معافی مانگیں گا۔اور بولو کون چاہیے تو م کو۔سب کو ادھر حاضر کرے گا ام۔''

رشنا کو احساس نہیں ہوا وہ ایک ٹک مسلسل بولتے ہوئے زویل کو دیکھے جا رہی تھی۔''ام تو م سے بوہت پیار کرنے لگا اے۔تو م امارے کو اچھی لگتی اے۔''

''بس بس پٹھان بھائی بس کرو۔سارے ڈائیلاگ ادھر ہی بول دو گے تو باقی زندگی کیا کرو گے۔''

دھاڑ کی آواز کے ساتھ کمرے کا دروازہ کھلا اور فریش،شوخ سی آواز سن کر رشنا ایک دم ساکت رہ گئی۔

''رشنا خبردار جو ایسے ہاں کہی۔پہلے خوب نخرے کرنا پھر جا کر یس کرنا۔''

''تو م اماری بہن اے یا اس کی۔'' زویل نے گہری مسکراہٹ کے ساتھ اس شہری لڑکی کو دیکھا جو ہنستی ہوئی رشنا سے لپٹ گئی تھی۔

''چلیں آپ جائیں اور اب مجھے باتیں کرنے دیں اپنی بہن سے۔'' سارہ نے فوراً ہی مصنوعی ناراضگی سے زویل کو دیکھا جو جانے کے لیے اٹھ رہا تھا۔

''او کے او کے۔ ام جاتی اے۔ لیکن جواب امارے کو ہاں میں چاہیے۔''

''جاتی ہے۔ پٹھان بھائی تم جاتا ہے جاتا۔ جاؤ بے فکر ہو کر جاؤ۔ ڈونٹ وری۔'' سارہ نے جاتے ہوئے زویل کو دیکھا۔ ''آپ دونوں کا علاج میرے ذمے لائف ٹائم کے لیے فری ڈاکٹرل گیا اور کیا چاہیے۔''

جاتے ہوئے زویل نے بھرپور قہقہہ لگایا اور اپنی نیلی خوبصورت نظروں میں روٹھی ہوئی محبوبہ کو بسا کر کمرے سے نکل گیا۔ اسکے کمرے سے جاتے ہی سارہ ایک دم رشنا سے لپٹ گئی۔

''مجھے معاف کر دو رشنا۔ میں بہت خود غرض ہو گئی تھی۔ آئی ایم سوری پلیز۔''

رشنا نے اپنے وجود میں برف پگھلتے دیکھی۔ خود سے لپٹی ہوئی سارہ کے گرد اپنی بانہوں کا حلقہ بناتے ہوئے اس نے آخری بار اپنے آنسو بہائے۔

''پیسوں کے لالچ میں اندھی ہو گئی تھی میں۔ لیکن شکر ہے بروقت میری آنکھیں کھل گئیں اور ہم نے فوراً ہی زریاب خان سے رابطہ کیا۔''

رشنا نے پرسکون ہو کر آنکھیں موندی۔ اب کس نے کیسے اس سے رابطہ کیا تھا، وہ اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ اہمیت تھی تو اس بات کی وہ ایک بار پھر اکیلی نہیں تھی۔ واقعی خون کے رشتے کچھ ایسے ڈور سے بندھے ہوتے ہیں جو کبھی نہیں ٹوٹ سکتے، غلط فہمیوں اور خود غرضیوں میں دب کر وہ کچھ دیر کو نظروں سے اوجھل ہوتے ہیں لیکن ندامت کے چند آنسوؤں سے دھل کر وہ ایک بار پھر ہمارے ساتھ آن کھڑے ہوتے ہیں۔

''ابراہیم بھی بہت شرمندہ ہے۔ پتہ نہیں ہم نے ایسا کیوں کیا۔ تم یقین کرو کلینک کی زمین کی فائل پر ہم دونوں سے سائن نہیں ہوئے۔ ہمیں ایسا لگا جیسے تمہاری۔ تمہاری۔'' آنسوؤں کے گولے نے سارہ کی بات مکمل نہیں ہونے دی۔

''خالہ کہاں ہیں؟'' رشنا نے بھیگی ہوئی آواز کے ساتھ موضوع بدلنے کی کوشش کی۔

''امی باہر بیٹھی اس پٹھان کے باپ سے تمہاری شادی کی بات چیت کر رہی ہیں۔'' سارہ نے رشنا کے کانوں میں سرگوشی کی۔ ''اور تم سنو خبردار جو اس رشتے کو منع کیا۔''

''کیا تمہیں معلوم ہے۔''

''دفع کرو اس کمزور انسان کو جو اپنی ماں کے سامنے تمہارے لیے کھڑا نہیں ہو سکا۔'' سارہ نے رشنا کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی اسے جواب دے کر جتا دیا وہ جانتی ہے۔ ''وہ تمہارے لائق ہی نہیں تھا رشنا۔ اور معلوم ہے کیوں۔ کیونکہ تمہارے لیے زویل خان جیسا بندہ منتظر تھا، تم کیسے اس موقع پرست اور لالچی انسان کے نام ہو سکتی تھیں جو ذرا سے پیسوں کی خاطر تمہیں چھوڑ گیا۔ اس میں تو اتنے گٹس ہی نہیں تھے جاتے جاتے کم از کم معافی مانگ جاتا۔ ہنہ۔ کم ظرف کہیں کا۔''

سارہ اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہوئے گم صم بیٹھی رشنا کو بھی دیکھ رہی تھی۔ رشنا کے دل سے ایک آہ بلند ہوئی۔ پہلی محبت کوئی کیسے اتنی جلدی بھول سکتا ہے بھلا۔

میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں رشنا لیکن۔ میری بہنوں اور امی کو بھی میری ضرورت ہے۔

''اس نے تو پلٹ کے پوچھا بھی نہیں تم زندہ ہو یا۔ تمہیں ایسے بھول گیا جیسے تم کبھی اس کی زندگی میں تھی ہی نہیں۔''

''سوری رشنا میں تمہیں طلاق دے چکا ہوں۔ میں مجبور تھا آئی ہوپ تم میری مجبوری کو انڈر اسٹینڈ کرو گی۔ اس نے اپنا گھر بھی خرید لیا ہے جس کے لیے خوار ہوتا پھرتا تھا۔ میں ملنے گئی تھی لیکن اس نے مجھ سے ملنے سے انکار کر دیا۔ دیکھو ہر کوئی اپنا فائدہ دیکھتا ہے۔ میں نے بھی دیکھا اس میں ایسی کوئی برائی تو نہیں ہے نا۔

میرا تو خیال ہے وہ تمہیں بھول بھی چکا ہوگا اب تک۔

لیکن۔ میں تمہیں اپنے ساتھ باندھ کر نہیں رکھنا چاہتا۔ اسی لیے چھوڑ رہا ہوں۔

''رشنا اب کبھی بھول کر بھی اس کا نام نہیں لینا سمجھیں؟''

''پلیز مجھے معاف کر دینا رشنا۔ میں شاید تمہارے لائق ہی نہیں تھا۔ میری دعا ہے کوئی مخلص انسان تمہارا

ہاتھ تھامے، اور تمہیں زندگی کی ساری خوشیاں دے۔"

"اس پٹھان کے ساتھ تمہارا جوڑ کمال کا ہے۔ وہ تم سے بہت محبت کرتا ہے۔ تم جتنی خالص ہو اتنا ہی کوئی خالص۔ ہاں رشتا میں کمزور ثابت ہو گیا، حالات سے ہار گیا۔ زویل کو دیکھا ہے کیسے حالات کا مقابلہ کر رہا ہے۔ میرے جذبوں کے سارے رنگ کچے نکلے۔

"کیا تم نے اس آنکھوں سے چھلکتے جذبے دیکھے ہیں رشنا۔ تمہیں دیکھتے ہی اس کے چہرے کا رنگ کھل جاتا ہے۔ بیتی زندگی کو بھول کر ایک نئی خوبصورت لائف جینے کی کوشش کرنا۔ بڑا حوصلہ مند بندہ ہے وہ۔ کیسے اپنی پرانی تکلیف دہ یادوں کے سہارے بھی جینے کی کوشش کر رہا ہے۔ میں تم سے معافی نہیں مانگوں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں میں تمہارا گناہگار ہوں۔ اسی لیے بس۔ مجھے بھول جانے کی کوشش ضرور کرنا۔"

"پلیز رشنا۔ بھول جاؤ تم بھی، ہر اس یاد کو کھرچ کر نکال دو اپنے ذہن سے جو تمہیں زویل کے پاس جانے سے روکے، تم ایک بہترین لائف ڈیزرو کرتی ہو اور دیکھو قدرت نے اسے تمہارے عین سامنے لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ تمہیں تو کچھ کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ اوپر بیٹھا ہوا وہ....." سارہ کی آواز بھرا گئی۔ "وہ تمہارے لیے دیکھو کیسے آسانیاں پیدا کرتا ہوا ادھر تک لے آیا۔"

"وہ جانتا ہے میں جبرائیل سے۔ میں اس کے نکاح میں تھی سارہ۔" بالآخر کافی دیر کی خاموشی اور خود سے لڑنے کے بعد رشنا کی تھکی ہوئی آواز سارہ کی سماعت سے ٹکرائی۔ "وہ کیسے برداشت کر سکتا ہے اس کی ہونے والی بیوی پہلے ہی۔ یونو۔"

"وہ ایسے ہی برداشت کرے گا جیسے اس کی ہونے والی بیوی۔ یہ جان کر بھی وہ جس سے شادی کرنے جا رہی ہے وہ دو بار خودکشی کی کوشش کر چکا ہے وہ بھی اپنے بیوی کی خاطر۔" اسفندیار کی آواز کمرے میں ابھری۔

"وہ بالکل اسی طرح اپنی ہونے والی بیوی کے دلی احساسات اور جذبات کو سمجھے گا جیسے ہونے والی بیوی اپنے ہونے والے شوہر کے جذبات کو سمجھ کر شادی کرے۔ تم دونوں اپنے اپنے دل کی بستی اجاڑ کر ایک نیا گھر آباد کرنے جا رہے ہو۔ کچھ وقت دو گے ایک دوسرے کو تو یقیناً ایک بہتر اور مکمل زندگی جیو گے۔"

اسفندیار نے مسکراتے ہوئے خاموشی بیٹھی رشنا کے سر پر ہاتھ رکھا، ہلکا سا دباؤ ڈالا۔ ہاتھ میں پکڑی ہوئی

فائل رشنا کی گود میں رکھی۔ ''اور یہ ایک چاچا کا اپنی بیٹی سے کیا گیا وعدہ بھی پورا ہوا۔''

رشنا نے سوالیہ نظروں سے اسفندیار کو دیکھا۔

''بھول گئی تھی نا تم؟ دیکھو میں نہیں بھولا۔ یہ تمہارے گھر کی فائل ہے۔ میں نے وہ گھر خرید کر تمہارے نام کر دیا ہے۔''

''کیا؟'' رشنا نے بے تابی سے فائل اٹھائی۔

''میں نے وعدہ کیا تھا نا تم میرے بھتیجے کو زندگی کی طرف لے آؤ میں تمہاری چھینی ہوئی ایک ایک چیز تمہارے پاس لے آؤں گا۔''

''یہ کیسے ہوا۔ آئی مین وہ لوگ۔'' رشنا نے حیرانی سے مسکراتی ہوئی سارہ کو دیکھا جو اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے محبت سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

''پیسہ سب کرا دیتا ہے۔ ویسے بھی جو یتیم کا مال کھاتے ہیں وہ بزدل ہوتے ہیں۔ ہر بزدل اپنے سے طاقتور کو دیکھ کر میدان سے بھاگنے میں دیر نہیں کرتا۔ یہ فائل دیکھ کر تسلی کر لو ہر کام قانونی طور پر ہوا ہے۔''

''میں آپ کا شکریہ.....'' آنسوؤں کے گولے نے رشنا کو کچھ کہنے کے قابل نہیں چھوڑا۔ لمحہ بھر میں ہی کیا کیا نہ یاد آ گیا تھا۔

''بیٹیاں باپ کا شکریہ ادا نہیں کرتیں۔ ہاں باپ کی خواہش مان کر ان کا سر بلند کر دیتی ہیں۔''

''آپ حکم کریں چاچا۔'' رشنا نے عرصہ بعد لفظ چاچا دل سے کہا۔ ''میرے بس میں جو ہوا میں کر گزروں گی۔ آپ نے میرے امی، ابو کی آخری نشانی مجھے دی ہے۔''

''تو بس چاچا کی بات مان لو اور زویل کو ہاں کر دو۔ میں جانتا ہوں تم اداس ہو لیکن یقین کرو وہ بھی ٹوٹا ہوا ہے۔ تم دونوں مل کر ایک دوسرے کو اچھی طرح سنبھال لو گے۔'' اسفند نے فوراً ہی اپنی بات کہنا شروع کی۔ ''اور جہاں تک بات ہے زویل کی تو میں اس کی گارنٹی میں دیتا ہوں وہ تم کو بہت خوش رکھے گا۔ بہت وقت بعد میں نے اس کے چہرے پر خوشی دیکھی ہے، سکون دیکھا ہے۔ وہ راتوں کو سو رہا ہے۔ نارمل انسانوں کی طرح رہ رہا ہے۔''

''لیکن۔ وہ.....'' رشنا ہکلائی۔

''اپنے بڑوں پر ساری ذمہ داریاں چھوڑ دو میری بچی۔ ہم ہیں تمہارے لیے۔ بڑے خان بھی تم سے ملنا چاہتے تھے لیکن میں نے سوچا پہلے میں اپنی بیٹی کی رضامندی جان لوں پھر۔'' ایک بار پھر اسفند نے رشنا کا مان بڑھایا۔ ''یقین کرو تم پر کوئی زبردستی نہ ہی اے میری بچی۔ جو تم کہو گی وہی ہوگا۔''

''میں۔ میں۔'' رشنا جھجک گئی۔ ''خالہ.....'' رشنا بے تابی سے اٹھ کر تبسم کے گلے لگ گئی۔ ہچکیوں سے روتی ہوئی وہ کوئی چھوٹی بچی ہی تو لگ رہی تھی۔

''میری جان۔ میری بیٹی۔ مجھے معاف کردے۔ میں دیر سے آئی۔'' تبسم نے فوراً ہی بھانجی کو سینے سے لگاتے ہوئے معافی مانگی۔ ''میں ایک بار پھر دیر سے آئی۔''

''مت بولیں پلیز کچھ مت بولیں۔ بھول جائیں بیتی باتیں۔'' رشنا نے تبسم کے کانوں میں سرگوشی کی۔ ''مجھے کسی سے کوئی شکایت نہیں ہے۔''

''اچھا بہن میں چلتا ہوں۔ آپ میری بیٹی کی رضامندی باہر مردان خانے تک پہنچادیں تو مہربانی ہوگی۔''

''وہ بھائی۔'' تبسم جھجک گئیں۔ ''عدت۔''

''بے فکر رہیں۔ یہ مسئلے ہم سب جانتے ہیں۔ آپ سکون سے شہر جائیں۔ ہم دھوم دھام سے اپنی بیٹی کی بارات لائیں گے۔ اگر وہ راضی ہے تو.....''

رشنا کے چہرے سے چھلکتے ہوئے شرم وحیا کے خوبصورت سائے اس کے اقرار کو بتا رہے تھے۔

..... ختم شد .....